عمران سیریز

بلیک ڈے

مظہر کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول ''بلیک ڈے'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مسلم ممالک کے خلاف اسرائیل اور یہودیوں کی سازشیں مسلسل جاری ہیں اور ان سازشوں کا خصوصی نشانہ پاکیشیا بنتا ہے۔ اس بار بھی یہودیوں کی ایک طاقتور تنظیم نے پاکیشیا کو عدم استحکام سے دوچار کرنے اور اسے کافرستان کی غلامی میں دینے کے لئے ایک خوفناک سازش تیار کی اور اس سازش پر تیزی سے عمل بھی شروع ہو گیا لیکن ہر فرعونے را موسیٰ کے مصداق فورسٹارز اور ٹائیگر اس سازش کے خلاف میدان میں اترے اور پھر ایکسٹو نے فورسٹارز کو یہودی تنظیم بلیک ڈے کے ہیڈکوارٹر کا خاتمہ کرنے کے لئے فارن مشن مکمل کرنے کی اجازت دے دی اور فورسٹارز عمران کے ساتھ بلیک ڈے کے خلاف میدان میں اترے اور پھر وہ انتہائی تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے اور پھر وہ وقت بھی آ گیا جب اسرائیل کے صدر کو حسرت بھرے لہجے میں یہ کہنا پڑا کہ کاش کوئی عمران یہودیوں میں بھی پیدا ہو جاتا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناول بھی ہر لحاظ سے آپ کے معیار پر پورا اترے گا لیکن ناول کے مطالعہ سے پہلے حسب روایت اپنے خطوط، ای میلز اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے کیونکہ دلچسپی کے لحاظ

سے یہ کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔

راولپنڈی سے صنوک انجم لکھتے ہیں۔ طویل عرصے سے آپ کا قاری ہوں۔ آپ نے سنیک کلرز تنظیم بنائی تھی جس کے مستقل کردار جوزف اور جوانا تھے۔ انہیں آپ ایک یا دو ناولوں کے بعد دوبارہ سامنے نہیں لائے۔ اسی طرح فور سٹارز بھی کبھی کبھار ہی سامنے آتی ہے۔ آپ سنیک کلرز اور فور سٹارز پر مزید ناول لکھیں تاکہ معاشرے میں موجود سماجی برائیوں کے خاتمے کا جذبہ آپ کے لاکھوں قارئین میں اجاگر ہو سکے۔ امید ہے آپ ضرور توجہ دیں گے۔

محترم صنوک انجم صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ سماجی برائیوں کے خلاف معاشرے میں آگاہی پیدا کرنے کی واقعی شدید ضرورت ہے اور میری کوشش بھی یہی رہتی ہے کہ برائی کے خاتمے کا جذبہ قارئین کے دلوں میں اجاگر کر سکوں تاکہ سماجی برائیوں کے خلاف لڑنے کا قارئین میں بھی شعور اور حوصلہ پیدا ہو سکے۔ میں کوشش کروں گا کہ سنیک کلرز اور فور سٹارز پر مزید ناول لکھ سکوں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

سنجھورو سندھ سے سہیل اقبال خلجی لکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعریف کا حق ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اور نہ ہی آپ تنقید کے لئے کوئی گنجائش چھوڑتے ہیں البتہ آپ

کے ناول بلیک اسکارب میں ایک غلطی سامنے آئی کہ اس میں عمران دو گروپ بناتا ہے۔ جس میں ایک گروپ عمران اور تنویر کا ہوتا ہے جبکہ حصہ دوم میں عمران کے ساتھ جولیا شامل ہوتی ہے۔ امید ہے آپ آئندہ احتیاط رکھیں گے۔

محترم سہیل اقبال خلجی صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ نے جس غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ چار پانچ سو صفحات کے ناول میں ایسی غلطی کا امکان ہوسکتا ہے اور چونکہ میرے پاس بلیک اسکارب کو دوبارہ پڑھنے کا وقت نہیں تھا اس لئے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں کوشش کروں گا کہ آئندہ ایسی غلطی نہ ہو۔ ویسے بھی میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ کوئی غلطی نہ ہو لیکن اب میں مزید محتاط رہوں گا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

شکر گڑھ سے محمد طیب لکھتے ہیں۔ آپ کے ناولوں کا طویل عرصے سے قاری ہوں۔ آپ اپنے قلم سے واقعی جہاد کر رہے ہیں۔ خیر وشر پر مبنی ناول بے حد پسند ہیں البتہ ایک سوال ہے امید ہے آپ جواب ضرور دیں گے۔ عمران کو ناول ای سٹی میں ایک سائنائیڈ پسٹل ملا تھا۔ اس طرح بگش پسٹل بھی ملا تھا جس میں سے ایسی ریز نکلتی ہیں جو آدمی کو اس طرح سے جلا دیتی ہے کہ راکھ تک نہیں ملتی لیکن عمران نے پھر کسی مشن میں ان پسٹلز کو استعمال نہیں کیا۔ آپ عمران سے ضرور پوچھیں کہ اس نے ان پسٹلز کا کیا

کیا اور مجھے ضرور بتائیں۔

محترم محمد طیب صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ کا سوال عمران تک پہنچ جائے گا لیکن مجھے یقین ہے اس نے جواب نہیں دینا کیونکہ ایسے پسٹلز کا استعمال جو انسان کو راکھ بنا دے انسانیت کے خلاف ہے۔ اس لئے عمران نے ایسے پسٹلز کا استعمال نہیں کیا۔ بہرحال یہ میرا خیال ہے۔ عمران کیا جواب دیتا ہے اس کے لئے آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گیا۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail.Address

mazharkaleem.ma@gmail.com

عمران ناشتے کے بعد اخبارات پڑھنے میں مصروف تھا جبکہ سلیمان چائے کا فلاسک اس کی میز پر رکھ کر خود سودا سلف لینے مارکیٹ چلا گیا تھا اور عمران کو معلوم تھا کہ اب اس کی واپسی کافی دیر سے ہو گی کیونکہ وہ شاپنگ پرانے دور کے بزرگوں کے انداز میں کرتا تھا جن کا قول تھا کہ جب تک پورے جسم سے پسینہ نہ بہنے لگے تب تک قیمت کم کرانے کی کوشش کرتے رہو اور کوئی بھی چیز خریدنی ہو کم از کم دس دکانیں دیکھنے کے بعد خریدنے کا فیصلہ کرو اور سلیمان اس پر پوری طرح عمل کرتا تھا۔ عمران چائے پینے اور اخبارات پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''ارے۔ یہ صبح صبح کس کے ہاتھ میں کھجلی ہوئی ہے''۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''منکہ مسمی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)

بزبان خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں''...... عمران نے مزے لے لے کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''فیاض بول رہا ہوں۔ یا تو تم میرے آفس آ جاؤ یا پھر میں خود تمہارے فلیٹ پر آ رہا ہوں''...... دوسری طرف سے سوپر فیاض کی تیز آواز سنائی دی۔

''ارے۔ ارے۔ کیا ہوا۔ بریک پر پیر تو رکھ لیا کرو۔ کیا سیلاب آ رہا ہے کہ تم اس قدر جلدی میں ہو''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ تمہارے ڈیڈی مجھے مارنے کے لئے پسٹل میں میگزین ڈال چکے ہیں''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''ارے۔ سات آٹھ گولیوں سے تمہارا کچھ بگڑتا نہیں اور چالیس پچاس کوئی مارنے نہیں آتا کیونکہ مہنگائی کے اس دور میں گولیاں بے حد مہنگی ہو رہی ہیں''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پہلے تو تم جوتیوں اور عزت کی مثال دیا کرتے تھے۔ اب گولیوں پر آ گئے ہو''...... سوپر فیاض نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔ شاید عمران کے فقرے نے اس کے ذہن پر چھائی ہوئی پریشانی کو کافی حد تک دور کر دیا تھا۔

''آج کل جوتیاں اتنی مہنگی ہو گئی ہیں کہ اب انہیں سر پر مارنا ان کی توہین ہے اس لئے محاورہ قابل قبول نہیں رہا''...... عمران نے

جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں خود آ رہا ہوں''...... دوسری طرف سے دھمکی آمیز لہجے میں کہا گیا۔

''ارے۔ ارے۔ رک جاؤ۔ سلیمان مارکیٹ چلا گیا ہے اور تمہارا کچھ پتہ نہیں کہ تم فلیٹ کا قبضہ ہی مجھ سے واپس لے لو۔ سلیمان ہوتا تو چلو ایک سے دو بھلے۔ ایک دوسرے کا آسرا ہو جاتا ہے۔ میں خود آ رہا ہوں''...... عمران نے تیز تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے لباس تبدیل کیا اور فلیٹ بند کر کے اس نے فلیٹ کے نیچے بنے ہوئے گیراج سے کار نکالی اور سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھ گیا۔ عمران کو معلوم تھا کہ سوپر فیاض جب کسی کیس میں پھنس جائے اور کوئی راستہ اسے نظر نہ آئے تو پھر وہ مجبوراً اسے فون کرتا ہے اس لئے یقیناً اب بھی وہ کسی کیس میں پھنسا ہوا ہو گا اور اس حالت میں سوپر فیاض سے وہ کچھ بھی منوایا جا سکتا ہے جو ویسے وہ کبھی سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر بعد عمران سنٹرل انٹیلی جنس بیورو پہنچ گیا۔ اس نے کار پبلک پارکنگ میں روکی اور پھر کار سے اتر کر اسے لاک کر کے سوپر فیاض کے آفس کی طرف چل پڑا۔ آفس کے باہر کرسی پر بوڑھا چپڑاسی کرم دین بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ عمران کے قدموں کی آواز سن کر اس نے نہ صرف آنکھیں کھولیں بلکہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے اس طرح اسے

سلام کیا جیسے عمران یہاں کا سب سے بڑا افسر ہو۔

''بابا کرم دین کیسے ہو۔ اتنے بوڑھے کیسے ہو گئے ہو''۔ عمران نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''اللہ کی مرضی ہے چھوٹے صاحب''...... کرم دین نے منہ دوسری طرف کرتے ہوئے قدرے گلوگیر لہجے میں کہا تو آگے بڑھتا ہوا عمران یکدم رک گیا۔

''کیا ہوا ہے۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے''...... عمران نے بڑے بے چین سے لہجے میں کہا۔

''میرا اکلوتا جوان بیٹا اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔ میرے دل میں اس کی بارات لے جانے کا شوق تھا جبکہ مجھے اس کا جنازہ اٹھانا پڑا۔ چھوٹے صاحب۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ جوان بیٹے کی موت پر تو باپ کا دل پھٹ جاتا ہے۔ آپ بوڑھے ہونے کی بات کر رہے ہیں۔ میں اس قدر ڈھیٹ ہوں کہ ابھی تک زندہ ہوں''...... کرم دین نے روتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح برس رہے تھے۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری سیڈ کریم دین۔ یہ کیا ہو گیا۔ اوہ۔ اوہ۔ مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں۔ کیا ہوا تھا رحمت کو۔ اچھا بھلا تو تھا''۔ عمران نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگاتے ہوئے انتہائی افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''ایک ماہ ہو گیا ہے چھوٹے صاحب۔ بڑے صاحب آتے

تھے اور بڑے صاحب نے ہی مجھے اور بڑی بیگم صاحبہ نے میری بیوی کو سہارا دیا ورنہ شاید ہمارے جنازے بھی ساتھ ہی اٹھتے''۔ کرم دین نے لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''رحمت کو ہوا کیا تھا''...... عمران نے پوچھا۔

''ایکسیڈنٹ ہوا تھا''...... کرم دین نے جواب دیا۔

''اوہ۔ ویری سیڈ۔ اللہ تعالیٰ حوصلہ اور صبر دے۔ میں واپسی پر بھی تم سے ملوں گا''...... عمران نے کرم دین کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر آفس میں داخل ہو گیا۔

''تمہاری آواز باہر سے آ رہی تھی۔ یہ تم کیا چپڑاسیوں جیسے لوگوں سے بے تکلف ہو جاتے ہو۔ اپنا سٹیٹس بھی خراب کرتے ہو اور میرا بھی۔ ایسے لوگوں کو ذرا سا منہ لگایا جائے تو یہ کاندھوں پر چڑھنے سے باز نہیں آتے۔ رسمی سلام دعا کر لیا کرو''...... سوپر فیاض نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ اس کا اکلوتا بیٹا فوت ہو گیا ہے''۔ عمران نے میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں معلوم ہے اور مجھے وہاں تمہارے ڈیڈی کی وجہ سے جانا پڑا ورنہ میں یہاں افسوس کر لیتا''...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم نے اپنے پرانے چپڑاسی سے تعزیت بھی نہیں کی۔ میں بلاتا ہوں اسے۔ میرے سامنے تعزیت کرو''......

عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ بیٹھو پلیز۔ میں نے سب کچھ کر دیا ہے۔ یہ آفس ہے پلیز''...... سوپر فیاض نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تو کیا ہوا۔ کیا آفس میں کسی سے تعزیت نہیں کی جا سکتی۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے چپڑاسی کرم دین کی کتنی امداد کی ہے۔ آخر اس کا جوان بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ وہ کوئی نہ کوئی کام تو کرتا ہو گا۔ پیسے گھر لے آتا ہو گا جو اب ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے۔ پھر تم نے کیا امداد کی ہے''...... عمران نے کہا۔

''امداد۔ اس میں امداد کا کیا تعلق۔ کرم دین تنخواہ لیتا ہے پھر امداد کیوں کی جائے''...... سوپر فیاض نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے عمران کی بات پر حیرت ہو رہی ہو۔

''ایک لاکھ کا چیک لکھو۔ ابھی اور اسی وقت اور میرے سامنے کرم دین کو بلاؤ اور اسے چیک دو ورنہ میں جا رہا ہوں اور یہ بتا دوں کہ یہاں سے اٹھ کر میں ڈیڈی کے پاس جاؤں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ ان کے سپرنٹنڈنٹ نے ایک بینک میں اپنے نابالغ بیٹے کے نام پر ایک کروڑ روپے جمع کرائے ہیں۔ بولو۔ جاؤں ڈیڈی کے پاس''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ بیٹھو۔ ایک تو تم دنیا کے سب سے بڑے بلیک میلر ہو۔ تم اس بوڑھے چپڑاسی کے اتنے ہی ہمدرد ہو تو خود

اسے دے دو اور ہاں۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں الہام تو نہیں ہوتا یا تمہیں دنیا بھر کے بینکوں کی روزانہ رپورٹس ملتی ہیں۔ تمہیں آخر کیسے پتہ چلتا ہے''...... سوپر فیاض نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم اسے چھوڑو۔ چیک لکھتے ہو یا نہیں۔ بولو۔ ہاں یا نا میں جواب دو''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ دس ہزار روپے میں نقد دے دیتا ہوں۔ چلو میں سمجھوں گا کہ کہیں گر گئے ہیں یا جیب کٹ گئی ہے۔ چلو میں صبر کر لوں گا۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے''...... سوپر فیاض کی حالت واقعی خراب ہو رہی تھی۔

''چلو نکالو دس ہزار اور نوے ہزار کا چیک لکھو۔ جلدی کرو ورنہ میں ڈیڈی کے پاس پہنچ گیا تو چوک پر الٹے لٹکے نظر آ رہے ہو گے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ صرف دس ہزار منظور ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ جاؤ۔ جس کے پاس مرضی آئے چلو جاؤ''...... سوپر فیاض نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے چند بڑے نوٹ نکالتے ہوئے کہا۔

''بلاؤ کرم دین کو اور دو اسے''...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ دوسرے لمحے بوڑھا کرم دین اندر داخل ہوا اور اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

''یہ لو دس ہزار روپے۔ میں دے رہا ہوں اور بس جاؤ''۔ سوپر فیاض نے ایسے لہجے میں کہا جیسے بوڑھے کرم دین کی سات نسلوں

پر احسان کر رہا ہو۔

''کیا لے آنا ہے ان کا صاحب''...... کرم دین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''سوپر فیاض کی تنخواہ میں اضافہ ہوا ہے۔ اس خوشی میں یہ تمہیں دس ہزار روپے انعام دے رہا ہے''...... عمران نے بات بناتے ہوئے کہا۔

''اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو لمبی عمر عطا کرے صاحب۔ اللہ آپ کو جزا دے گا''...... کرم دین نے مسرت سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا اور سلام کر کے باہر چلا گیا۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کیا مسئلہ ہے جس کے لئے تم پریشان ہو رہے ہو''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مسئلہ کیا ہونا ہے۔ خاک ہونا ہے۔ ایک چھوٹی سی دعا کی خاطر میرے دس ہزار روپے خرچ کرا دیئے تم نے''...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اولاد کی درازئ عمر کی دعا مانگی ہے بابا کرم دین نے اور تم اسے چھوٹی دعا کہہ رہے ہو۔ میں جا کر بھابھی سے کہتا ہوں کہ سوپر فیاض آپ کے بچوں کی درازئ عمر کی دعا پر ناراض ہو رہا ہے''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ بیٹھو۔ بیٹھو۔ تم تو دنیا میں فساد پھیلانے کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ جہاں جاتے ہو فساد ہی فساد برپا ہو جاتا

ہے''...... سوپر فیاض نے تالی مارنے کے انداز میں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر اس نے ایک الماری کھولی۔ اس میں سے ایک عام سا بیگ اٹھایا اور اسے لا کر میز پر پلٹ دیا اور عمران حیرت سے دیکھنے لگا۔ اس میں انتہائی جدید ترین ساخت کے وائرلیس بم تھے جنہیں ریموٹ کنٹرول بلکہ سیل فون سے فائر بھی کیا جا سکتا تھا۔

''یہ کیا ہیں اور کیوں دکھا رہے ہو مجھے''...... عمران نے ایک بم اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کر غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ اسرائیلی ساخت کا جدید اسلحہ ہے۔ اس کی ایک کھیپ ایک ٹرک میں سے پکڑی گئی ہے لیکن ٹرک ڈرائیور فرار ہو گیا ہے۔ ٹرک میں ایک خفیہ خانہ بنایا گیا تھا جس میں یہ جدید ساخت کا اسلحہ بھرا ہوا تھا۔ ٹرک پر موجود رجسٹریشن پلیٹ جعلی تھی۔ ویسے جو تحقیقات کی گئی ہیں ان کے مطابق یہ ٹرک دارالحکومت کے شمالی علاقے کارشان سے دارالحکومت میں داخل ہوا تھا اور سبزی منڈی کے قریب چیک ہو گیا۔ اس کارروائی کو ایک ہفتہ گزر گیا ہے لیکن ابھی تک نہ اس کا مالک پکڑا جا سکا ہے اور نہ ہی ڈرائیور۔ تمہارے ڈیڈی نے دن رات میری جان کھا رکھی ہے کیونکہ انہیں جو رپورٹیں مل رہی ہیں ان کے مطابق پورا دارالحکومت جدید ترین اسلحے سے بھرا جا رہا ہے۔ کئی جگہوں پر اسلحے کے زیر زمین چھپائے گئے ذخیرے ملے ہیں اور ایسے افراد بھی پکڑے گئے ہیں جو بہت نچلی

سطح کے لوگ ہیں۔ ہم نے اس ساری کارروائی کے پیچھے اصل ذمہ دار افراد کو پکڑنا ہے لیکن وہ پکڑے تو ایک طرف ابھی تک ٹریس بھی نہیں ہو سکے۔ خدا کے لئے تم سارے نہیں تو ایک ذمہ دار آدمی کو پکڑ دو تاکہ میں اسے تمہارے ڈیڈی کے حوالے کر کے وقتی طور پر تو اپنی جان بچا لوں ورنہ تمہارے ڈیڈی نے مجھے واقعی گولی مار دینی ہے''...... سوپر فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''اس اسلحے کے ذخیروں کا کوئی مقصد بھی سامنے آیا ہے''۔ عمران نے کہا۔

''ہاں۔ عام طور پر کہا جا رہا ہے کہ دارالحکومت میں مذہبی فرقہ واریت، لسانی تعصب پھیلا کر ملک کو ہر لحاظ سے کمزور کرنا مجرموں کا مقصد ہے''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''تو پھر یہ سول انٹیلی جنس کا کام نہیں ہے۔ ملٹری انٹیلی جنس کا کام ہے''...... عمران نے کہا۔

''ملٹری انٹیلی جنس کا۔ وہ کیسے۔ کیوں''...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

''اس لئے کہ بقول تمہارے یہ اسلحہ کسی دشمن ملک سے آ رہا ہو گا کیونکہ اسلحے کے بغیر نہ مذہبی فرقہ واریت پھیلائی جا سکتی ہے اور نہ ہی لسانی تعصب کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کاش تمہارے جیسی عقل تمہارے ڈیڈی کو بھی مل جاتی تو میرے بہت سے مسائل حل ہو جاتے۔ میں نے یہ بات تمہارے

ڈیڈی سے کی تھی لیکن انہوں نے میری اس بات کو یکسر مسترد کر دیا''...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تو تم اب مجھ سے کیا چاہتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''مجھے اس کیس میں آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارا شیطانی دماغ ضرور کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گا۔ مجھے وہ راستہ چاہئے''...... سوپر فیاض نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میرا شیطان دماغ واقعی تمام راستے جانتا ہے۔ ہر اس بینک کا راستہ جہاں تمہارا خفیہ اکاؤنٹ موجود ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں نے اس کیس کا راستہ کہا ہے بینک کا راستہ نہیں کہا اور تم پہلے ہی مجھے دس ہزار روپے سے محروم کر چکے ہو۔ اس بات کو یاد رکھنا''...... سوپر فیاض نے تیز لہجے میں کہا۔

''چلو طویل راستے کی بجائے مختصر راستہ بتا دیتا ہوں۔ صرف پچاس ہزار روپے مزید بس اور راستہ سیدھا اسلحے کے اسمگلروں تک پہنچ جائے گا۔ بولو۔ ورنہ میں جا رہا ہوں اور یہ بھی بتا دوں کہ جب پورے دارالحکومت میں اسلحے کے ڈھیر لگ جائیں گے اور مذہبی فرقہ واریت کی آگ بھڑک اٹھے گی اور ہزاروں افراد کی زندگیاں اس کی بھینٹ چڑھ جائیں گی تو ڈیڈی کو زیادہ سے زیادہ یہی سزا ملے گی کہ انہیں ریٹائر کر دیا جائے گا اور یہ اماں بی کے لئے انعام ہو گا

کیونکہ ڈیڈی دفتر کی مصروفیات کا بہانہ بنا کر اماں بی کے رشتہ داروں کے فنکشنز پر نہیں جاتے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ کیا کہیں گے لیکن تمہیں ڈیڈی لازماً گولی مار دیں گے اور صرف پچاس ہزار روپے میں تمہیں زندگی مل سکتی ہے، عزت مل سکتی ہے، تمام میڈیا، اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی پر سوپر فیاض کی کارکردگی کو تحسین آمیز کلمات سے یاد کیا جا رہا ہو گا۔ تمہارے انٹرویو لئے جا رہے ہوں گے۔ اخبارات میں بڑے بڑے فوٹو شائع ہوں گے۔ بھابھی خوش ہو رہی ہوں گی جبکہ تمہارے بچے اکڑتے پھر رہے ہوں گے۔ دوسری صورت میں موت، قبر، عذاب، تمام رنگینیوں سے محرومی۔ بولو۔ کیا فیصلہ ہے تمہارا''...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''تم نہ صرف دنیا کے سب سے بڑے اداکار بلکہ مقرر بھی ہو۔ تمہاری تقریر سن کر مجھے احساس ہونے لگا ہے کہ فوراً تمہیں پچاس ہزار روپے دے دوں لیکن میرا نام فیاض ہے۔ سمجھے اس لئے تم راستہ بتاؤ اور بس''...... سوپر فیاض نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ آؤ میرے ساتھ''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کیا۔ کیا مطلب۔ کہاں جا رہے ہو''...... سوپر فیاض نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''ڈیڈی اپنے آفس میں ہوں گے۔ وہاں تک راستہ تمہیں دکھا آؤں۔ تم فیاض ہو کر پچاس ہزار روپے کی کنجوسی کر رہے ہو۔ میں تمہیں مفت راستہ دکھا دیتا ہوں۔ البتہ ڈیڈی کا ردعمل کیا ہو گا جب

میں انہیں بتاؤں گا کہ تم نے مجھے آفس میں بلا کر انہیں برا بھلا کہا ہے اور تم نے کہا ہے کہ کاش مجھ جیسی عقل ڈیڈی کو بھی مل جاتی۔ آؤ''...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''تم سے کچھ بعید نہیں۔ ٹھیک ہے پہلے راستہ بتاؤ پھر دے دوں گا مزید دس ہزار روپے''...... سوپر فیاض نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''دس نہیں پچاس ہزار۔ اگر اب تم نے مزید انکار کیا تو پھر ہر انکار کے بعد رقم ڈبل ہوتی چلی جائے گی۔ پھر ڈیڈی کے پاس بینک اکاؤنٹ کی تفصیلات پہنچ جائیں گی اور تمام رقومات باہر آ جائیں گی۔ بولو۔ پچاس ہزار روپے ہاں یا نہ''...... عمران بھلا کہاں آسانی سے باز آنے والوں میں سے تھا۔

''یا اللہ یہ میں نے کس مصیبت کو خود دعوت دے دی ہے''۔ سوپر فیاض نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''وہ کیا کہتے ہیں مال عرب پیش عرب اس لئے پہلے مال میرے سامنے رکھو پھر بات ہو گی''...... عمران بھلا کہاں پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھا۔

''تم جیسا یہودی فطرت بھلا کیسے باز آ سکتا ہے''...... سوپر فیاض نے کہا اور اٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی، اس میں موجود ایک باکس کا تالا کھولا اور پھر بڑے نوٹوں

کی گڈی اٹھا کر اس نے ان میں سے پچاس نوٹ گن کر نکالے اور باقی نوٹ اس نے واپس رکھ کر باکس کو تالا لگایا اور پھر الماری بند کر کے وہ مڑا اور اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے نوٹ عمران کے سامنے رکھ دیئے۔

''لو پکڑو۔ پی لو میرا خون۔ پی لو''...... سوپر فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا اور مڑ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''ابھی تو ابتدائے عشق ہے۔ روتا کیوں ہے''...... عمران نے باقاعدہ شعر کا مصرعہ پڑھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی نوٹ اٹھا کر جیب میں ڈال لئے۔

''اب راستہ بتاؤ''...... سوپر فیاض نے ایسے لہجے میں کہا جیسے بچے شعبدہ باز سے اپنی پسند کا شعبدہ دکھانے کے لئے کہتے ہیں۔

''سیدھا راستہ بتاؤں کہ ٹیڑھا''...... عمران نے کہا۔

''سیدھے اور ٹیڑھے کا کیا مطلب ہوا۔ اسلحہ لے آنے والے مجرموں تک پہنچنے کا راستہ بتاؤ''...... سوپر فیاض نے اس انداز میں بات کی جیسے استاد کسی کند ذہن شاگرد کو سمجھاتے ہیں۔

''مجرموں تک پہنچنے کا راستہ تلاش کرنا پڑتا ہے''...... عمران نے جواب دیا۔

''سنو عمران۔ میں نے اب تک بہت برداشت کیا ہے۔ اب اگر تم نے مزید مذاق کیا تو میں یہیں تمہارے سامنے خودکشی کر لوں گا''...... سوپر فیاض کی حالت واقعی اب آخری حد تک پہنچ گئی تھی۔

''ارے۔ خودکشی کریں تمہارے دشمن۔ تم جیسا فیاض دوست اور پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ راستہ تو فائل میں موجود ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اب مزید کچھ کہا گیا تو سوپر فیاض واقعی خودکشی کر لے گا۔

''فائل میں کہاں ہے۔ مجھے تو نظر نہیں آیا''...... سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک سائیڈ پر پڑی فائل اٹھا کر اسے کھولتے ہوئے کہا۔

''اس میں رپورٹ موجود ہے کہ ٹرک کا چیسز نمبر اور انجن نمبر فلاں ہیں''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ٹرک کہاں رجسٹرڈ کرایا گیا۔ اس کا اصل رجسٹریشن نمبر بھی سامنے آ جائے گا اور مالکوں کے بارے میں بھی معلوم ہو جائے گا۔ پھر اس کلیو سے تمہارے انسپکٹرز آگے بڑھ سکتے ہیں''...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض کا چہرہ یکلخت خوشی سی چمک اٹھا۔

''اوہ۔ اوہ واقعی۔ اس طرف تو میرا کیا کسی کا بھی خیال نہیں گیا۔ اس سے تو آسانی سے ٹرک مالکوں کا پتہ چلایا جا سکتا ہے اور ایک بار ان کا پتہ چل جائے تو میں ان کی روحوں سے بھی اصل حقائق معلوم کر لوں گا''...... سوپر فیاض نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوکے۔ اب مجھے اجازت۔ میں جا سکتا ہوں"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو معمولی سی بات تھی۔ خواہ مخواہ تمہیں بلا کر ساٹھ ہزار روپے ضائع کئے"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اب اگر مجھے کال کرو تو ساٹھ ہزار نہیں ساٹھ لاکھ روپے جیب میں ڈال کر کال کرنا۔ اللہ حافظ"...... عمران نے کہا اور تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر آ گیا۔ بابا کرم دین کرسی پر بیٹھا تھا۔ عمران کے اچانک آنے پر وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ پچاس ہزار روپے میری طرف سے بابا کرم دین۔ رحمت کی طرح میں بھی تمہارا بیٹا ہوں۔ کسی بھی وقت تمہیں کوئی مسئلہ ہو تو بے دریغ آ کر اپنے بیٹے سے کہہ دینا"...... عمران نے کہا۔

"آپ۔ آپ چھوٹے صاحب۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے۔ آپ کے دشمن ہمیشہ ناکام و نامراد رہیں"...... بابا کرم دین نے جذباتی انداز میں گلوگیر لہجے میں دعائیں دیتے ہوئے کہا تو عمران اس کے کاندھے پر تھپکی دے کر پارکنگ میں کی طرف بڑھتا چلا گیا لیکن اس کے ذہن میں جدید اسرائیلی اسلحے کی بات بار بار ابھر رہی تھی۔ اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ معاملات انتہائی خراب ہو چکے ہیں اور اسے ان معاملات پر کام کرنا پڑے گا ورنہ پاکیشیا خانہ جنگی کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو جائے گا۔

لمبے قد اور بھاری جسم کا مالک ادھیڑ عمر آدمی جس کی مونچھیں اس طرح اکڑی ہوئی تھیں جیسے بالوں کی بجائے لوہے کی تاروں سے بنی ہوئی ہوں ایک آفس کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"کیا ہے"...... اس نے رسیور اٹھا کر خاصے کرخت لہجے میں کہا۔

"سٹانگر بول رہا ہوں"...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لہجہ یورپی تھا۔

"فضل خان بول رہا ہوں۔ کیوں فون کیا ہے"...... مونچھوں والے نے جس نے اپنا نام فضل خان بتایا تھا اس بار پہلے سے قدرے کم کرخت لہجے میں کہا۔

"اسلحے کی دوسری کھیپ نہیں پہنچی ابھی تک جبکہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ دو روز میں پہنچ جائے گی"...... دوسری طرف سے بھی انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

"تم کس لہجے میں مجھ سے بات کر رہے ہو۔ فضل خان سے۔ سنو۔ اپنی رقم واپس لے لو۔ کوئی اسلحہ نہیں ہے میرے پاس۔ جاؤ جہاں سے ملتا ہے لے لو"...... فضل خان نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ غصے سے اس کی مونچھیں کبوتر کے پروں کی طرح پھڑک رہی تھیں۔

"ہونہہ۔ فضل خان پر رعب ڈال رہا تھا احمق آدمی"...... فضل خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر فائل پر جھک گیا۔ کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو فضل خان نے رسیور اٹھا لیا۔

"کیا ہے"...... فضل خان نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"کالا بول رہا ہوں فضل خان"...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"تم کالے۔ تم نے مجھے فون کیا ہے۔ کیوں"...... فضل خان نے اس طرح حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے کالے نے فضل خان کو فون کر کے کوئی بہت بڑا جرم کیا ہے۔

"اس لئے کہ تم نے سٹانگر کی بے عزتی کی ہے۔ اس کی توہین کی ہے اور ہم سٹانگر کے حصے دار ہیں۔ تم نے صرف اس کی ہی

نہیں ہماری بھی توہین کی ہے اور ہم توہین برداشت نہیں کر سکتے"...... دوسری طرف سے غراتے ہوئے لہجے میں کہا گیا تو فضل خان بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"بہت اچھا۔ بہت اچھا مذاق ہے کالے کی بے عزتی۔ کالے کی توہین اور یہ سٹانگر اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے اور تم کالے، چھوٹے مینڈک۔ تم نے کیسے فضل خان کے سامنے ٹرانے کی جرأت کی ہے۔ بولو"...... فضل خان نے یکلخت دھاڑتے ہوئے کہا۔

"ابھی تمہیں جواب مل جائے گا۔ ابھی"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"جواب اور تم دو گے۔ فضل خان کو جواب۔ ہونہہ۔ کیا زمانہ آ گیا ہے۔ چیونٹیوں کے بھی پر نکلنے لگ گئے ہیں"...... فضل خان نے کہا۔ غصے سے اس کی بڑی بڑی مونچھیں مسلسل پھڑک رہی تھیں اور آنکھوں میں سرخی کی جھلک نمایاں ہو گئی تھی۔

"یہ لوگ آخر کس برتے پر اتنے اچھل رہے ہیں"...... فضل خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن ظاہر ہے وہاں اس کی بات کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد جب وہ اٹھنے ہی والا تھا تو فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"کیا ہے"...... فضل خان نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"کالا بول رہا ہوں فضل خان۔ تمہیں اطلاع تو مل گئی ہو

گی''...... دوسری طرف سے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا گیا۔

''یہی اطلاع کہ تم جیسے چھوٹے مینڈک نے ٹرانا سیکھ لیا ہے''۔ فضل خان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''جو مرضی آئے سمجھ لو۔ فی الحال تو تم سڑکوں پر گریبان پھاڑ کر ماتم کرو۔ تمہاری سرخ حویلی اچانک خوفناک دھماکوں سے اڑ گئی ہے اور وہاں نہ صرف پولیس بلکہ فوج بھی پہنچ گئی ہے''...... کالے نے مزے لے لے کر کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

''ہونہہ۔ خواب دیکھ رہا ہے نانسنس''...... فضل خان نے بڑے حقارت بھرے لہجے میں کہا اور ایک بار پھر کرسی سے اٹھنے لگا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بج اٹھی۔

''اب کیا ہے''...... فضل خان نے جھٹکے سے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''سنبل خان بول رہا ہوں فضل خان۔ ہم لٹ گئے ہیں۔ برباد ہو گئے ہیں۔ سرخ حویلی میں ڈمپ اسلحہ اچانک پھٹ پڑا ہے۔ انتہائی خوفناک دھماکوں سے سب کچھ تباہ ہو گیا ہے۔ سب کچھ۔ اور سنو۔ تم فوراً ادھر ادھر ہو جاؤ کیونکہ وہاں فوج پہنچ چکی ہے''۔ سنبل خان نے رو دینے والے لہجے میں بولتے ہوئے کہا۔

''تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی ایسا ہوا ہے''...... فضل خان کو شاید اب تک یقین نہ آ رہا تھا۔

''ہاں خان۔ ایسا ہی ہوا ہے۔ میں خود وہاں موجود ہوں۔ پوری

حویلی اڑ گئی ہے۔ نجانے کیا ہوا ہے''...... سنبل خان نے کہا۔

''میں جانتا ہوں کیا ہوا ہے اور اب میں دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے''...... فضل خان نے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

''میں تو واقعی لٹ گیا۔ برباد ہو گیا۔ کروڑوں کا اسلحہ ختم ہو گیا''...... فضل خان نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''انسپکٹر شرافت بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''فضل خان بول رہا ہوں انسپکٹر شرافت''...... فضل خان نے تیز لہجے میں کہا۔

''اور آپ۔ کیسے فون کیا۔ مجھے واقعی آج کل رقم کی بہت ضرورت ہے''...... انسپکٹر شرافت نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جو کچھ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں اس کی بنا پر تم نہ صرف محکمہ میں ترقی کر جاؤ گے بلکہ تمہیں فوجی ایوارڈ بھی ملے گا اور اگر تم نے میرے کہنے پر عمل کیا تو نقد رقم بھی ملے گی''...... فضل خان نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ بتاؤ کیا بات ہے۔ بے فکر رہو۔ انسپکٹر شرافت جو کچھ کہتا ہے وہی کچھ کرتا ہے۔ یہ میرا ریکارڈ ہے اور تم جانتے ہو اس ریکارڈ کو''...... انسپکٹر شرافت نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تو سنو۔ ٹائگر کو تو تم جانتے ہو۔ اسلحے کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ کافرستان اور پاکیشیا کے درمیان اسلحے کا تمام کاروبار اس کے ہاتھ میں ہے''...... فضل خان نے کہا۔

''ہاں۔ نام تو سن رکھا ہے لیکن آج تک اس بارے میں مزید کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ کیا ہوا ہے اسے''...... انسپکٹر شرافت نے کہا۔

''ابھی آرام سے سنو۔ بات اب بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ ٹائگر تک تم اس لئے نہیں پہنچ سکے کہ وہ براہ راست ڈیلنگ صرف بڑی پارٹیوں سے کرتا ہے۔ باقی لوگوں سے اس کا کارندہ کالا نمٹتا ہے۔ کالا بدمعاش ہے اور اسلحے کا بڑا اسمگلر بھی ہے۔ ٹائگر مجھ سے بھاری مقدار میں حساس اسلحہ خریدتا رہتا ہے۔ اس نے ایک بڑی کھیپ کا مجھ سے سودا کیا۔ میں نے ایڈوانس لے لیا لیکن مطلوبہ اسلحہ ابھی پوری مقدار میں نہیں آ سکا جس کی وجہ سے میں وعدے پر کھیپ نہ دے سکا۔ ٹائگر نے مجھے فون کیا۔ اس کا لہجہ ایسا تھا کہ فضل خان سے برداشت نہ ہو سکتا تھا اس لئے میں نے اسے جھڑک دیا اور سودا بھی کینسل کر دیا اور اسے کہا کہ وہ اپنی دی ہوئی رقم واپس لے لے۔ پھر اس کے کارندے کالے کا فون آیا۔ اس نے مجھ سے توہین آمیز لہجے میں بات کی۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نے اس کے چیف ٹائگر کی توہین کی ہے۔ میں نے اسے بھی جھڑک دیا۔ اس نے انتقام لینے کی بات کی اور پھر اس نے کافی دیر بعد مجھے فون کر کے کہا کہ اس نے انتقام لے لیا ہے۔ پھر میرے

آدمی نے مجھے بتایا کہ نادر نگر میں میرے اسلحے کا بڑا ذخیرہ جسے ہم کوڈ میں سرخ حویلی کہتے ہیں تباہ کر دیا گیا ہے۔ میرا کروڑوں کا نقصان ہو گیا ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب انہیں بھی انتقام کا نشانہ بنایا جائے۔ تمہیں فون اس لئے کر رہا ہوں کہ میں تمہیں ٹائگر اور کالے دونوں کے بارے میں مصدقہ اطلاعات دے دیتا ہوں۔ تم وہاں اپنی فل فورس سے ریڈ کرو۔ وہاں سے نہ صرف کروڑوں کا اسلحہ ملے گا بلکہ ان کے خلاف تمام ثبوت بھی مل جائیں گے اور تم اس پورے گینگ کو گرفتار کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دو گے۔ محکمے میں ہر طرف تمہاری واہ واہ ہو جائے گی اور اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں بھاری انعام بھی دوں گا''...... فضل خان نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''بالکل کروں گا۔ سو فیصد کروں گا۔ بتاؤ کہاں ہیں یہ لوگ۔ کہاں ہے ان کا اڈا''...... انسپکٹر شرافت نے بڑے بے چین سے لہجے میں کہا تو فضل خان نے اسے تفصیل بتانا شروع کر دی۔ انسپکٹر شرافت خان نے کئی سوالات کر کے فضل خان سے مزید تفصیلات معلوم کر لیں۔

''اب فکر نہ کرو فضل خان۔ میں ٹائگر سمیت اس پورے گروپ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔ میرا انعام تیار رکھنا''...... انسپکٹر شرافت نے کہا۔

''تیار ہے۔ تم کام کرو کام۔ انعام کی فکر چھوڑو۔ وہ تمہیں دینا

ہمارا کام یہ ہے اور جیسے ہی کام ہو تم نے مجھے اطلاع دینی ہے“...... فضل خان نے کہا اور دوسری طرف سے مزید کوئی بات سنے بغیر اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے اس نے واقعی اپنا انتقام لے لیا ہو۔

نعمانی اپنے فلیٹ میں بیٹھا اخبار پڑھنے میں مصروف تھا کہ ایک سرخی پر نظر پڑتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اخبار میں ناجائز اسلحہ کے کسی بڑے ذخیرے کے تباہ ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ نعمانی اس خبر کی تفصیل پڑھنے لگا اور جیسے جیسے وہ تفصیل پڑھتا جا رہا تھا اس کی پیشانی پر لکیریں نمودار ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ خبر میں بتایا گیا تھا کہ پاکیشیا کے دور دراز علاقے جنہیں عرف عام میں سنگین علاقے کہا جاتا تھا، میں ناجائز اسلحے کے کئی ذخیرے پکڑے گئے تھے جبکہ ایک بڑے ذخیرے کو تباہ کر دیا گیا تھا۔ نعمانی یہ خبر پڑھ کر سوچ رہا تھا کہ پچھلے دنوں اخبارات میں بڑا شور تھا کہ پاکیشیائی دارالحکومت میں بھاری مقدار میں حساس اسلحہ لایا جا رہا ہے جس سے دارالحکومت اور پورے پاکیشیا کی سلامتی کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں اور آج یہ تفصیلی خبر پڑھ کر اس کے ذہن میں واقعی خطرے کی

گھنٹیاں بجنے لگ گئی تھیں۔ اس نے اخبار ایک طرف رکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ ٹون سننے کے بعد اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ صدیقی بول رہا ہوں'' ...... رابطہ ہوتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''نعمانی بول رہا ہوں صدیقی۔ یا تم میرے پاس آ جاؤ یا پھر مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دو'' ...... نعمانی نے کہا۔

''یہ کس انداز میں بات کر رہے ہو۔ کیا تمہیں میرے پاس آنے کے لئے اجازت کی ضرورت ہے۔ ویسے مسئلہ کیا ہے۔ تم خاصے پریشان محسوس ہو رہے ہو'' ...... صدیقی نے کہا۔

''ناجائز اسلحے کے بارے میں اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ میں وہ خبر تمہیں پڑھانا چاہتا ہوں'' ...... نعمانی نے کہا۔

''ناجائز اسلحہ۔ اچھا ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں'' ...... صدیقی نے کہا۔

''صدیقی۔ میرا خیال ہے کہ تم فورسٹارز کے ارکان کی ہیڈکوارٹر میں میٹنگ کال کر لو۔ ناجائز اسلحے کی بڑی بڑی کھیپیں دارالحکومت میں لائی جا رہی ہیں اور اگر ایسا ہوتا رہا تو پورے ملک کی سلامتی کو خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ فورسٹارز کو اس کے خلاف کام کرنا چاہئے'' ...... نعمانی نے کہا۔

''بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ میں کال کرتا ہوں ساتھیوں کو۔ تم

بھی آ جاؤ ہیڈکوارٹر'' ...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو نعمانی نے رسیور رکھا اور ایک بار پھر اخبار اٹھا لیا۔ اس نے ایک بار پھر پوری توجہ سے وہ خبر پڑھی اور پھر اخبار موڑ کر کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ لباس تبدیل کر کے اس نے فلیٹ سے باہر آ کر اسے لاک کیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کافی عرصہ سے وہ فارغ تھے۔ بطور فورسٹارز ان کے پاس کوئی کام نہ تھا اس لئے اب کام کرنے کے بارے میں سوچ کر ہی نعمانی کو عجیب سی مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہیڈکوارٹر پہنچ گیا۔ وہاں پر موجود ملازم ہاشم نے ہارن کی آواز سن کر پھاٹک کھول دیا اور نعمانی کار اندر پارکنگ میں لے گیا۔ صدیقی کی کار وہاں موجود تھی۔ اس کا فلیٹ چونکہ یہاں سے قریب تھا اس لئے وہ نعمانی سے پہلے پہنچ گیا تھا۔ کار کو لاک کر کے وہ میٹنگ ہال کی طرف بڑھ گیا۔ اندر صدیقی موجود تھا جس نے اٹھ کر نعمانی سے مصافحہ کیا اور پھر وہ دونوں بیٹھ گئے۔ ناجائز اسلحے کے بارے میں ابھی انہوں نے چند باتیں ہی کی تھیں کہ ایک ایک کر کے خاور اور چوہان بھی وہاں پہنچ گئے۔ نعمانی نے جیب سے اخبار نکال کر انہیں وہ خبر تفصیل سے بتائی جسے پڑھ کر اسے یہ خیال آیا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں دارالحکومت میں اس سلسلے میں کام کرنا چاہئے۔ سنگین علاقوں میں کام کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہاں

ہر تیسرا آدمی اس معاملے میں کسی نہ کسی طرح ملوث ہوتا ہے''...... خاور نے کہا۔

''لیکن وہاں سے اسلحہ یہاں آتا رہے گا جب تک اس آتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند نہیں باندھیں گے''...... چوہان نے کہا۔

''اگر ہم نے سنگین علاقوں میں ہی کارروائی کی تو یہاں اسلحہ لانے کے لئے دوسرے روٹس اختیار کر لئے جائیں گے۔ وہاں جتنا بھی اسلحہ ہو کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا لیکن دارالحکومت میں اسلحہ کی زیادتی بہت سے مسائل پیدا کر سکتی ہے۔ یہاں پورے پاکیشیا کے لوگ رہتے ہیں اس لئے یہاں فرقہ وارانہ جنگ بھی ہو سکتی ہے اور لسانی عصبیت پر بھی خطرناک فسادات پیدا کئے اور پھیلائے جا سکتے ہیں اس لئے ہمیں بنیادی طور پر یہاں کام کرنا چاہئے''...... صدیقی نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں پہلے سنگین علاقوں میں کام کرنا چاہئے۔ وہاں ایسے لوگ مل جائیں گے جنہیں یہاں اسلحے کے اسمگلروں اور اسلحے کے ذخیروں کے بارے میں علم ہو گا۔ ہمیں یہاں سے آغاز میں کامیابی تک پہنچنے میں کافی عرصہ لگ سکتا ہے''...... نعمانی نے کہا۔

''پھر ایسے کیوں نہ کریں کہ دو آدمیوں کا گروپ سنگین علاقوں میں کام کرے اور دو آدمیوں کا گروپ یہاں دارالحکومت میں کام

کرے۔ اس طرح معاملات جلد نمٹ سکتے ہیں''...... خاور نے کہا۔

''نہیں۔ اس طرح ہماری طاقت بٹ جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں پہلے سنگین علاقے سے تعلق رکھنے والے کسی ایسے آدمی کا سراغ لگانا چاہئے جو رہتا یہاں دارالحکومت میں ہو اور اس کا تعلق اسلحے کی اسمگلنگ سے ہو۔ ایسا آدمی ہاتھ لگ جائے تو ہم آسانی سے دونوں اطراف میں کام کر سکتے ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ناجائز اسلحے کا سارا دھندہ انڈر ورلڈ کے ذریعے ہی ہوتا ہے اور ٹائیگر نہ صرف انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے بلکہ اسے بہترین ٹریسر بھی کہا جاتا ہے۔ کیوں نہ ہم ٹائیگر سے بات کریں۔ اگر اسے اس بارے میں معلومات نہ ہوں گی تب بھی آسانی سے ایسے افراد کو ڈھونڈ نکالے گا''...... خاور نے کہا۔

''لیکن اس کے لئے پہلے عمران صاحب سے بات کرنا ہو گی۔ عمران صاحب کے حکم کے بغیر ٹائیگر کام نہیں کرے گا''...... صدیقی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور گھنٹی کی آواز سن کر صدیقی سمیت سب بے اختیار چونک پڑے کیونکہ وہ کسی کو کہہ کر یہاں ہیڈکوارٹر نہیں آئے تھے۔ صدیقی چونکہ فورسٹارز کا چیف تھا اس لئے یہ فون سننے کی ذمہ داری بھی اسی کی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور ساتھ ہی لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''یس''...... صدیقی نے کہا۔

''ایکسٹو''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو صدیقی سمیت سب ساتھی بے اختیار اچھل پڑے۔ ان کے چہروں پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''یس سر۔ حکم سر''...... صدیقی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا لیکن اس کی آواز میں بھی حیرت کی جھلک نمایاں تھی۔

''تم شاید اس لئے حیران ہو رہے ہو کہ تمہیں یہاں کال کیا گیا ہے لیکن تم نے خود ہی اپنے فون پر پیغام چھوڑا ہے کہ تم فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر جا رہے ہو۔ وہاں سے رابطہ کیا جائے''...... ایکسٹو نے کہا تو صدیقی نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کے ساتھیوں کے چہروں پر بھی اب حیرت کی بجائے ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی تھی۔

''یس سر۔ آپ درست فرما رہے ہیں''...... صدیقی نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

''ملک میں ناجائز اسلحے کے ڈھیر لگ رہے ہیں اور یہ ملک کی سلامتی کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ تم اس سلسلے میں عمران سے ملو۔ وہ بھی اس سلسلے میں ہی کام کر رہا ہے''...... ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صدیقی نے رسیور رکھ دیا۔

''تم نے خود ہی پیغام چھوڑا اور اتنی جلدی بھول بھی گئے۔ کیا ہو گیا ہے تمہاری یادداشت کو''...... خاور نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ابھی نہیں لگایا ہے پیغام۔ چار روز پہلے جب ہم نے ماہانہ میٹنگ کی تھی تب میں نے یہاں آتے ہوئے پیغام چھوڑا تھا جو میں بعد میں ڈلیٹ کرنا بھول گیا''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''منکہ مسمی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بول رہا ہوں''...... عمران کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے کہ انگریزی تعلیم حاصل نہ کرو ورنہ دینی معاملات ترک کر دو گے اور آپ نے تو ڈاکٹریٹ کر رکھی ہے اور وہ بھی آکسفورڈ سے۔ آپ کو سلام کہاں یاد رہ سکتا ہے۔ صدیقی بول رہا ہوں فورسٹارز ہیڈکوارٹر سے''...... صدیقی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا لیکن عمران نے دوسری طرف سے کوئی جواب دینے کی بجائے رسیور رکھ دیا۔

''ارے یہ کیا۔ عمران صاحب نے رسیور رکھ دیا''...... صدیقی نے چونک کر کہا تو سب ساتھی چونک پڑے۔ صدیقی نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں علی عمران بول رہا ہوں''...... عمران نے اس بار اپنی ڈگریاں نہ دوہرائی تھیں اس لئے سب کے چہروں پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عمران صاحب آپ نے رسیور

کیوں رکھ دیا تھا اور اب آپ نے شاید طویل عرصے بعد اپنی ڈگریاں تعارف میں نہیں دوہرائیں۔ اس کی وجہ''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پہلے واقعی مجھ سے کوتاہی ہوئی۔ اس کا طریقہ یہی تھا کہ میں رسیور رکھ دیتا۔ تم نے لامحالہ دوبارہ فون کرنا تھا اور اس طرح میں پہلی کوتاہی کا ازالہ کرسکتا جو کہ میں نے کر دیا ہے۔ چونکہ تم نے کہا تھا کہ تمہارے بزرگ انگریزی تعلیم کو برا سمجھتے تھے اس لئے میں نے اپنے تعارف میں انگریزی تعلیم کو ترک کر دیا تاکہ تمہارے بزرگ جو ظاہر ہے صدیقی، میرا مطلب ہے سچے کہلائے جا سکتے ہیں کو تکلیف نہ ہو''...... عمران جب بولنے پر آیا تو ظاہر ہے اس کی زبان آسانی سے نہ رکنے والی تھی۔

''شکریہ عمران صاحب۔ ہم فورسٹارز اپنے ہیڈکوارٹر میں بیٹھے ناجائز اسلحے کے سلسلے میں چھپنے والی ایک اخباری خبر پر گفتگو کر رہے تھے کہ چیف کا اچانک فون آ گیا۔ نجانے انہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم ناجائز اسلحے کے سلسلے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکم دیا کہ آپ بھی اس معاملے پر کام کر رہے ہیں اس لئے آپ سے رابطہ کیا جائے اس لئے فون کر رہا ہوں۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں گے یا ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ سلیمان بہت فیاض آدمی ہے۔ لازماً اچھی مہمان نوازی ہو گی''۔ صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب ساتھی بے اختیار مسکرا

دیئے۔

''سلیمان تو گزشتہ دو روز سے گاؤں گیا ہو گا ہے۔ وہاں اس کے عزیزوں میں کوئی فوت ہو گیا ہے اس لئے اب ایک کام ہو سکتا ہے کہ آپ میرے پاس آ جائیں اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ مجھ جیسے مفلس اور قلاش کے لئے بھی کچھ لے آئیں تو عنداللہ ماجور ہوں گے''...... عمران نے جواب دیا۔

''یہ آپ نے اس قدر گاڑھی عربی کہاں سے سیکھ لی۔ یہ عنداللہ ماجور کیا ہوتا ہے عمران صاحب''...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تمہارے بزرگوں نے انگریزی تعلیم کے خلاف اس لئے بات کی تھی تاکہ دینی تعلیم نہ چھوڑ دی جائے اور تم دونوں سے گئے۔ عنداللہ ماجور میں عنداللہ کا مطلب ہے اللہ کے نزدیک اور ماجور اجر سے ہے۔ یعنی اللہ کے نزدیک اس کا بہت اجر موجود ہے''۔ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''آپ نے تو شاید عربی زبان میں بھی پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔ بہرحال ہم فورسٹارز آ رہے ہیں''...... صدیقی نے کہا اور ہنستے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

فضل خان بڑی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اس کے ذہن پر ہو۔ وہ بار بار فون کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اسے کسی کی کال کا انتہائی شدت سے انتظار ہو۔ پھر کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ تیزی سے آ کر کرسی پر بیٹھا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''کیا ہے''...... فضل خان نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''جیگر بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ بولو کیا بولتے ہو۔ بولو۔ جلدی بولو''...... فضل خان نے تیز لہجے میں اور قدرے بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیتے

ہوئے کہا۔

''آپ کا مارگی میں موجود اسلحے کا ذخیرہ پکڑا گیا ہے اور یہ کام سنٹرل انٹیلی جنس کی مدد سے پولیس نے کیا ہے اور ہاں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ کے آپریشن سپاٹ کی بھی انٹیلی جنس نے نشاندہی کر دی ہے''...... جیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں یقین ہے کہ یہ سارا کچھ سنٹرل انٹیلی جنس کی مدد سے ہوا ہے''...... فضل خان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ یہ سارا کام انٹیلی جنس کے انسپکٹر شرافت کی دی گئی خفیہ اطلاعات کی بناء پر کیا گیا ہے''...... جیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ انسپکٹر شرافت اب کہاں موجود ہے''...... فضل خان نے پوچھا۔

''مارگی میں موجود ہے۔ وہاں سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض بھی موجود ہیں اور سنا جا رہا ہے کہ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن بھی راؤنڈ لگائیں گے''...... جیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس انسپکٹر شرافت کو کسی طرح اغوا کیا جا سکتا ہے جیگر۔ جو معاوضہ کہو گے مل جائے گا''...... فضل خان نے کہا۔

''آپ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی باس۔ آپ سے معاوضہ نہیں انعام لیا جا سکتا ہے''...... جیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اتنا انعام دوں گا کہ تمہارے تصور میں بھی نہ ہو گا۔ اس انسپکٹر شرافت کو اغوا کر کے داسو اڈا پر پہنچا دو۔ میں وہاں موجود ہوں''...... فضل خان نے کہا۔

''ایک گھنٹے کے اندر پہنچ جائے گا''...... دوسری طرف سے جیگر نے کہا۔

''او کے''...... فضل خان نے کہا اور کریڈل دبا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''راٹھور بول رہا ہوں''...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''فضل خان بول رہا ہوں راٹھور''...... فضل خان نے تیز لہجے میں کہا۔

''راٹھور۔ آپریشن سپاٹ کی انٹیلی جنس والوں کو نشاندہی کر دی گئی ہے۔ یہاں کسی بھی وقت چھاپہ پڑ سکتا ہے اس لئے اسے زیرو واش کر دو''...... فضل خان نے کہا۔

''ٹھیک ہے باس۔ دس منٹ بعد یہ جگہ خالی کر دی جائے گی''...... راٹھور نے جواب دیتے ہوئے کہا تو فضل خان نے رسیور رکھ دیا۔ پھر ساتھ پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

''یس خان''...... ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کارب۔ راٹھور ایک آدمی کو اغوا کر کے لا رہا ہے۔ اسے تہہ خانے میں کرسی پر رسی سے باندھ دینا۔ پھر مجھے اطلاع دینا۔ اس کی کھال میں اپنے ہاتھوں سے اتاروں گا''...... فضل خان نے کہا۔

''یس خان''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو فضل خان نے رسیور رکھ دیا۔

''اس انسپکٹر شرافت نے تو الٹا دھوکہ دیا۔ سٹانگر اور کالے سے مال لے کر میرے خلاف ہو گیا۔ اب اس کالے اور سٹانگر کو کیسے سزا دی جائے اور اگر انہیں سزا نہ دی گئی تو فضل خان کو پوری فیلڈ میں مونچھیں منڈوانی پڑیں گی''...... فضل خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر کافی دیر تک وہ ماتھے پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا۔ پھر اچانک وہ چونک پڑا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''بادل بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی ایک سرد آواز سنائی دی۔

''مجھے بجلی والا بادل چاہئے۔ خالی بادل نہیں''...... فضل خان نے بھی غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کون بول رہا ہے''...... دوسری طرف سے بھی غراتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

''فضل خان''...... فضل خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو پھر میں کڑکتی بجلی والا بادل ہوں۔ اب بولو''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کالے کو جانتے ہو۔ وہ چھوٹا مینڈک جو سٹانگر کا اسٹنٹ

ہے''...... فضل خان نے کہا۔

''ہاں۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ کیوں''...... بادل نے کہا۔

''اس کالے مینڈک کا خاتمہ کرنا ہے۔ بولو۔ کرلو گے یا کسی اور کو فون کروں''...... فضل خان نے تیز لہجے میں کہا۔

''اگر تم سنجیدہ ہو تو پھر یہ کام ہو جائے گا لیکن دس لاکھ ڈالر لوں گا۔ پاکیشیائی روپے نہیں۔ ڈالرز۔ بولو۔ دے سکتے ہو''۔ بادل نے کہا۔

''ہاں۔ مل جائیں گے لیکن کام فوری اور یقینی ہونا چاہئے''۔ فضل خان نے کہا۔

''ہو جائے گا۔ آدھی رقم پہلے اور آدھی بعد میں۔ بولو۔ کہاں آ کر تم سے آدھی رقم لے جاؤں''...... بادل نے کہا۔

''کتنا وقت لو گے''...... فضل خان نے پوچھا۔

''صرف دو دن''...... بادل نے جواب دیا۔

''اوکے۔ راج پور آ جاؤ۔ میں راج پور والے اڈے میں موجود ہوں۔ کتنی دیر میں پہنچو گے''...... فضل خان نے کہا۔

''چار پانچ گھنٹے مجھے راج پور پہنچنے میں لگ جائیں گے''۔ بادل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں کارب کو کہہ دیتا ہوں۔ وہ تمہیں مجھ سے ملوا دے گا۔ تمہاری رقم تیار ہو گی''...... فضل خان نے کہا۔

''میں آ رہا ہوں''...... بادل نے کہا تو فضل خان نے اوکے

کہہ کر رسیور رکھ دیا اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

''یس خان''...... کارب کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''پانچ لاکھ ڈالرز کا گارینٹڈ چیک تیار کر کے مجھے دے جاؤ۔ بادل آ رہا ہے اگر وہ اس وقت آئے جب میں تہہ خانے میں ہوں گا تو اسے وہیں بھیج دینا ورنہ میں اس سے آفس میں ملوں گا''۔ فضل خان نے کہا۔

''یس خان''...... کارب نے جواب دیا تو فضل خان نے انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد کارب نے فون پر بتایا کہ راٹھور ایک بے ہوش آدمی کو چھوڑ گیا ہے جسے تہہ خانے میں کرسی پر بٹھا کر رسی سے باندھ دیا گیا ہے۔

''باٹو وہاں موجود ہے کہ نہیں''...... فضل خان نے کہا۔

''موجود ہے''...... کارب نے جواب دیا۔

''وہ پانچ لاکھ ڈالرز کا چیک تیار کر لیا ہے یا نہیں''...... فضل خان نے پوچھا۔

''تیار کر لیا ہے''...... کارب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر وہ مجھے یہاں آفس میں دے جاؤ''...... فضل خان نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ یہ کارب تھا۔ اس نے سلام کیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا چیک اس نے فضل خان کے

سامنے رکھ دیا۔ فضل خان نے چیک اٹھا کر اسے غور سے دیکھا۔

''او کے۔ تم جاؤ۔ میں اب تہہ خانے میں جا رہا ہوں۔ اگر اس دوران بادل آ جائے تو اسے تہہ خانے میں لے آنا ورنہ یہاں آفس میں''...... فضل خان نے چیک کو تہہ کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''یس خان''...... کارب نے کہا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا تو فضل خان اٹھا اور آفس کے عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑے سے ہال نما تہہ خانے میں داخل ہو رہا تھا۔ تہہ خانے کی عقبی دیوار کے ساتھ ایک کرسی پر انسپکٹر شرافت بے ہوشی کے عالم میں پڑا ہوا تھا۔ اس کو رسی کی مدد سے کرسی سے اچھی طرح باندھ دیا گیا تھا۔ تہہ خانے میں ایک پہلوان نما آدمی موجود تھا جو سر سے گنجا تھا۔ اس کے دونوں کانوں میں سونے کی چھوٹی چھوٹی بالیاں موجود تھیں۔ وہ اپنے چہرے مہرے اور انداز سے ہی کوئی سکے بند بدمعاش لگتا تھا۔ اس نے جینز کی پینٹ اور جینز کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کی بیلٹ کے ساتھ لپٹا ہوا ایک کوڑا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ فضل خان جب اندر داخل ہوا تو اس گنجے پہلوان نے اسے بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا تو فضل خان نے سر ہلا کر اس کے سلام کا جواب دیا اور پھر سامنے پڑی ہوئی خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''اسے ہوش میں لے آؤ باٹو''...... فضل خان نے کہا تو باٹو نے

آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے انسپکٹر شرافت کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ اونچا کیا اور دوسرے ہاتھ سے پوری قوت سے اور لگاتار اس کے گال پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ چوتھے یا پانچویں زوردار تھپڑ پر انسپکٹر شرافت نے چیختے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور آنکھیں کھولتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن رسی سے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔ باٹو اس کے ہوش میں آتے ہی پیچھے ہٹ کر فضل خان کی کرسی کے عقب میں کھڑا ہو گیا تھا۔

''یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ یہ تم نے کیا کیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں حکومت کا افسر ہوں''...... انسپکٹر شرافت نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

''باٹو''...... فضل خان نے باٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس خان''...... باٹو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کی ایک آنکھ نکال دو''...... فضل خان نے بڑے بے رحم لہجے میں کہا۔

''یس خان''...... باٹو نے کہا اور پھر وہ اپنی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال کر بڑے جارحانہ انداز میں انسپکٹر شرافت کی طرف بڑھنے لگا۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ رک جاؤ''...... انسپکٹر

شرافت نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے نکلنے والی خوفناک چیخ سے تہہ خانہ گونج اٹھا۔ باٹو نے اس کے قریب پہنچ کر ایک ہی جھٹکے سے انسپکٹر شرافت کی ایک آنکھ کا ڈھیلا تیز دھار خنجر کی نوک سے باہر اچھال دیا تھا۔ انسپکٹر شرافت مسلسل چیخ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے حلق میں چیخیں مارنے والی کوئی مشین فٹ کر دی گئی ہو۔

”اب اگر تم نے مزید چیخ ماری تو گولی مار دوں گا“...... فضل خان نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر اس کا رخ انسپکٹر شرافت کی طرف کر دیا اور انسپکٹر شرافت اس طرح خاموش ہو گیا کہ جیسے اس نے منہ میں کوئی طاقتور سائیلنسر لگوا لیا ہو یا اس نے منہ نہ کھولنے کی قسم کھا لی ہو لیکن وہ اپنا سر دائیں بائیں اس طرح مار رہا تھا جیسے کلاک کا پنڈولم مسلسل دائیں بائیں حرکت کرتا رہتا ہے۔

”ہاں۔ اب بولو۔ تم نے میرے خلاف کارروائی کرا کر مجھے کروڑوں اربوں کا کیوں نقصان پہنچایا ہے جبکہ میں نے تمہیں کالے کے خلاف کام کرنے کا کہا تھا۔ تم مجھ سے ماہانہ لیتے رہے ہو اور مل گئے میرے دشمن کالے سے۔ کیوں۔ تم نے ایسا کیا ہے“...... فضل خاننے کہا۔

”میں نے تمہارے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ میں نے تو سپرنٹنڈنٹ کو کالے کے اڈوں اور اسلحے کے ذخیروں کے بارے

میں بتایا تھا لیکن سپرنٹنڈنٹ صاحب نے الٹا تمہارے اسلحے کے ذخیروں اور اڈوں پر حملہ کر دیا۔ یہ کام یقیناً تمہارے دشمنوں کا ہے۔ میں نے نہیں کیا۔ اور سنو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہاری حمایت کروں گا۔ میں سپرنٹنڈنٹ صاحب کو کہوں گا کہ اصل مجرم کالا ہے فضل خان نہیں ہے“...... انسپکٹر شرافت نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”سوری انسپکٹر شرافت۔ میں نے تم پر اعتماد کر کے اپنے ساتھ ظلم کیا ہے۔ تم جیسے لالچی آدمی پر جو اعتماد کرے گا اس کا حشر مجھ جیسا ہی ہو گا۔ بزنس میں اتار چڑھاؤ تو آتے ہی رہتے ہیں لیکن تم کھل کر سامنے آ گئے ہو۔ یہی کافی ہے۔ باقی اپنے بزنس اور کالے کو میں خود سنبھال لوں گا اور تمہارے سپرنٹنڈنٹ کو بھی“...... فضل خان نے تیز اور سفاک لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ انسپکٹر شرافت کوئی بات کرتا فضل خان نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پسٹل کا فائر کھول دیا اور گولیاں بارش کی طرح انسپکٹر شرافت کے سینے میں اترتی چلی گئیں۔

”باٹو۔ اس کی لاش کو کہیں دور ویرانے میں پھینک دو“...... فضل خان نے مشین پسٹل کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

”یس خان“...... باٹو نے کہا تو فضل خان اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا اخبارات پڑھنے میں مصروف تھا۔ سلیمان گاؤں گیا ہوا تھا اس لئے عمران فلیٹ میں اکیلا تھا۔ صبح ناشتہ بھی اس نے خود ہی تیار کیا تھا اور اب اخبارات پڑھنے کے بعد اس کا خیال تھا کہ وہ دانش منزل جائے گا جہاں وہ پچھلے ایک ہفتے سے نہیں گیا تھا لیکن پھر ایک خبر پر اس کی نظر پڑی تو وہ خبر کی سرخی پڑھ کر بے اختیار چونک پڑا تھا۔ اس نے تیزی سے خبر کی تفصیل پڑھنا شروع کر دی۔ خبر کے مطابق سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ سوپر فیاض نے سنگین علاقے کے معروف اسمگلر فضل خان کے اسلحہ کے دو ذخیروں کا سراغ لگا کر وہاں ریڈ کیا اور وہاں سے کروڑوں روپے مالیت کا خطرناک اور حساس اسلحہ برآمد کر لیا۔ خبر کے مطابق فضل خان فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا جس کی تلاش جاری ہے۔ خبر پڑھ کر عمران سمجھ گیا کہ سپرنٹنڈنٹ سوپر فیاض

کو کہیں سے مخبری ہوئی ہو گی اور یہ اس قدر کنفرم ہو گی کہ وہ خود ریڈ کرنے سنگین علاقے میں پہنچ گیا ورنہ جان کے خطرے کے پیش نظر وہ ادھر کا رخ ہی نہ کرتا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''منکہ مسمی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بول رہا ہوں''...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ دوسری طرف صدیقی تھا۔ وہ فورسٹارز کے ساتھ اس کے فلیٹ پر آ رہا تھا اور عمران نے کچھ دیر تک مذاق کرنے کے بعد انہیں فلیٹ پر بلا لیا۔ ابھی اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''سپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہوں۔ میں تمہارے فلیٹ پر آ رہا ہوں''...... دوسری طرف سے سوپر فیاض نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ صدیقی اپنے ساتھیوں سمیت آ رہا تھا اور اب سوپر فیاض بھی آ رہا ہے۔

''یہ آج کیسا دن ہے کہ سب کا رخ میرے فلیٹ کی طرف ہے۔ کاش برف کی شہزادی بھی آ جائے''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور عین اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ارے کمال ہے۔ برف کی شہزادی کے کان تو ہاتھی سے بھی بڑے ہیں"...... عمران نے کہا اور پھر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)"...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ایکسٹو"...... دوسری طرف سے مخصوص آواز سنائی دی۔

"ارے۔ تم ہو کالے صفر۔ میں سمجھا کہ برف کی شہزادی نے فون کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ جولیا کے فون کا انتظار ہے تو میں اسے بطور ایکسٹو کہہ دیتا ہوں کہ آپ کو فون کرے"...... اس بار دوسری طرف سے بلیک زیرو نے اپنے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا کیونکہ عمران کی بات سن کر وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران فلیٹ میں اکیلا ہے۔

"آج سب کا رخ میرے فلیٹ کی طرف ہے۔ پہلے صدیقی کا فون آیا کہ وہ اپنے بقیہ تین سٹارز سمیت فلیٹ پر پہنچ رہا ہے۔ پھر سوپر فیاض کا فون آ گیا کہ وہ بھی فلیٹ پر آ رہا ہے۔ تمہارے فون کی گھنٹی بجی تو میں سمجھا کہ برف کی شہزادی بھی آ رہی ہے"۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ آپ نے فون پر سوپر فیاض سے ہونے والی ملاقات اور حساس اسلحے کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس پر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سلسلے

میں فورسٹارز کو سنجیدگی سے کام کرنا چاہئے۔ میں نے صدیقی کو فون کیا تو وہاں ٹیپ چل رہی تھی کہ صدیقی فور سٹارز کے ہیڈکوارٹر میں ہے۔ میں نے وہاں فون کر کے اسے کہہ دیا ہے کہ عمران غیر قانونی اسلحے پر کام کر رہا ہے اس لئے فور سٹارز اس سے ملیں اور مل کر غیر قانونی اسلحے پر کام کریں اس لئے وہ آپ کے پاس آ رہے ہیں"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سوپر فیاض بھی شاید اسی سلسلے میں آ رہا ہے کیونکہ اخبار میں خبر شائع ہوئی ہے کہ سنگین علاقے میں اسلحے کے کسی بڑے اسمگلر فضل خان کے غیر قانونی اسلحے کے دو ذخیرے سوپر فیاض نے ٹریس کر کے ان پر ریڈ کیا ہے اور وہاں سے کروڑوں روپے مالیت کا خطرناک اور حساس اسلحہ پکڑا گیا ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ حکومتی ادارے اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر اللہ حافظ کہہ کر رابطہ ختم کر دیا گیا تو عمران نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی کال بیل کی آواز سنائی دی تو عمران اٹھا اور بیرونی دروازے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

"کون ہے"...... عمران نے عادت کے مطابق پوچھا۔

"فیاض"...... دوسری طرف سے سوپر فیاض کی ہلکی سی آواز سنائی دی تو عمران نے دروازہ کھول دیا۔ باہر سوپر فیاض موجود تھا۔

"آؤ۔ قدم رنجہ فرماؤ"۔ عمران نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"یہ قدم رنجہ کیا ہوتا ہے"...... سوپر فیاض نے اندر داخل ہوتے ہوئے اس طرح پوچھا جیسے قدم رنجہ انتہائی منفی انداز کے الفاظ ہوں۔

"یہ قدیم محاورہ ہے۔ اس کا مطلب ہے تشریف لانا۔ قدموں کو تکلیف دینا"...... عمران نے مڑ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں نے یہاں آ کر قدموں کو تکلیف دی ہے۔ تمہارا مطلب ہے کہ میں پیدل چلتا اور جوتیاں چٹخاتا ہوا آیا ہوں۔ باہر میری سرکاری جیپ موجود ہے۔ پھر قدموں کو تکلیف دینے کا کیا مطلب ہوا"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اب وہ دونوں سٹنگ روم میں پہنچ چکے تھے۔

"یہ سرکاری جیپ خود بخود چلتی ہے یا اسے چلانا پڑتا ہے"۔ عمران نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"خود بخود کیسے چل سکتی ہے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اسے بہرحال چلانا پڑتا ہے"...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو پھر قدموں کو تکلیف تو دینا پڑے گا۔ ایکسیلیٹر، بریک اپنے آپ تو کام نہیں کرتے۔ بہرحال آج کیسے قدم رنجہ کرنے کی ضرورت پڑی ہے تمہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"انٹیلی جنس انسپکٹر کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور تمہارے ڈیڈی یہ

سمجھتے ہیں کہ میں نجومی ہوں۔ زائچہ بنا کر مجرم کو پکڑ لوں گا۔ انہوں نے مجھے الٹی میٹم دے دیا ہے کہ میں چوبیس گھنٹوں کے اندر مجرم کو مع ثبوت گرفتار کروں جبکہ انسپکٹر کی لاش ایک ویرانے سے ملی ہے۔ اسے گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ اسے قتل کسی اور جگہ کیا گیا ہے اور لاش وہاں پھینکی گئی ہے۔ نہ کسی نے لاش پھینکنے والے کو دیکھا ہے اور نہ ہی کسی نے وہاں کسی گاڑی کو آتے جاتے دیکھا ہے"...... سوپر فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ کیا میں نے باہر بورڈ لگا رکھا ہے کہ میں نجومی ہوں، رملی ہوں، ستارہ شناس ہوں یا علم جفر کا ماہر ہوں۔ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ تم ہو۔ تمہارے ماتحت دس بارہ انسپکٹرز ہیں۔ پولیس سب انسپکٹرز اور نجانے کون کون ہے۔ وہ کیا کرتے رہتے ہیں۔ ان کی ڈیوٹی لگاؤ"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے اندر شیطانی روح ہے۔ اگر تم وہ جگہ دیکھ لو جہاں سے لاش ملی ہے تو تم قاتل کو تلاش کر لو گے اور سنو۔ انکار مت کرنا ورنہ میں تمہیں انسپکٹر شرافت کے قتل کے جرم میں گرفتار کر سکتا ہوں۔ یہ اندھا قتل ہے اس لئے کوئی بھی مجرم ہو سکتا ہے"...... سوپر فیاض نے دھمکی دینے والے لہجے میں کہا۔

"اور ڈیڈی کو ثبوت کہاں سے دکھاؤ گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ دیکھو انسپکٹر شرافت کا خط جو ایک مخبر کی اطلاع پر تمہارے فلیٹ سے برآمد ہوا ہے۔ اس خط میں لکھا ہوا ہے کہ میں تمہارا کام نہیں کر سکتا۔ مجھے معاف کر دینا''...... سوپر فیاض نے جیب سے ایک خط نکال کر عمران کو دکھاتے ہوئے کہا۔

''ویسے یہ کہاں سے ملا ہے''...... عمران نے کہا۔

''انسپکٹر شرافت کی آفس ٹیبل کی دراز سے''...... سوپر فیاض نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ انسپکٹر شرافت کیوں مارا گیا ہے۔ تم سپرنٹنڈنٹ ہو اور طویل عرصے سے ہو۔ کچھ نہ کچھ تو تم بھی سوچ سکتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''یہ تو مجھے معلوم ہے کہ اسے کسی اسلحہ کے ڈیلر یا اسمگلر نے ہی مارا ہے۔ پچھلے دنوں اس نے ایک اسمگلر جس کا نام فضل خان ہے کہ اسلحہ کے دو سٹور ٹریس کئے تھے جس پر اس نے چھاپہ مار کر انہیں بند کر دیا۔ وہاں سے کروڑوں کا اسلحہ برآمد ہوا ہے''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''تو پھر یہ کام اس فضل خان کا ہی ہو سکتا ہے''۔ عمران نے کہا

''یہ اسلحہ سنگین علاقے سے برآمد ہوا ہے جبکہ لاش دارالحکومت سے ملی ہے اور فضل خان کا صرف نام سامنے ہے۔ نجانے اصل آدمی یہی ہے یا کوئی اور ہے اور وہ کہاں رہتا ہے''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''اسلحے کے ذخیروں سے کوئی آدمی نہیں ملا تمہیں اس گینگ کا''...... عمران نے کہا۔

''ایک ایک ہر سٹور پر موجود تھا۔ ایک آدمی نے اسلحہ نکالا تو انسپکٹر شرافت نے اپنے دفاع میں اسے گولی مار دی''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''انسپکٹر شرافت نے جب تمہیں رپورٹ دی ہو گی تو اس نے بتایا ہو گا کہ اسے یہ رپورٹ کہاں سے اور کیسے ملی ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ نہ اس نے بتایا اور نہ ہی میں نے پوچھا۔ بہرحال تم میرا انٹرویو چھوڑو اور مجرم کا سراغ لگاؤ''...... سوپر فیاض نے قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کال بیل کی آواز سنائی دی۔

''یہ کون آ گیا ہے''...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ ظاہر ہے وہ سمجھتا تھا کہ آنے والے آدمی کے سامنے وہ کھل کر بات نہ کر سکے گا۔

''صدیقی اور اس کے ساتھی ہیں۔ تم ملے ہوئے ہو ان سے''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا لیکن سوپر فیاض بھی اٹھا اور عمران کے پیچھے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

''تم کہاں جا رہے ہو''...... عمران نے مڑ کر پوچھا۔

''میں پھر آؤں گا۔ میری بات پر غور کرنا۔ مجھے انسپکٹر شرافت کا قاتل ہر حالت میں چاہئے اور تم جانتے ہو کہ میں کیا کر سکتا ہوں''...... سوپر فیاض نے آہستہ سے کہا تا کہ اس کی آواز دروازے سے باہر نہ جا سکے۔

''مائی بینک میں تمہارے اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ روپے موجود ہیں۔ انچاس لاکھ روپے کا چیک لکھ کر مجھے دے دو تو قاتل حاضر ورنہ بائی بائی۔ نوکری سے بھی بائی بائی اور زندگی سے بھی بائی بائی کیونکہ ڈیڈی اپنے محکمے کے انسپکٹر کے قاتل نہ ملنے کے بعد یہی کر سکتے ہیں''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تم بلیک میلر ہو۔ لیکن میں ایک پائی بھی نہیں دوں گا۔ ایک پائی بھی''...... سوپر فیاض نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ دونوں اب بیرونی دروازے کے قریب پہنچ چکے تھے۔

''تو پھر بائی بائی۔ اللہ ہی حافظ تمہارا''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اونچی آواز میں کون کا لفظ ادا کیا۔

''صدیقی ہوں عمران صاحب''...... باہر سے صدیقی کی آواز سنائی دی تو عمران نے دروازہ کھول دیا۔ باہر صدیقی کے ساتھ نعمانی، خاور اور چوہان بھی موجود تھے۔ عمران کے دروازہ کھولتے ہی سوپر فیاض ایک جھٹکے سے آگے بڑھا اور پھر بغیر کسی سلام دعا کے وہ صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے درمیان سے نکل کر تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

''کیا ہو گیا ہے عمران صاحب۔ سوپر فیاض صاحب کا موڈ آف نظر آ رہا تھا''...... صدیقی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''مجھ کرائے کے سپاہی کو سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ایک انسپکٹر کے قتل کے الزام میں گرفتار کرنے آیا تھا۔ پھر تم آ گئے۔ تم جو سیکرٹ سروس اور فورسٹارز دو دو سرکاری تنظیموں کے ممبر اور چیف ہو ظاہر ہے تمہارے سامنے تو اس کی دال نہ گل سکتی تھی اس لئے منہ بنائے واپس چلا گیا''...... عمران نے ان کے اندر داخل ہونے پر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کو گرفتار کرنے آیا تھا۔ قتل کے الزام میں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے عمران صاحب''...... نعمانی نے حیران ہو کر کہا۔

''کیوں نہیں ہو سکتا۔ شبہ میں تو کسی کو بھی پکڑا جا سکتا ہے''۔ عمران نے سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''لیکن شبہ کی کچھ تو بنیاد بھی ہوتی ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''ہماری پولیس کے روایتی حربے۔ اس کے پاس ایک خط تھا جو اس کے بقول وہ میرے فلیٹ سے برآمد کرا سکتا تھا''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''عمران صاحب۔ انسپکٹر کہاں اور کیسے قتل ہوا ہے''...... سٹنگ روم میں کرسیوں پر بیٹھتے ہوئے چوہان نے کہا۔

''سنگین علاقے میں سنٹرل انٹیلی جنس نے اسلحے کے معروف اسمگلر فضل خان کے اسلحے کے دو بڑے ذخیروں پر ریڈ کیا۔ انسپکٹر

شرافت بھی ساتھ تھا۔ آج کے اخبار میں اس کی تفصیلی خبر بھی موج
ہے۔ پھر انسپکٹر شرافت کی لاش دارالحکومت کے ایک ویران علا
سے ملی ہے۔ اسے گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا۔ اس کی آفس ٹیبل
دراز سے ایک خط ملا ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ میں معذرت خ
ہوں میں تمہارا کام نہیں کر سکا۔ اب ڈیڈی نے سوپر فیاض کو ا
میٹم دیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں ملزم گرفتار کئے جائیں اس ل
سوپر فیاض میرے پاس آیا تھا۔ تمہارے آنے کی وجہ سے وہ واپ
چلا گیا ہے اور دوبارہ آنے کا کہہ گیا ہے۔ یہ تو ہوئی رپورٹ با
چائے پینی ہو تو کچن میں خود بنا کر لے آنی پڑے گی''...... عمرا
نے کہا۔

''میں بنا لاتا ہوں''...... خاور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں تاکہ ریفریجریٹر کی مکمل تلاش
لی جا سکے''...... نعمانی نے اٹھتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار ہنس
پڑے۔

''عمران صاحب۔ یہ اچانک ناجائز اسلحے کے بارے میں م
کیسے شروع ہو گئی ہے۔ نعمانی نے اخبار میں خبر پڑھی، پھر چیف
ایکسٹو نے فون کر کے بتایا ہے کہ آپ بھی اس سلسلے میں کام ک
رہے ہیں اور اب آپ بتا رہے ہیں کہ سوپر فیاض بھی اس معا
پر کام کر رہا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''انسان اپنے طور پر جو بھی کرتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ وہ جیسے

چاہے گا ویسے ہی ہو گا لیکن قدرت کا اپنا نظام ہے۔ جب اسے کسی بات کا پردہ منظور ہوتا ہے تو لاکھ کوششیں کر لو وہ پردہ ہٹتا ہی نہیں اور جس کا پردہ چاک ہونا ہوتا ہے تم لاکھ اسے چھپا لو وہ اچھل اچھل کر سامنے آتا رہتا ہے۔ اب تک ناجائز اسلحے کا کام پردے میں ہو رہا تھا اور کسی طرف سے کوئی اطلاع نہ تھی۔ اب اچانک پردہ ہٹ گیا اور معاملات سامنے آ گئے ہیں اور قدرت کو شاید دارالحکومت اور اس میں بسنے والے لاکھوں لوگوں کی زندگیاں عزیز ہیں اس لئے اس معاملے کو اوپن کر دیا گیا ہے ورنہ سازش یقیناً یہی کی گئی ہو گی کہ پاکیشیا دارالحکومت کو انسانی خون میں نہلا دیا جائے اور اس طرح پاکیشیا کو تباہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ مجھے سوپر فیاض نے اپنے آفس بلا کر اس سلسلے میں بتایا اور ساتھ ہی حساس اسلحہ بھی دکھایا جو اسرائیلی ساختہ تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس سازش میں ہمارے دو دشمن ممالک اسرائیل اور کافرستان شامل ہیں''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ اسرائیل سے براہ راست اسلحہ تو پاکیشیا نہیں آ سکتا۔ یہ لازماً کافرستان بھجوایا گیا ہو گا اور پھر وہاں سے پاکیشیا لایا گیا ہو گا''...... صدیقی نے کہا۔

''میرے خیال میں یہ اسلحہ کافرستان سے بہادرستان اور پھر وہاں سے پاکیشیائی سنگین علاقے میں پہنچا ہو گا اور پھر وہاں سے یہاں دارالحکومت میں شفٹ ہوتا ہو گا''...... عمران نے کہا۔

"پھر عمران صاحب فورسٹارز کا دائرہ کار تو صرف پاکیشیا تک محدود ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"تمہیں چیف نے حکم دیا ہے کہ اس ناجائز اسلحے کے سلسلے میں کام کرو تو اب تم پوری دنیا میں کارروائی کر سکتے ہو لیکن کافرستان اور اسرائیل جا کر تم کیا کر سکتے ہو۔ زیادہ سے زیادہ وہاں ایسے اسمگلروں کو ختم کیا جا سکتا ہے جو اسلحہ اسمگل کرتے ہیں۔ وہ ختم ہوں گے تو ان کی جگہ دوسرے لے لیں گے کیونکہ اسلحے کی اسمگلنگ بے حد منافع بخش دھندہ ہے"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ پھر ہمیں کہاں سے اس کا آغاز کرنا چاہئے"...... چوہان نے کہا۔

"سنگین علاقے میں فضل خان کا نام سامنے آیا ہے جس کے بڑے بڑے سٹورز سنٹرل انٹیلی جنس نے پکڑے ہیں اور اس کے ساتھ ہی انٹیلی جنس کا انسپکٹر بھی ہلاک ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ فضل خان ہاتھ آ جائے تو ہم درست راستے پر آگے بڑھ سکتے ہیں" عمران نے کہا۔

"اور آپ کیا کریں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"میں ٹائیگر کے ذمے لگاتا ہوں کہ وہ یہاں دارالحکومت میں اس سازش کے کرتا دھرتا لوگوں کا سراغ لگائے"...... عمران نے جواب دیا تو صدیقی اور چوہان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

کار تیزی سے چلتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ یہ کافرستان کا ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ اس کا نام پراد پورہ تھا۔ پراد پورہ پاکیشیا اور کافرستان کی سرحد پر واقع تھا۔ شہر چھوٹا تھا لیکن اسے اسمگلروں کی جنت کہا جاتا تھا کیونکہ یہاں سے سرحد پار کرنا نہ صرف بڑا آسان تھا بلکہ پاکیشیا کے سرحدی شہر راج گڑھ تک پہنچنا بھی مشکل نہ تھا۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک بھاری جسم لیکن چھوٹے قد کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ چھوٹا لیکن جسم بے حد پھیلا ہوا تھا۔ چہرے مہرے سے وہ خاصا سفاک فطرت آدمی دکھائی دیتا تھا۔ اس کا نام شنکر تھا اور یہ کافرستان میں اسلحہ کے بین الاقوامی ریکٹ کا سربراہ تھا۔ پورے کافرستان میں اسے شنکر گینڈا کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ کار میں وہ اکیلا تھا لیکن اس کے پیچھے دو کاروں میں اس کے مسلح باڈی گارڈز موجود تھے جن کی تعداد سات

تھی۔ کار نے ایک موڑ کاٹا اور پھر ایک حویلی کے بڑے گیٹ کے سامنے رک گئی۔ شنکر نے مخصوص انداز میں ہارن دیا تو بڑا پھاٹک میکانکی انداز میں کھل گیا اور شنکر کار اندر لے گیا۔ اندر احاطہ مسلح افراد سے بھرا ہوا تھا۔ تقریباً عمارت کے ہر ستون کے پیچھے اور سائیڈوں میں مشین گنوں سے مسلح افراد اس انداز میں موجود تھے جیسے اس عمارت پر کسی فوج کے حملہ کرنے کا خدشہ ہو۔ ایک سائیڈ پر چار کاریں موجود تھیں۔ شنکر کے پیچھے آنے والی اس کے گارڈز کی کاریں باہر ہی رک گئی تھیں۔ شنکر نے کار پہلے سے وہاں موجود کاروں کے ساتھ کھڑی کی اور پھر نیچے اتر کر وہ عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

''کوڈ''...... اندر سے ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

''بلیک ڈے''...... شنکر نے اونچی آواز میں جواب دیا۔

''نام''...... ایک بار پھر پوچھا گیا۔

''شنکر''...... شنکر نے جواب دیا۔

''اوکے۔ کم ان''...... جواب دیا گیا اور شنکر عمارت کے برآمدے میں پہنچ کر درمیانی راہداری سے گزرتا ہوا آخر میں موجود سیڑھیوں پر قدم جماتا نیچے اترتا چلا گیا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر فولادی دروازہ تھا جس کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ دروازے کے پاس دو مسلح گارڈز موجود تھے۔

''شنکر''...... شنکر نے کہا تو انہوں نے سر جھکا دیئے اور پھر ایک

گارڈ نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریموٹ کنٹرول نما آلے کا بٹن دبایا تو دروازہ خودبخود کھلتا چلا گیا۔ اندر ایک بڑا ہال نما کمرہ تھا جس کے درمیان میں ایک لمبی مستطیل شکل کی میز کے گرد تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مقامی اور دو غیر ملکی تھے۔ شنکر کے اندر داخل ہونے پر وہ تینوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''بیٹھیں''...... شنکر نے میز کی چوڑی سائیڈ پر موجود ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو تینوں بیٹھ گئے۔ دونوں غیر ملکی میز کی ایک طرف اور مقامی دوسری طرف بیٹھا ہوا تھا۔ شنکر نے جیب سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا اور اس کے سنٹر میں موجود بٹن کو پریس کر دیا تو باکس میں سے سرخ رنگ کی شعاعیں نکل کر باکس کے گرد پھیل گئیں اور شنکر نے یہ باکس سامنے میز پر رکھ دیا۔

''اب کھل کر باتیں ہوں گی''...... شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پاکیشیا میں معاملات تیز ہوتے جا رہے ہیں باس''...... مقامی آدمی نے شنکر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اصل وجہ فضل خان کا گرم دماغ بنا ہے اور سٹانگر تمہیں اس سے توہین آمیز لہجے میں بات نہیں کرنی چاہئے تھی''...... شنکر نے ایک غیر ملکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے تو اس سے روٹین کی بات کی تھی۔ اس کا اپنا دماغ خراب ہو رہا تھا۔ اس نے پھر انتہاء بھی خود ہی کر دی۔ سنٹرل انٹیلی جنس کے انسپکٹر شرافت کو اس نے میرے خلاف مخبری کرنے اور

مجھے گرفتار کرانے کی سازش کی جس پر مجھے مجبوراً انسپکٹر شرافت کو بہت زیادہ رقم دینا پڑی اور اس نے الٹا فضل خان کے خلاف کارروائی کرا دی''...... اس غیر ملکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سٹانگر ٹھیک کہہ رہا ہے باس۔ میرے ساتھ بھی کئی بار فضل خان گرمی کھا چکا ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے اس کی باتیں برداشت کی ہیں کیونکہ ہم ایک بڑے مشن پر کام کر رہے ہیں''۔ دوسرے غیر ملکی نے کہا۔

''لیکن ہمیں اطلاعات مل رہی ہیں کہ سنٹرل انٹیلی جنس اب پوری قوت سے ہمارے خلاف کام کر رہی ہے گراڈ، اور تمہارا اسرائیلی اسلحہ بھی ان کے ہاتھ لگ چکا ہے''...... شنکر نے کہا۔

''ہاں۔ یہی بات اسرائیل میں بہت پریشانیاں پیدا کر رہی ہے اور مجھ پر زور دیا جا رہا ہے کہ میں اس سلسلے میں کوئی بڑا قدم اٹھاؤں''...... گراڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کافرستانی حکام بھی اس سلسلے میں پریشان ہیں اور بہادرستانی حکام بھی اس لئے میں نے یہ خصوصی میٹنگ کال کی ہے۔ آپ سب اس سارے معاملے کو خفیہ رکھنے اور پھر اپنے مشن پر عمل کو تیز کرنے کے بارے میں تجاویز دیں''...... شنکر نے کہا۔

''باس۔ ہمیں سب سے پہلے اس فضل خان سے چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا ورنہ معاملات بگڑتے جائیں گے اور ہمارا مشن مکمل طور پر ختم ہو جائے گا''...... مقامی آدمی نے کہا۔

''لیکن وہ ہمارا پرانا ساتھی ہے اور اس کی موت سے اس کا سیٹ اپ ایسے لوگوں کے ہاتھ آ سکتا ہے جو ہمارے لئے پریشانی کا باعث بن جائیں اس لئے اس بات پر مزید غور کرو مہربان''۔ شنکر نے مقامی آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''باس۔ فضل خان نے اصل زیادتی یہ کی ہے کہ اس نے انٹیلی جنس کے انسپکٹر شرافت کو ہلاک کر دیا ہے یا کرا دیا ہے۔ اس ہلاکت کے خلاف پوری انٹیلی جنس حرکت میں آ چکی ہے اور اب مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ فضل خان سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ سوپر فیاض کو ہلاک کرانا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر ملٹری انٹیلی جنس، سیکرٹ سروس اور نجانے کون کون سی ایجنسیاں ہمارے خلاف حرکت میں آ جائیں گی''...... مہربان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''فضل خان کو یہیں بلا لیتے ہیں۔ وہ گرم دماغ آدمی ہے اس لئے جو کچھ اس کے دل میں ہو گا بول دے گا۔ اگر وہ واقعی ایسا کرنے والا ہے تو اسے یہیں سزا دے دی جائے گی''...... شنکر نے کہا اور میز پر رکھے ہوئے سرخ رنگ کے خصوصی ساخت کے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے ایک بٹن پریس کر دیا۔ اس فون کا تعلق براہ راست سیٹلائٹ سے تھا اس لئے فون ہر لحاظ سے محفوظ تھا۔ بٹن پریس ہونے سے فون کا لنک سیٹلائٹ سے ہو گیا تو شنکر نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں نے اس

لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''ہیلو۔ فضل خان بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد فضل خان کی سخت سی آواز سنائی دی۔

''شنکر بول رہا ہوں پراد پور سے۔ کہاں ہو تم اس وقت''۔ شنکر نے کہا۔

''اوہ باس آپ۔ میں اس وقت پاکیشیائی دارالحکومت میں ہوں''...... فضل خان نے جواب دیا۔

''ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرا کر راج گڑھ پہنچ جاؤ۔ وہاں سے کار پر پراد پور میٹنگ پوائنٹ پر پہنچ جاؤ۔ مشن کے سلسلے میں ایک خصوصی میٹنگ کال کی گئی ہے۔ فوری پہنچو''...... شنکر نے کہا۔

''باس۔ سٹانگر بھی میٹنگ اٹنڈ کرے گا''...... فضل خان نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں''...... شنکر نے چونک کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر آپ میٹنگ کے بعد مجھے حکم دیں۔ آپ کے حکم کی فوری تعمیل ہو گی لیکن میں سٹانگر کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔ اس نے اپنے آدمی کالے کے ساتھ مل کر نہ صرف میری توہین کی ہے بلکہ انٹیلی جنس انسپکٹر کو بھاری معاوضہ دے کر میرے کروڑوں روپے کے سٹورز بھی پکڑوا دیئے ہیں''...... فضل خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہم ایک بڑے مشن کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اگر ہم آپس

میں ہی لڑ پڑے تو پھر ہمارا مشن ناکام ہو سکتا ہے۔ تم آ جاؤ۔ سٹانگر سے تمہاری صلح کرا دی جائے گی اور تمہارا نقصان بھی پورا کر دیا جائے گا''...... شنکر نے تیز لہجے میں کہا۔

''آپ کا حکم ہے اس لئے میں تعمیل کروں گا''...... فضل خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ شاید نقصان پورا ہونے کا سن کر اس کے لہجے میں نرمی آ گئی تھی۔

''او کے۔ جلدی پہنچو۔ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں''...... شنکر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''یہ آدمی کسی بھی وقت ہمارے مشن کا خاتمہ کرا سکتا ہے۔ ایسا گرم دماغ آدمی جو ہر وقت ہر آدمی سے لڑتا رہے مشن میں شامل نہیں ہونا چاہئے''...... سٹانگر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو شنکر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ اس نے شاید لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا کہ دوسری طرف سے آنے والی آواز ہال میں گونج رہی تھی۔ یہ ان کا شروع سے ہی اصول رہا تھا کہ خصوصی میٹنگ میں ہر چیز کو اوپن رکھا جاتا تھا اور یہاں کھل کر ہر بات کی جاتی تھی۔

''ہیلو۔ رابرٹ بول رہا ہوں''...... رسیور اٹھاتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''یس۔ کوئی خاص رپورٹ ہے جو تم نے یہاں فون کیا ہے''...... شنکر نے کہا۔

''چیف۔ پاکیشیا میں بلیک ڈے مشن کے خلاف ایک سرکاری تنظیم فورسٹارز حرکت میں آ گئی ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے خطرناک ایجنٹ علی عمران کا شاگرد ٹائیگر پاکیشیا انڈر ورلڈ میں مشن کا سراغ لگاتا پھر رہا ہے''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ اس کی وجہ۔ اس پر مشن بلیک ڈے کیسے اوپن ہوا''...... شنکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''معلومات کے مطابق سپرنٹنڈنٹ فیاض اور عمران کی سوپر فیاض کے آفس میں ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد سوپر فیاض ایک بار عمران کے فلیٹ پر گیا۔ اس کے بعد ٹائیگر حرکت میں آیا اور پھر فورسٹارز کے بارے میں معلومات ملی ہیں''...... رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''فورسٹارز۔ یہ کون سی تنظیم ہے۔ تم اسے سرکاری تنظیم کہہ رہے ہو''...... شنکر نے کہا۔

''سنا گیا ہے کہ یہ سرکاری تنظیم ہے۔ اس تنظیم کے کل ارکان چار ہیں۔ اس بارے میں معلومات اس طرح ملی ہیں کہ پاکیشیائی دارالحکومت میں واقع بلیو ربن کلب کا مالک اور جنرل مینجر جو اسلحے کی اسمگلنگ میں ملوث ہے لیکن اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ اسلحہ براہ راست یورپ اور ایکریمیا سے منگواتا ہے اور یہاں کی تنظیموں کے ساتھ ساتھ دیگر چھوٹے ممالک میں موجود حکومت

مخالف جماعتوں کو سپلائی کرتا ہے، سے ایک آدمی جس کا نام صدیقی بتایا گیا ہے ملا ہے۔ یہ ملاقات خاصی دیر تک جاری رہی ہے۔ وہاں ہمارا آدمی بھی موجود ہے۔ وہ صدیقی کو جانتا ہے کہ اس کا تعلق فورسٹارز سے ہے اور پہلے بھی فورسٹارز ایک بار اسلحے کی اسمگلنگ کے سلسلے میں محدود پیمانے پر کام کر چکی ہے اس لئے ہمارا آدمی اسے فورسٹارز کے رکن کے طور پر جانتا ہے۔ صدیقی کی جنرل مینجر سے ملاقات کے بعد ہمارے آدمی نے اس ملاقات میں ہونے والی بات چیت کا ٹیپ سنا تو اس میں اسلحے کی پاکیشیائی دارالحکومت میں ڈیلنگ پر بات چیت ہوتی رہی''...... رابرٹ نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا اس جنرل مینجر کو ہمارے بارے میں علم ہے''...... شنکر نے کہا۔

''وہ فضل خان اور مہربان دونوں کو جانتا ہے۔ ان سے اسلحہ خریدتا اور فروخت کرتا رہتا ہے۔ باقی کا علم نہیں ہے''...... رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ تم اپنے آدمیوں کو ہوشیار کر دو اور اس فورسٹارز کا بھی کھوج نکالو۔ ہوسکتا ہے کہ ہمیں انہیں ختم کرانا پڑے''...... شنکر نے کہا۔

''یس باس۔ ہم نے اس صدیقی کے خلاف کام شروع کر دیا ہے''...... رابرٹ نے جواب دیا۔

"انتہائی محتاط رہنا۔ سرکاری لوگ خاصے تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں چیک کر کے الٹا تمہارے پیچھے پڑ جائے"...... شنکر نے کہا۔

"یس چیف۔ حکم کی تعمیل ہو گی"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو شنکر نے رسیور رکھ دیا۔

"معاملات واقعی بگڑ رہے ہیں اور ایسا واقعی فضل خان کے گرم دماغ کے باعث ہوا ہے"...... شنکر نے رسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس۔ فضل خان کی ہلاکت کے بعد معاملات مزید الجھ سکتے ہیں"...... مہربان نے کہا۔

"وہ کیسے"...... شنکر نے چونک کر کہا۔

"فضل خان کا گروپ لیڈر رحمت خان ہے جو اس سے بھی زیادہ غلط آدمی ہے۔ وہ لازماً فضل خان کی جگہ لے گا اور پھر معاملات مزید خراب بھی ہو سکتے ہیں"...... مہربان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ دیکھ لیں گے۔ فی الحال ہم مشن پر بات کریں"...... شنکر نے کہا۔

"باس۔ مشن کے مطابق دارالحکومت میں موجود تمام گروپس سے بات چیت جاری ہے لیکن تمام گروپس بھاری رقومات بھی مانگ رہے ہیں اور جدید اسلحہ بھی"...... شانگر نے کہا۔

"باس۔ ان گروپس کی شناخت اگر جرائم پیشہ گروپس کے طور پر ہوئی تو ہمارا اصل مقصد ختم ہو جائے گا۔ ان کرمنل گروپس کو مختلف

سیاسی پارٹیوں اور مذہبی جماعتوں میں شامل ہو کر وارداتیں کرنی ہیں۔ پھر ہی ہمارا مقصد پورا ہو گا"...... گراڈ نے کہا۔

"ہاں۔ ایسے ہی ہو گا۔ ہمیں اس وقت تک میٹنگ ملتوی کر دینی چاہئے جب تک فضل خان یہاں نہیں پہنچ جاتا۔ آؤ ہم سائیڈ روم میں بیٹھ کر کچھ کھا پی لیں"...... شنکر نے اٹھتے ہوئے کہا تو سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

کار تیزی سے پاکیشیا دارالحکومت کی ذیشان کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر صدیقی جبکہ سائیڈ سیٹ پر چوہان بیٹھا ہوا تھا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فضل خان اسلحہ اسمگلنگ کا بڑا مہرہ ہے''...... چوہان نے کہا۔

''بلیو ربن کلب کا جنرل مینجر کاشف بھی اس دھندے میں ملوث ہے لیکن وہ اسلحہ بہادرستان سے منگوا کر دیگر چھوٹے ملکوں میں موجود گروپوں کو سپلائی کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کاشف چھوٹے پیمانے پر کام کرتا ہے لیکن اسلحہ ملک سے باہر نکال دیتا ہے۔ مجھے اس کے بارے میں کافی عرصہ پہلے معلومات ملی تھیں اور میں نے جب چیکنگ کی تو وہ واقعی اسلحہ پاکیشیا میں نہ ڈمپ کرتا تھا اس لئے میں نے اس سے تعلقات بنا لئے اور وہ بھی اس لئے

میرے قریب ہو گیا کہ میں نے اسے اپنے بارے میں بتایا تھا کہ میں شیئر بزنس کرتا ہوں اور اسلحے کے دھندے میں کافی بڑی سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہوں جس پر کاشف نے اپنے ذریعے سرمایہ کاری کرنے کے لئے مجھ سے دوستی کر لی۔ میں نے کیا سرمایہ کاری کرنا تھی اس لئے کبھی سٹاک مارکیٹ میں مندی اور کبھی کوئی اور بہانہ کر کے میں اسے ٹالتا چلا گیا۔ جب اسلحے کا یہ کیس سامنے آیا تو میں کاشف سے ملا اور پھر کاشف نے مجھے بتایا کہ سنگین علاقے میں فضل خان سب سے بڑا اسلحہ سپلائر ہے۔ وہ بہادرستان، کافرستان اور دیگر بڑے ملکوں سے اسلحہ منگواتا ہے اور پاکیشیا کے ساتھ ساتھ دوسرے ممالک میں بھی فروخت کرتا رہتا ہے۔ کاشف کے مطاق فضل خان بے حد گرم دماغ کا آدمی ہے۔ معمولی بات پر وہ مشتعل ہو جاتا ہے اس لئے اس سے بات کرنے سے ہر شخص کتراتا ہے لیکن وہ وعدے کا پکا ہے۔ جو وعدہ کرتا ہے اسے ہر صورت میں پورا کرتا ہے بشرطیکہ اس سے بات نرم لہجے میں کی جائے اور یہ فضل خان، ذیشان کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو بارہ میں رہائش پذیر ہے اور بہت کم باہر نکلتا ہے۔ اس کوٹھی میں بھی اس نے اپنی حفاظت کے لئے بہت سے مسلح گارڈز رکھے ہوئے ہیں جو اس سے بھی زیادہ گرم دماغ واقع ہوئے ہیں''...... صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''تو ہم اب فضل خان سے ملنے جا رہے ہیں''...... چوہان نے

کہا۔

''ہاں''...... صدیقی نے کار کو سائیڈ روڈ پر موڑتے ہوئے کہا۔

''کیا کہو گے اس سے''...... چوہان نے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

''ظاہر ہے اس سے پاکیشیا دارالحکومت میں اسلحہ ڈمپ کرنے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی''...... صدیقی نے کہا تو چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار ذیشان کالونی میں داخل ہو گئی۔ یہ امراء کی کالونی تھی اس لئے یہاں تمام رہائش گاہیں محل کے انداز میں تعمیر کی گئی تھیں۔ کوٹھی نمبر ایک سو بارہ بھی باہر سے کسی بادشاہ کے محل جیسی ہی نظر آ رہی تھی۔ جہازی سائز کے پھاٹک کے باہر دو باوردی مشین گنوں سے مسلح گارڈز موجود تھے۔ صدیقی نے گاڑی روکی تو ایک گارڈ تیزی سے کار کی طرف بڑھا اور پھر صدیقی کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

''سر آپ''...... گارڈ نے قریب آ کر کہا تو صدیقی کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''تم مجھے جانتے ہو۔ کیسے''...... صدیقی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''سر۔ آپ نے مجھے کالاش کلب میں بطور گارڈ ملازم کرایا تھا۔ وہاں سے میں ایک سیکورٹی کمپنی میں چلا گیا اور وہاں سے یہاں آ گیا۔ آپ کیسے تشریف لائے ہیں''...... گارڈ نے جواب دیتے

ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ ہم نے فضل خان سے ملنا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''مالک تو آدھ گھنٹہ پہلے چلے گئے ہیں''...... گارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کہاں گئے ہیں''...... صدیقی نے پوچھا۔

''یہ تو معلوم نہیں جناب۔ البتہ باہر نکلتے ہوئے صاحب نے ڈرائیور سے ہیلی کاپٹر سروس کی بات کی تھی''...... گارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ اب ہم چلتے ہیں۔ پھر آ جائیں گے۔ او کے۔ اللہ حافظ''...... صدیقی نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

''یہ ہیلی کاپٹر سروس کا کیا مطلب ہوا''...... چوہان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''یہاں ایک سروس ہے جہاں سے ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرائے جا سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ فضل خان وہیں گیا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''اگر ایسا ہے تو پھر لازماً فضل خان سنگین علاقے میں گیا ہو گا کیونکہ وہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں فوری پہنچنے کے لئے ہیلی کاپٹر استعمال کیا جا سکتا ہے''...... چوہان نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ویسے صدیقی۔ اسلحہ ڈمپ کرنا ایک علیحدہ بات ہے لیکن اصل سازش کیا ہو سکتی ہے۔ تم اور عمران صاحب سیاسی پارٹیوں کی باتیں کرتے ہو لیکن میرا خیال ہے کہ بری سے بری سیاسی پارٹی بھی ملک کی سلامتی اور مستقبل کے خلاف کام کرنے کا سوچ ہی نہیں سکتی۔ انداز اور راستے الگ الگ ہو سکتے ہیں لیکن منزل ہر سیاسی پارٹی کی ایک ہی ہوتی ہے''...... چوہان نے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن اب زمانہ کافی تبدیل ہو چکا ہے۔ پہلے کرمنل لوگ وزیروں، جاگیرداروں، نوابوں اور چوہدریوں کی پناہ لیتے تھے جو انہیں ہر قسم کا تحفظ اس لئے مہیا کرتے تھے کہ ان کا رعب قائم رہے لیکن اب تعلیم کافی پھیل چکی ہے۔ اب معاملات بدل گئے ہیں۔ اب کرمنل لوگ اپنے آپ کو سیاسی پارٹیوں میں چھپا لیتے ہیں اور وہی تحفظ جو وہ پہلے وڈیروں وغیرہ سے حاصل کرتے تھے اب سیاسی پارٹی کا جھنڈا اٹھا کر حاصل کر لیتے ہیں۔ ظاہر ہے جو پارٹی حکومت میں ہو گی اس کے آدمی پر کون ہاتھ ڈالے گا۔ اسی طرح اپوزیشن کا معاملہ ہے۔ وہ حکومت میں نہیں ہوتی لیکن اس کے ممبران قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں موجود ہوتے ہیں اور بیوروکریسی کو بخوبی علم ہوتا ہے کہ آج کی اپوزیشن پارٹی کل کی برسراقتدار پارٹی بھی ہو سکتی ہے اس لئے وہ اس کے ساتھ بھی بگاڑ پیدا نہیں کرتی اور ان میں موجود کرمنلز کو بھی مکمل تحفظ دیتی رہتی ہے''...... صدیقی نے جواب میں پوری تقریر کر

ڈالی۔

''واہ۔ تمہیں تو ٹی وی کے کسی چینل پر تجزیہ نگار ہونا چاہئے''...... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر بعد کار ایک احاطہ کے کھلے پھاٹک میں مڑ گئی۔ یہ وسیع و عریض احاطہ ہیلی کاپٹر سروس مہیا کرنے والوں کا تھا اور یہاں بے شمار ہیلی پیڈ بنے ہوئے تھے جہاں چھوٹے بڑے ہیلی کاپٹر کافی تعداد میں موجود تھے۔ ایک طرف آفس کی عمارت تھی۔ صدیقی نے کار مخصوص پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ دونوں عمارت کی طرف بڑھنے ہی لگے تھے کہ ایک نوجوان دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا۔ یہ پارکنگ بوائے تھا۔ اس نے ایک کارڈ انہیں دیا اور دوسرا ان کی کار میں ایک جگہ اٹکا دیا۔

''سنو''...... صدیقی نے رک کر اس پارکنگ بوائے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

''یس سر''...... نوجوان نے رک کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تم فضل خان کو جانتے ہی ہو گے۔ وہ اکثر یہاں آتے رہتے ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''مجھے نام کا تو علم نہیں کوئی نشانی بتا دیں تو بتا سکتا ہوں''۔ نوجوان نے کہا تو صدیقی نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس نوجوان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''اچھا۔ اچھا۔ وہ اکڑی ہوئی مونچھوں والا خان۔ بہت گرم

دماغ آدمی ہے۔ وہ سامنے نیلے رنگ کی سیڈان کار ان کی ہے''...... نوجوان نے ایک بڑی اور جدید ماڈل کی کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ نوٹ اس نے بڑی پھرتی سے جیب میں ڈال لیا تھا۔

''کیا وہ آفس میں موجود ہوں گے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''سر۔ مجھے یہ کیسے معلوم ہوسکتا ہے۔ بہرحال ان کی کار یہاں موجود ہے''...... نوجوان نے جواب دیا۔

''اوکے''...... صدیقی نے کہا اور مڑ کر آفس کی طرف بڑھنے لگا۔ چوہان اس کے ساتھ تھا جبکہ پارکنگ بوائے کسی اور آنے والی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''یس سر''...... کاؤنٹر پر موجود ایک خوبصورت لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس کی مسکراہٹ کاروباری انداز کی تھی۔

''فضل خان یہاں آئے تھے۔ کیا اب وہ اندر موجود ہیں یا''...... صدیقی نے کہا۔

''میں معلوم کرتی ہوں''...... لڑکی نے کہا اور تیزی سے مڑ کر سائیڈ پر موجود دروازے میں غائب ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گئی۔

''سوری۔ آپ جا سکتے ہیں۔ وہ ہمارے معزز گاہک ہیں اور ہم اپنے گاہکوں کے بارے میں معلومات کسی کو مہیا نہیں کر سکتے۔ آئی ایم سوری''...... لڑکی نے بڑے روکھے سے لہجے میں جواب دیتے

ہوئے کہا اور پھر اس طرح سامنے پڑے رجسٹر پر جھک گئی جیسے صدیقی اور چوہان کا وجود ہی وہاں موجود نہ ہو۔

''تو فضل خان اندر موجود ہیں۔ اوکے۔ ہم خود دیکھ لیتے ہیں''...... صدیقی نے کہا اور کاؤنٹر کے درمیان موجود تختہ ہٹا کر اندر داخل ہوگیا۔

''یہ آپ کیا کر رہے ہیں''...... لڑکی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''پیچھے ہٹو''...... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا تو لڑکی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ صدیقی اور اس کے پیچھے چوہان اس دروازے کی طرف بڑھے جس میں پہلے لڑکی گئی تھی۔ یہ ایک آفس تھا جس میں ایک آدمی کرسی پر بیٹھا کسی سے فون پر گفتگو کر رہا تھا۔

''آپ کون ہیں''...... اس آدمی نے رسیور رکھ کر چونکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہمارا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے''...... صدیقی نے کہا اور جیب سے ایک مخصوص انداز کا نشان نکال کر اس نے اس آدمی کی آنکھوں کے سامنے لہرایا اور پھر واپس جیب میں رکھ لیا۔

''آپ۔ آپ فرمائیں۔ بیٹھیں جناب۔ آپ مجھے بلا لیتے۔ میرا نام مہابت خان ہے اور میں یہاں مینجر ہوں''...... اس آدمی نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''فضل خان یہاں آیا ہے۔ اس کی کار یہاں پارکنگ میں

موجود ہے۔ وہ خود کہاں ہے۔ ہم نے اس سے ملنا ہے''۔ صدیقی نے میز کی سائیڈ پر موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''فضل خان۔ میں معلوم کرتا ہوں''...... مینجر نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے کئی نمبر پریس کر دیئے۔

''یس سر''...... ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔

''فضل خان کی کوئی بکنگ موجود ہے''...... مینجر نے کہا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''وہ فائل میرے آفس میں بھجوا دیں''...... مینجر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''آپ کیا پینا پسند کریں گے''...... مینجر نے رسیور رکھ کر قدرے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

''سوری۔ ہم ڈیوٹی پر ہیں''...... صدیقی نے سرد مہری سے جواب دیتے ہوئے کہا تو مینجر نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ تھوڑی دیر بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ایک فائل اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے مینجر کو سلام کیا اور پھر فائل اس کے سامنے رکھ دی۔

''تم جا سکتے ہو''...... مینجر نے فائل لے آنے والے سے کہا۔

''یس سر۔ تھینک یو سر''...... نوجوان نے جواب دیا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس دوران مینجر فائل کھول کر اسے دیکھتا رہا۔

''سر۔ فضل خان ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرا کر راج گڑھ گئے ہیں۔

ہمارا ہیلی کاپٹر وہاں موجود رہے گا۔ وہ انہیں واپس لے آئے گا''۔ مینجر نے کہا تو صدیقی اور چوہان دونوں بے اختیار چونک پڑے۔

''راج گڑھ۔ لیکن ہمارا تو خیال تھا کہ وہ سنگین علاقے میں گیا ہو گا''...... صدیقی نے کہا۔

''یہ دیکھیں سر۔ فائل میں درج ہے۔ آپ خود پڑھ لیں''...... مینجر نے فائل صدیقی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو صدیقی نے فائل لے کر اسے پڑھنا شروع کر دیا۔

''آپ کا ہیلی کاپٹر وہاں موجود ہے تو پھر پائلٹ بھی وہیں موجود ہو گا''...... صدیقی نے کہا۔

''یس سر۔ وہ تو وہاں اس وقت تک موجود رہے گا جب تک فضل خان کی واپسی نہیں ہو گی''...... مینجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس سے میری بات کرائیں''...... صدیقی نے کہا تو مینجر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے کئی نمبر پریس کر دیئے۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔

''خورشید صاحب سے بات کراؤ۔ مہابت خان بول رہا ہوں''...... مینجر نے اس بار خاصے رعب دار لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''خورشید بول رہا ہوں سر''...... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ

آواز سنائی دی۔

''خورشید صاحب۔ ہمارا ہیلی کاپٹر چارٹرڈ ہو کر راج گڑھ گیا ہے۔ پائلٹ بھی وہیں ہے۔ اس سے ضروری بات کرنی ہے۔ آپ ٹرانسمیٹر لے کر میرے آفس آ جائیں۔ فوراً''...... مینجر مہابت خان نے رعب دار لہجے میں کہا۔

''لیس سر۔ میں حاضر ہو رہا ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو مہابت خان نے رسیور رکھ دیا۔

''سر۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات پوچھ سکتا ہوں''...... مینجر مہابت خان نے قدرے ڈرتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ ہم سے مکمل تعاون کر رہے ہیں اس لئے آپ کو سوال کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''تھینک یو سر۔ میں نے صرف یہ پوچھنا تھا کہ فضل خان کس معاملے میں مشکوک ہے''...... مینجر مہابت خان نے کہا۔

''اسلحہ کی اسمگلنگ''...... صدیقی نے جواب دیا تو مینجر مہابت خان نے بے اختیار اوہ کا لفظ کہا۔ اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی ہاتھ میں ٹرانسمیٹر پکڑے اندر داخل ہوا۔ اس نے مینجر کو سلام کیا۔

''بیٹھیں خورشید صاحب۔ ان صاحبان کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔ ہماری ایجنسی سے ایک ہیلی کاپٹر راج گڑھ کے لئے

چارٹرڈ کرایا گیا ہے۔ بک کرانے والے فضل خان ہیں۔ ہیلی کاپٹر ابھی واپس نہیں آیا۔ یہ آفیسرز، پائلٹ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ پائلٹ سے رابطہ کر کے اسے ان کے بارے میں بتا دیں اور اسے کہیں کہ وہ ان سے مکمل تعاون کرے''...... مینجر مہابت خان نے آنے والے سے مخاطب ہو کر تیز لہجے میں کہا۔

''لیس سر۔ پائلٹ کا نام اقبال ہے۔ میں بات کراتا ہوں آپ کی''...... خورشید نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر ٹرانسمیٹر پر فریکونسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد اس نے رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ خورشید کالنگ فرام ہیڈ آفس۔ اوور''...... خورشید نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''لیس باس۔ میں پائلٹ اقبال بول رہا ہوں۔ اوور''...... تیسری کال پر ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

''تم اس وقت کہاں موجود ہو۔ اوور''...... خورشید نے پوچھا۔

''راج گڑھ میں جناب۔ اوور''...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

''اچھا غور سے سنو۔ ملٹری انٹیلی جنس کے آفیسر یہاں ہیڈ آفس میں موجود ہیں۔ وہ تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ تم نے سرکاری ایجنسی سے مکمل تعاون کرنا ہے۔ سمجھ گئے ہو نا۔ اوور''...... خورشید نے کہا۔

''یس سر۔ اوور''...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا تو خورشید نے ٹرانسمیٹر صدیقی کی طرف بڑھا دیا اور اسے آپریٹ کرنے کا طریقہ بتانے لگا تو صدیقی اور چوہان دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

''مسٹر خورشید۔ ہماری پوری زندگی ٹرانسمیٹر استعمال کرتے ہوئے گزری ہے''...... صدیقی نے کہا اور رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔

''ہیلو۔ آفیسر آف ایم آئی بول رہا ہوں۔ اوور''...... صدیقی نے اپنا نام بتانے کی بجائے صرف آفیسر کی حیثیت سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ میں ہیلی کاپٹر پائلٹ اقبال بول رہا ہوں سر۔ حکم دیجئے سر۔ اوور''...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''آپ کے پسنجر فضل خان اس وقت کہاں موجود ہیں۔ اوور''...... صدیقی نے کہا۔

''انہوں نے مجھے ایک حویلی کے احاطے میں بٹھا کر کہا کہ ان کی واپسی دو اڑھائی گھنٹے بعد ہو گی اس لئے میں اس دوران آرام کروں۔ ایک نوکر کو حکم دیا ہے کہ وہ میرا خیال رکھے۔ اس کے بعد وہ کار میں بیٹھ کر چلے گئے ہیں اور ابھی تک ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ اوور''...... اقبال پائلٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ان سے آپ کا فون پر رابطہ ہو سکتا ہے۔ اوور''...... صدیقی نے کہا۔

''نہیں سر۔ وہ مجھے صرف انتظار کرنے کا کہہ کر چلے گئے ہیں۔ اوور''...... اقبال پائلٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کار خود چلا کر گئے ہیں یا ڈرائیور لے گیا ہے انہیں۔ اوور''...... صدیقی نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم سر۔ میں تو تب سے کمرے کے اندر ہوں۔ صرف میں نے کار کی آواز سنی تھی۔ اوور''...... اقبال پائلٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب ایک بات سن لو۔ اگر تم نے اس کال کے بارے میں فضل خان کو کچھ بتایا تو تمہاری باقی عمر جیل کی کوٹھڑی میں ہی گزرے گی۔ اوور''...... صدیقی نے لہجے کو انتہائی سرد بناتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ یس سر۔ میں سمجھتا ہوں سر۔ اوور''...... پائلٹ اقبال نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ اوور اینڈ آل''...... صدیقی نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے خورشید کی طرف بڑھا دیا۔

''آپ کے تعاون کا شکریہ۔ لیکن مجھے امید ہے کہ اس معاملے میں آپ دونوں کی طرف سے بھی کوئی لیکیج نہیں ہو گی''...... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے اٹھتے ہی خاموش بیٹھا ہوا چوہان بھی

اٹھ کھڑا ہوا۔ مینجر مہابت خان اور خورشید دونوں اٹھے اور پھر صدیقی اور چوہان دونوں سے مصافحہ کر کے آفس سے باہر آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آفس سے نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

''یہ راج گڑھ تو کافرستان کی سرحد پر ہے''...... چوہان نے کہا۔

''ہاں۔ فضل خان چونکہ اسلحے کا اسمگلر ہے اس لئے وہ وہاں آتا جاتا رہتا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''اس نے یقیناً فوری پہنچنا تھا اسی لئے کار پر راج گڑھ جانے کی بجائے وہ ہیلی کاپٹر پر گیا ہے اور دوسری بات یہ کہ راج گڑھ عین سرحد پر واقع ہے۔ دوسری طرف ایک اور شہر پراد پور ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ فضل خان یہاں سے ہیلی کاپٹر پر راج گڑھ گیا اور وہاں سے کار پر پراد پور چلا گیا''...... چوہان نے باقاعدہ تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

''گڈ چوہان۔ اچھا تجزیہ کیا ہے تم نے۔ ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کروا کر جانے کا مطلب ہے کہ کوئی ایمرجنسی تھی ورنہ وہ کار پر بھی چار پانچ گھنٹوں میں یہ سفر مکمل کر لیتا''...... صدیقی نے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''تو کیا اب ہم نے راج گڑھ جانا ہے''...... چوہان نے کار کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہمارے پہنچنے تک وہ ہیلی کاپٹر پر واپس بھی آ سکتا ہے اس لئے اس کے پیچھے وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں''...... صدیقی نے کار بیک کر کے اسے موڑتے ہوئے کہا۔

''تو پھر کیا پروگرام ہے''...... چوہان نے کہا۔

''رات کو پھر اس کی رہائش گاہ کا چکر لگائیں گے''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹائیگر نے کار عمران کے فلیٹ کے نیچے روکی اور پھر نیچے اتر کر کار لاک کی اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا فلیٹ کے بند دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ڈور بیل کا بٹن دبایا اور پھر ہٹ گیا۔

''کون ہے''...... اندر سے عمران کی آواز سنائی دی۔

''ٹائیگر ہوں باس''...... ٹائیگر نے جواب دیا تو عمران نے دروازہ کھول دیا۔

''سلیمان ابھی تک واپس نہیں آیا باس''...... ٹائیگر نے سلام کرنے کے بعد پوچھا۔

''وہ ابھی تو گیا ہے۔ آؤ''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹائیگر کے اندر داخل ہونے پر اس نے دروازے کو خصوصی انداز میں بند کر دیا تاکہ سلیمان اسے باہر سے آسانی سے کھول سکے۔

''باس۔ آپ نے کال کیا تھا۔ حکم دیں''...... ٹائیگر نے سٹنگ

روم میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''مصدقہ رپورٹس ملی ہیں کہ پاکیشیا دارالحکومت میں انتہائی خطرناک اور حساس اسلحہ کافی بھاری مقدار میں لا کر اس انداز میں ڈمپ کیا جا رہا ہے کہ جیسے یہاں طویل عرصہ تک اس کا استعمال کیا جانا ہے۔ خطرہ ہے کہ شاید ہمارے دشمن پاکیشیا دارالحکومت میں مذہبی فسادات کی کوئی لہر پیدا کرنا چاہتے ہیں جس سے نہ صرف دارالحکومت بلکہ پورے ملک کو نقصان ہو اور فرقہ واریت کی فضا ایسی پیدا ہو کہ پورا ملک مذہبی عصبیت کی لہر میں آ کر مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائے''...... عمران نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''یہ رپورٹ کس طرح ملی ہے باس، کیونکہ انڈر ورلڈ میں تو روٹین کا کام ہو رہا ہے۔ ایسی کوئی ہلچل دیکھنے میں تو کیا محسوس بھی نہیں ہو رہی''...... ٹائیگر کے لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

''جہاں سے بھی ملی ہو مصدقہ اطلاع ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے اسرائیلی حساس اسلحہ دیکھا ہے''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''لیس باس۔ میں معلوم کرتا ہوں''...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اور سنو۔ ایسے مشن روٹین سے ہٹ کر پورے کئے جاتے ہیں اس لئے اسلحہ اسمگلروں کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ جو روٹین کا کام کرتے ہیں۔ یہ تمام ایسے لوگوں کا ہے جو بظاہر کسی کے

سامنے نہیں آتے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں جلد ہی آپ کو اندر کی رپورٹ دوں گا''۔ ٹائیگر نے کہا اور پھر سلام کر کے وہ واپس مڑا اور راہداری میں آ کر تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے فور سیزن کلب کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ فور سیزن کلب کا مینجر براؤن اس کا گہرا دوست تھا اور براؤن خود تو صاف ستھرا بزنس کرتا تھا لیکن اس کے تعلقات بہت وسیع تھے اور خاص طور پر ایسے لوگوں سے تھے جن کی جڑیں بین الاقوامی حدود میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ براؤن کو اس جدید اسلحے کی دارالحکومت میں آمد اور یہاں اس کو ڈمپ کرنے میں جو حقیقی لوگ ملوث ہیں ان کے بارے میں ضرور علم ہو گا اور اسے یقین تھا کہ براؤن کم از کم اس سے کوئی بات نہیں چھپائے گا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار فور سیزن کلب کی وسیع عریض پارکنگ میں پہنچ گئی۔ کار سے باہر آ کر اس نے کار لاک کی اور پارکنگ بوائے سے کارڈ لے کر وہ مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کلب میں اس وقت لوگ کم تھے کیونکہ کلب میں اصل رونق رات گئے ہوتی تھی اس لئے ٹائیگر کو بہت کم لوگ دیکھ کر بھی کوئی تشویش نہیں ہوئی اور وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''یس سر''...... کاؤنٹر پر موجود لڑکی نے ٹائیگر کے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی بڑے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''براؤن اپنے آفس میں ہے یا نہیں''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''بگ باس آفس میں ہی ہیں۔ آپ کا نام''...... لڑکی نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''آپ شاید نئی آئی ہیں یہاں۔ میرا نام ٹائیگر ہے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ مجھے ڈیوٹی جائن کئے ہوئے دو روز ہوئے ہیں''۔ لڑکی نے جواب دیا اور ساتھ ہی رسیور کان سے لگا کر اس نے یکے بعد دیگرے نمبر پریس کر دیئے۔

''کاؤنٹر سے روکی بول رہی ہوں سر۔ ایک صاحب ٹائیگر تشریف لائے ہیں اور بگ باس سے ملنا چاہتے ہیں''...... لڑکی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ یس سر۔ آئی ایم سوری سر۔ یس سر''...... دوسری طرف سے نجانے کیا کہا گیا کہ لڑکی نے بری طرح بوکھلا کر یس سر، یس سر کی گردان شروع کر دی اور پھر رسیور رکھ دیا۔

''آئی ایم سوری سر۔ میں نے آپ کو روکا۔ جنرل مینجر صاحب نے مجھے ڈانٹ پلا دی ہے۔ سر پلیز۔ بگ باس کو نہ بتائیں پلیز۔ مجھے بڑی مشکل سے نوکری ملی ہے سر۔ آپ کی مہربانی ہو گی سر''...... لڑکی نے انتہائی دردمندانہ لہجے میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو سے جھلملانے لگے تھے۔

''کیا کہا تھا جنرل مینجر اوبرائے نے تم سے''...... ٹائیگر نے

بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا کیونکہ لڑکی کی حالت دیکھ کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ جنرل مینجر نے نامناسب الفاظ کہے ہیں۔ ویسے بھی وہ جانتا تھا کہ اوبرائے ملازموں کے حق میں انتہائی سخت سمجھا جاتا ہے۔

''سر پلیز۔ میرے چھوٹے بہن بھائی فاقوں کا شکار ہو جائیں گے۔ پلیز''...... لڑکی نے بے اختیار رونا شروع کر دیا۔ کاؤنٹر پر موجود دوسرے افراد اس کی طرف مڑے۔ وہ ٹائیگر کو اس انداز میں دیکھ رہے تھے جیسے یہ سب کیا دھرا ٹائیگر کا ہے۔ ٹائیگر خاموشی سے مڑا اور لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک آفس کے انداز میں سجے ہوئے خاصے بڑے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ سامنے کرسی پر ایک گنجے سر اور دریائی گھوڑے جیسے لمبوترے چہرے کا مالک بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ٹائیگر کو دیکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ اوبرائے تھا۔ اس کلب کا جنرل مینجر۔

''اوہ۔ روکی تو بتا رہی تھی کہ آپ نے بگ باس کے آفس جانا ہے''...... اوبرائے نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم نے اسے کیا کہا تھا۔ جب اس نے بتایا تھا کہ ٹائیگر نے بگ باس براؤن سے ملنا ہے''...... ٹائیگر نے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''میں نے اسے بری طرح ڈانٹ دیا تھا کہ اس نے ٹائیگر کو روک لیا ہے جو بگ باس کے بہترین دوست ہیں۔ میں نے اسے

دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے دوبارہ وی آئی پیز کو روکا تو اسے فوراً نکال دیا جائے گا''...... اوبرائے نے مزے لے لے کر بتاتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ٹائیگر اپنی عزت افزائی پر خوش ہو رہا ہو گا۔

''دو روز پہلے اس نے ڈیوٹی جائن کی ہے۔ وہ مجھے کیسے جان سکتی تھی۔ اس نے تو اپنی ڈیوٹی اور فرض نبھایا اور تم نے اسے ڈانٹ دیا''...... ٹائیگر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اچھا۔ تو وہ تمہاری فرینڈ ہے۔ تو آپ خود ہی اسے سمجھا دیتے''...... اوبرائے نے بدمعاشانہ انداز میں کہا۔

''سوری اوبرائے۔ تم اس کلب کے ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہو۔ تمہاری سوچ غیر شریفانہ ہے''...... ٹائیگر نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ مڑ کر آفس سے باہر آ گیا۔ اس کا چہرہ غصے کی وجہ سے پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ براؤن کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ براؤن ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ ایکریمین نژاد تھا اور ایکریمیا کی کسی ریاست کے لارڈ کا بیٹا تھا۔ یہ خاندان واقعی ایکریمیا کے شرفاء میں سے تھا کہ براؤن کلب لائف میں رہتے ہوئے کبھی کوئی نامناسب بات نہ اپنے منہ سے کہتا تھا اور نہ ہی کسی کے منہ سے سننے کا روادار تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے کلب کا ماحول انتہائی شریفانہ تھا اور دارالحکومت کے شرفاء ہی یہاں نظر آتے تھے۔

''ٹائیگر تم۔ خیریت۔ چہرے پر غصہ کیوں ہے۔ کسی سے لڑ کر آئے ہو''...... براؤن نے اٹھ کر ٹائیگر کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

''لڑ کر نہیں آ رہا۔ تمہارے کلب کا ماحول ایسا ہے کہ یہاں جب نامناسب گفتگو سنتا ہوں تو مجھے غصہ آ جاتا ہے''...... ٹائیگر نے مصافحہ کرنے کے بعد قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نامناسب گفتگو اور یہاں۔ کیا ہوا ہے''...... براؤن نے چونک کر پوچھا۔ وہ واپس اپنی کرسی پر بیٹھ چکا تھا جبکہ ٹائیگر بھی سائیڈ کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ ٹائیگر نے جواب میں اپنے کلب میں آنے سے لے کر یہاں تک پہنچنے کی تمام تفصیل بتا دی۔

''اوبرائے ملازموں کے ساتھ واقعی ضرورت سے زیادہ سختی برتتا ہے۔ میں اسے سمجھا دوں گا۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا''...... براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن میں اس لڑکی کی حالت دیکھ کر سمجھ گیا ہوں کہ وہ بے حد دکھی ماحول سے یہاں آئی ہے۔ اسے یہاں بلاؤ اور اسے کوئی ایسی سیٹ دو جو اچھے معاوضے اور عزت والی سیٹ ہو ورنہ کوئی لڑکی معمولی سی ڈانٹ پر اس طرح رونا نہیں شروع کر دیتی''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہ کام بھی اوبرائے کا ہے۔ میرا نہیں''...... براؤن نے کہا تو ٹائیگر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''ٹھیک ہے۔ پھر میں اسے جا کر درخواست کرتا ہوں اور اگر

اس نے میری درخواست نہ مانی تو پھر اس کی لاش وصول کرنے کے لئے تیار رہنا''...... ٹائیگر نے غصیلے لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ پلیز''...... براؤن نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بیٹھو۔ میں بلاتا ہوں اور کرتا ہوں تمہارا کام۔ تمہارا نام تمہارے مزاج کے مطابق درست رکھا گیا ہے۔ بیٹھو''...... براؤن نے اٹھ کر ہنستے ہوئے کہا تو ٹائیگر مڑا اور واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔

''پہلے تمہیں کولڈ ڈرنک پلاؤں''...... براؤن نے کہا اور رسیور اٹھا کر کسی کو کولڈ ڈرنک لانے کا کہہ کر اس نے دوبارہ نمبر ملائے۔

''اوبرائے۔ کاؤنٹر پر موجود لڑکی جس نے ٹائیگر کو روکا تھا، کو لے کر میرے آفس آ جاؤ۔ ابھی''...... براؤن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ٹرے میں دو کولڈ ڈرنک ٹن رکھے اندر داخل ہوا اور اس نے ایک ایک ٹن دونوں کے سامنے رکھ دیا اور ٹرے اٹھائے باہر چلا گیا۔ دونوں نے ٹن کھولے اور ساتھ موجود سٹرا ڈال کر انہوں نے ڈرنک کو سپ کرنا شروع کر دیا۔ ابھی ٹن ختم ہی ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھول کر اوبرائے اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے کاؤنٹر گرل روکی تھی جو بے حد سہمی ہوئی اور خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔

''بیٹھو اوبرائے''...... براؤن نے کہا۔

''تھینکس سر''...... اوبرائے نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور ٹائیگر کی دوسری سمت کرسی پر بیٹھ گیا۔

''بیٹھو بیٹی''...... ٹائیگر نے لڑکی سے کہا تو نہ صرف لڑکی بلکہ اوبرائے اور براؤن دونوں بھی بے اختیار چونک پڑے۔

''تھینکس سر۔ میں ٹھیک ہوں سر''...... لڑکی نے اس بار قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔ ٹائیگر کے اس لڑکی کو بیٹی کہنے سے ہی سارا ماحول یکسر بدل گیا تھا۔

''بیٹھ جاؤ پلیز۔ اگر ٹائیگر نے تمہیں بیٹی کہا ہے تو تم ہم سب کی بیٹی ہو''...... براؤن نے کہا۔

''تھینکس سر''...... لڑکی نے ہچکچاتے ہوئے کہا اور کرسی پر سمٹ کر بیٹھ گئی۔

''کیا نام ہے بیٹی تمہارا''...... براؤن نے ایک بار پھر لڑکی کو بیٹی کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''میرا نام روکی ہے''...... لڑکی نے اٹھ کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

''بیٹھی رہو۔ بیٹھ کر جواب دو''...... براؤن نے ہاتھ کے اشارے سے کہا تو روکی دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

''تمہاری تعلیم کیا ہے''...... براؤن نے پوچھا۔

''میں نے بزنس ایڈمنسٹریشن میں ماسٹر کیا ہوا ہے''...... لڑکی نے جواب دیا تو براؤن اور ٹائیگر دونوں چونک پڑے جبکہ اوبرائے

خاموش بیٹھا رہا۔

''یہ کیا کیا ہے تم نے۔ ایم بی اے کے باوجود تم کاؤنٹر پر کھڑی ہو''...... براؤن نے چونک کر کہا۔

''سر۔ بے روزگاری کے اس دور میں میرے لئے یہی غنیمت تھا اور یہ جناب اوبرائے کی مہربانی ہے کہ انہوں نے مجھے کاؤنٹر کے لئے سلیکٹ کر لیا''...... روکی نے جواب دیا۔

''اوبرائے۔ ایڈمنسٹریشن سیکشن میں کوئی سیٹ خالی ہے''۔ براؤن نے اوبرائے سے مخاطب ہو کر کہا۔

''نو سر''...... اوبرائے نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹائیگر نے کہا ہے کہ روکی کو اچھی سیٹ ملنی چاہئے۔ اب اس کی تعلیم بھی ہے اور اسے ملنی بھی چاہئے۔ اگر کوئی سیٹ خالی نہیں ہے تو کوئی نئی سیٹ پیدا کرو''...... براؤن نے کہا۔

''یس سر۔ پہلے ایک سیٹ تھی اسسٹنٹ ایڈمنسٹریشن کی۔ وہ ختم کر دی گئی تھی۔ اسے دوبارہ اوپن کیا جا سکتا ہے''...... اوبرائے نے کہا۔

''اوکے۔ روکی کو بھی لے جاؤ اور اس کی تقرری کے کاغذات میرے پاس بھجوا دو''...... براؤن نے کہا۔

''یس سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی سر''...... اوبرائے نے اٹھ کر سلام کرتے ہوئے کہا۔

''تھینکس سر۔ آپ واقعی مہربان ہیں''...... لڑکی نے اٹھ کر کہا

اور پھر وہ اوبرائے کے پیچھے کمرے سے باہر چلی گئی۔

''تھینکس براؤن۔ تم نے ایک اچھا کام کیا ہے۔ تمہیں یقیناً اس کی جزا ملے گی''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ بہرحال اب بتاؤ کہ تم آئے کیسے تھے۔ مجھے معلوم ہے کہ بغیر کسی کام کے تم کہیں قدم بھی نہیں رکھتے''...... براؤن نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تم نے اوبرائے سے تو کچھ نہیں کہا۔ کیوں''...... ٹائیگر نے کہا تو براؤن بے اختیار ہنس پڑا۔

''جس کام سے اسے منع کرنا ہے وہی کام میں کروں تو کیسا رہے گا''...... براؤن نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں''...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اسے یہی کہنا تھا کہ وہ ملازموں کی عزت نفس کا خیال رکھا کرے۔ بے جا سختی سے پرہیز کیا کرے''...... براؤن نے کہا۔

''ہاں''...... ٹائیگر نے کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر اگر میں تمہارے اور روکی کے سامنے اسے سمجھاتا تو اس کی عزت نفس مجروح ہوتی۔ بعد میں اسے سمجھا دوں گا''۔ براؤن نے جواب دیا۔

''گڈ۔ ویری گڈ۔ واقعی تم بگ باس بننے کے قابل ہو''۔ ٹائیگر

نے ہنستے ہوئے کہا تو براؤن بھی اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔

''مزید جوس پیئو گے۔ منگواؤں''...... براؤن نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں جس کام کے لئے آیا تھا وہ تو ادھورا رہ گیا۔ ہاں مسئلہ یہ ہے براؤن کہ پاکیشیا میں انتہائی طاقتور اور حساس اسلحہ بڑی بڑی مقداروں میں لا کر ڈمپ کیا جا رہا ہے۔ یہ اطلاعات مصدقہ ہیں۔ ہمیں اس کا پس منظر جاننا ہے کہ ایسا کون کر رہا ہے۔ کیوں کر رہا ہے اور اس کے پیچھے کون لوگ ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تمہارا تعلق کسی سرکاری ایجنسی سے ہے''...... براؤن نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

''تمہیں معلوم تو ہے کہ میرا کسی سرکاری ایجنسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ میرے استاد علی عمران سرکاری ایجنسی کے ہائر کرنے پر اس کے لئے کام کرتے ہیں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر تم کیوں اس معاملے پر کام کر رہے ہو۔ یہ کام تمہارا نہیں ہے۔ سول یا ملٹری انٹیلی جنس کا ہے اور جہاں تک میری معلومات ہیں وہ کام کر رہی ہیں۔ پچھلے دنوں سول انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ سوپر فیاض نے سنگلاخ علاقے میں چھاپہ مار کر اسلحہ کے دو بڑے ذخیرے پکڑے ہیں اور یہ بھی خبر آئی ہے کہ سول انٹیلی جنس کے

انسپکٹر شرافت کو بھی اس سلسلے میں ہلاک کیا گیا ہے''...... براؤن نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''کس نے کیا ہے یہ سب کچھ۔ خاص طور پر سرکاری آفیسر کی ہلاکت تو بہت اہم مسئلہ ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''مجھے معلوم تو ہے کہ انسپکٹر شرافت کو ہلاک کس نے کیا ہے لیکن میں بتا نہیں سکتا۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے''۔ براؤن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔ اسے چھوڑو۔ یہ تو سول اور ملٹری انٹیلی جنس ان معاملات کو خود ہی چیک کر لیں گی لیکن یہ تو تم بتا سکتے ہو کہ ملک میں اسرائیلی اسلحے کو کون ڈیل کر رہا ہے۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ پاکیشیا اور اسرائیل میں کس قدر دشمنی ہے اس لئے پاکیشیا میں بیٹھ کر اسرائیل کی حمایت کرنا ملک دشمنی کے مترادف ہے اور یہ بھی تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ٹائیگر کا سینہ رازوں کا مدفن ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''دھمکی دے رہے ہو''...... براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''دھمکی نہیں۔ صورت حال بتا رہا ہوں۔ اس ملک میں رہتے ہوئے اور یہاں سے مفادات حاصل کرتے ہوئے اس ملک کی بقاء و سلامتی کا خیال بھی ہم سب نے ہی رکھنا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے اعتماد ہے کہ تم لیکج نہیں کرو گے۔ پاکیشیا

میں گزشتہ دو ماہ سے بھاری مقدار میں اسرائیلی حساس اسلحہ لایا جا رہا ہے اور ڈمپ کیا جا رہا ہے جبکہ ایک چھوٹا سا ذخیرہ سول انٹیلی جنس نے ٹریس کیا اور اس پر ریڈ کیا لیکن تین بڑے ذخیرے ابھی تک محفوظ ہیں اور جہاں تک مجھے اطلاع ملی ہے ایسے دس اور بڑے ذخیرے مکمل ہونے کے بعد یہاں لسانی، مذہبی اور علاقائی فسادات کے بیج بوئے جائیں گے اور پھر بے دریغ اسلحہ استعمال کر کے یہاں پولیس، رینجر حتیٰ کہ فوج کو بھی بے بس کر دیا جائے گا اور پھر اس ملک پر کافرستان قبضہ کر لے گا۔ سرپرستی اسرائیل کرے گا اور اوور آل سرپرستی ایکریمیا کرے گا اور اس سارے علاقائی خطے میں کنٹرول ایکریمیا، اسرائیل اور کافرستان کا ہو جائے گا اور پھر یہیں سے تمام مسلم ممالک کو زیرو کیا جائے گا۔ اس انداز میں سوچا جائے تو آئندہ کا نقشہ بے حد بھیانک نظر آ رہا ہے''۔ براؤن نے کہا۔

''لیکن اس کے پیچھے کون ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاتھ اٹھا کر اپنی مقدس کتاب کا حلف لے کر کہو کہ جو کچھ میں بتاؤں گا اس میں میرا نام نہیں آئے گا ورنہ میں ان کے مقابل مکھی سے بھی کم حیثیت رکھتا ہوں۔ مجھے بری طرح رگڑ دیا جائے گا''...... براؤن نے کہا تو ٹائیگر نے ہاتھ اٹھا کر باقاعدہ حلف لیا۔

''مصدقہ اطلاعات ہیں کہ کافرستانی، اسرائیلی اور ایکریمین حکومتوں نے اس سارے خطے میں اپنا کنٹرول حاصل کرنے کے

لئے پاکیشیا پر کنٹرول کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس سلسلے میں یہ طے کیا گیا ہے کہ یہ ساری کارروائی انڈر ورلڈ کے لوگوں سے کرائی جائے تاکہ سیکرٹ سروس یا کوئی اور بڑی ایجنسی حرکت میں نہ آئے''...... براؤن نے کہا۔

''گروپ میں کون کون لوگ ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''صرف ایک آدمی کا حتمی طور پر پتہ چلا ہے اور وہ کافرستان کا شنکر ہے جو کافرستان کا بڑا گینگسٹر، اسلحے کا اسمگلر اور بدمعاش ہے۔ میرا تو کبھی اس سے کوئی تعلق نہیں رہا اس لئے میں تو اسے نہیں جانتا لیکن اطلاع مصدقہ ہے''...... براؤن نے کہا۔

''لیکن صرف اسلحہ لے کر آنے سے تو یہاں فسادات شروع نہیں ہو سکتے۔ اس کے لئے خصوصی لوگ ہائر کئے جائیں گے جو خواہ مخواہ کی قتل و غارت کر کے فسادات کا آغاز کریں گے اور پھر ہجوم کی نفسیات کے مطابق یہ فسادات پھیلتے چلے جائیں گے اور یہ کام بدمعاشوں، گینگسٹروں یا اسمگلروں کا نہیں ہو سکتا۔ اس بارے میں کوئی اطلاع تلاش کرو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میرا خیال دوسرا ہے''...... براؤن نے کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔

''کیا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اس کے لئے باہر سے لوگ نہیں آئیں گے بلکہ یہاں ہماری سیاسی پارٹیوں اور مذہبی جماعتوں میں سے لوگ منتخب کئے جائیں گے جنہیں ان کی مرضی کا معاوضہ دیا جائے گا۔ سہولیات مہیا کی

جائیں گی اور پھر یہ لوگ مذہبی، لسانی اور علاقائی عصبیت پر مبنی فسادات کا آغاز کریں گے''...... براؤن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم درست کہہ رہے ہو۔ باہر کا آدمی تو فوری مارک ہو سکتا ہے جبکہ اندر کا آدمی تو آسانی سے مارک نہیں ہو سکتا''...... ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''ناراض نہ ہونا۔ تمہاری قوم نے کرپشن کو اپنا ماٹو بنا لیا ہے۔ جعلی شناختی کارڈ، جعلی پاسپورٹ، جعلی تعلیمی ڈگریاں اور نجانے کیا کیا جعلی بن رہا ہے اور کوئی بھی پوچھنے والا نہیں ہے''...... براؤن نے کہا۔

''تم درست کہہ رہے ہو۔ بہرحال تمہارا شکریہ۔ مجھے اب اجازت دو۔ اس سلسلے میں مزید کوئی اطلاع ملے تو مجھے کال کر لینا''...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا تو براؤن بھی اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

جدید ماڈل کی کار دارالحکومت کی معروف سڑکوں پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر باوردی ڈرائیور تھا جس نے باقاعدہ سفید دستانے پہنے ہوئے تھے جبکہ سائیڈ سیٹ پر ایک گن مین موجود تھا جس نے لوڈڈ گن اپنی جھولی میں رکھی ہوئی تھی۔ گاڑی بلٹ پروف تھی۔ عقبی سیٹ پر گنجے سر اور ڈھلکے سے جسم کا ایک آدمی سوٹ پہنے لیٹنے کے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک باتصویر رسالہ تھا اور وہ رسالے میں شائع ہونے والی تصاویر کو دیکھنے میں اس قدر مگن تھا کہ اسے شاید اردگرد کے ماحول کا کوئی احساس تک نہ تھا۔ یہ غیر ملکی خواتین کی تصاویر تھیں اور خاصی حد تک عریاں تھیں۔

گاڑی کے باہر بونٹ کی سائیڈ پر ایک بڑی سیاسی پارٹی کا جھنڈا پھڑپھڑا رہا تھا اور اس جھنڈے کو دیکھ کر نہ صرف چوکوں پر

موجود ٹریفک پولیس، ٹریفک وارڈن اور دیگر پولیس منہ پھیر لیتی تھی بلکہ سائیڈوں پر گزرنے والے لوگ بھی خوفزدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیتے تھے لیکن رسالہ دیکھنے میں مگن شخص جو اس بڑی سیاسی پارٹی کا مقامی صدر تھا اسے کسی بات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ وہ رسالے میں موجود تصاویر دیکھنے میں مگن تھا کہ گاڑی نے ایک موڑ کاٹا اوراس کے ساتھ ہی اس کی رفتار بھی آہستہ ہو گئی تو عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے رسالے سے نظریں ہٹا کر ادھر ادھر دیکھا۔

”کیا ہوا۔ آ گیا ہے“...... عقبی سیٹ والے نے اس انداز میں کہا جیسے یہ کوئی انتہائی حیرت انگیز بات ہو۔

”یس سر“...... گارڈ نے جواب دیا۔

”کمال ہے۔ اس قدر جلد پہنچ گئے ہیں“...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی ڈرائیور نے گاڑی ایک سرنگ نما راہداری میں داخل کی اور پھر وہ ایک بڑے ہال میں پہنچ گئے جہاں پہلے ہی دو گاڑیاں، گارڈز اور ڈرائیورز وغیرہ موجود تھے۔ گاڑی رکتے ہی گن مین اور ڈرائیور دونوں تیزی سے نیچے اترے اور پھر ڈرائیور نے عقبی دروازہ کھول دیا تو عقبی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی نیچے اترا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ایک دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازے پر موجود نمبر والے لاک کے نمبر

ملائے تو کٹک کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ دوسری طرف ایک اور راہداری تھی۔ آدمی اندر داخل ہوا تو اس کے عقب میں دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور وہ آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے کمرے میں پہنچ گیا جس کے درمیان ایک مستطیل شکل کی میز پر دو مقامی آدمی موجود تھے۔ اس آدمی کے اندر پہنچتے ہی دونوں آدمیوں نے اٹھ کر باری باری اس سے ہاتھ ملایا۔

''ٹھیک ہو نا اعظم بیگ''...... ایک نے مسکراتے ہوئے آنے والے سے کہا۔

''ہاں۔ بہت ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ کرم داد خان''...... آنے والے جسے اعظم بیگ کے نام سے پکارا گیا تھا، نے دوسرے کا نام لیتے ہوئے کہا۔

''میں بھی ٹھیک ہوں اور یہ شریف بلوچ بھی ٹھیک ہے۔ کیوں شریف بلوچ۔ ٹھیک ہو نا''...... کرم داد نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسرا آدمی اور اعظم بیگ دونوں ہی ہنس پڑے۔ پھر اعظم بیگ ایک کرسی پر شریف بلوچ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اسی لمحے دور سے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور سب کی نظریں اس راہداری کی طرف لگ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک مقامی آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے سر پر پگڑی بندھی ہوئی تھی اور اس نے شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ چہرہ بڑا اور خاصا سخت تھا۔

''آیئے مولانا صادق صاحب۔ آیئے''...... کرم داد خان نے کہا تو آنے والے کے چہرے پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔

''میں کہاں سے مولانا ہو گیا کرم داد خان۔ میں تو خالی صادق اقبال ہوں۔ سیدھا سادا سا ایک بندہ''...... آنے والے نے کہا۔

''سیدھا سادا''...... سب نے بیک زبان ہو کر کہا اور پھر سب ہی بے اختیار ہنس پڑے۔

''ہنسو نہیں۔ تمہارے مقابلے میں واقعی میں ایک سیدھا سادا سا آدمی ہوں''...... اس نے باری باری سب سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''اتنی بڑی مذہبی جماعت کی نمائندگی مولانا ہی کر سکتا ہے''۔ اعظم بیگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تو ان کی مہربانی ہے کہ انہوں نے مجھے اس اہم ٹاسک کیلئے منتخب کیا ہے۔ دراصل وہ نہیں چاہتے کہ کسی بھی سطح پر کوئی واقعی مولانا سامنے آئے''...... صادق اقبال نے کہا اور شریف بلوچ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اسی لمحے ایک بار پھر دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور پھر سوٹ میں ملبوس ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کا نام مہر چند تھا اور یہ برسراقتدار پارٹی کی نمائندگی کر رہا تھا۔ اپنے انداز سے وہ بے حد سنجیدہ آدمی دکھائی دیتا تھا۔ پہلے سے بیٹھے ہوئے چاروں آدمی اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس آدمی نے باری باری سب سے مصافحہ کیا۔ رسمی فقرے بولے اور پھر چھوٹی

طرف موجود ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی باقی چاروں بھی بیٹھ گئے۔ مہرچند نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور اسے کھول کر سامنے رکھ لیا۔

''اطلاعات مل رہی ہیں کہ اسلحہ ڈمپ کرنے کا کام تیزی سے جاری ہے۔ تجویز کے مطابق ہم میں سے ہر ایک کے ایریا میں بڑے سٹورز میں اسلحہ ڈمپ کیا جائے گا۔ ابھی چھ سٹورز میں اسلحہ پہنچ چکا ہے۔ چار سٹورز مزید بن رہے ہیں''...... مہرچند نے کہا۔

''کام بہت سست روی سے ہو رہا ہے۔ کسی بھی وقت حکومت کے کارندوں کو اس بارے میں علم ہو سکتا ہے''...... کرم داد نے کہا۔

''لیکن یہ بنیادی کام ہے۔ باہر سے اسلحہ دارالحکومت پہنچانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہاں ہر قدم پر چیکنگ کی جاتی ہے اور اسلحہ کے بغیر یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکے گی''...... شریف بلوچ نے کہا۔

''بہرحال زیادہ سے زیادہ دو ہفتوں کے بعد ہمارا کام شروع ہو جائے گا اور اسی لئے آج کی خصوصی میٹنگ کال کی گئی ہے۔ اپنے ایریاز میں آدمیوں کو ہر طرح سے تیار کر دیں''...... مہرچند نے کہا۔

''لیکن مہرچند جی۔ آپ کی پارٹی تو برسراقتدار ہے۔ آپ کیوں ایسے فسادات چاہتے ہیں''...... صادق اقبال نے کہا۔

''تاکہ ہم مظلوم بن جائیں اور مظلومیت کی بنیاد پر آئندہ

برسراقتدار آ جائیں''...... مہرچند نے جواب دیتے ہوئے کہا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔ پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی مہرچند کے سامنے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو مہرچند نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ ایم سی بول رہا ہوں''...... مہرچند نے اپنے نام کا مخفف استعمال کرتے ہوئے کہا۔

''چیف آف بلیک ڈے بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لہجہ غیر ملکی تھا۔

''یس چیف۔ کوئی حکم''...... مہرچند نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اسلحہ سپلائر فضل خان کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ ایک اور اسلحہ سپلائر کو ٹاسک دیا گیا ہے۔ اس کا نام موتی ہے۔ تم نے اس موتی کو رقم سپلائی کرنی ہے۔ ڈیڑھ لاکھ ڈالرز''...... چیف نے کہا۔

''یس چیف۔ حکم کی تعمیل ہو گی لیکن پہلے اسلحہ سپلائر کو کس نے ہلاک کیا ہے''...... مہرچند نے پوچھا۔

''وہ اپنے ذاتی معاملات کی وجہ سے ہلاک کیا گیا ہے۔ اس کی ہلاکت کا براہ راست ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے''...... چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو مہرچند نے بھی رسیور رکھ دیا۔ چونکہ فون میں شاید ہمیشہ لاؤڈر کا بٹن پریسڈ رہتا تھا اس لئے چیف کی آواز کمرے میں گونجتی رہی تھی۔

''یہ بہت برا ہوا ہے۔ فضل خان کی ہلاکت پورے معاملے اثرانداز ہو گی''...... صادق اقبال نے کہا تو سب چونک پڑے۔

''تم جانتے ہو اسے''...... مہر چند نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔ بہت اچھی طرح۔ ہماری پارٹی کو تمام اسلحہ یہی فضل خان ہی سپلائی کرتا تھا اور دوسری بات یہ کہ چیف کو غلط رپورٹ د گئی ہے کہ فضل خان اپنے ذاتی معاملات کے سلسلے میں مارا گ ہے۔ وہ ایسا آدمی ہی نہیں تھا۔ بس صرف انتہائی گرم دما تھا''...... صادق اقبال نے کہا۔

''ایسے آدمی ہی تو اپنے آدمیوں کے ہاتھوں مارے جا ہیں''...... کرم داد خان نے کہا۔

''مجھے جہاں تک اطلاعات ملی ہیں فضل خان نے اپنے ایک دشمن کالے کو گرفتار کرانے اور اس کے اسلحے کے بڑے ذخیرے ریڈ کرانے کے لئے سول انٹیلی جنس کے ایک انسپکٹر کو بھاری ر دینے کا وعدہ کیا۔ فضل خان کی گرم دماغی کے خوف سے اس انسپ نے کھل کر اس سے رقم نہ مانگی بلکہ اس نے دوسرا طریقہ استعمال ک کہ کالے سے بھاری رقم لے کر فضل خان کے اسلحہ کے دو ذخیرو پر ریڈ کرا دیا۔ فضل خان کو اس کا علم ہوا تو اس نے اس انسپکٹر ہلاک کر دیا''...... صادق اقبال نے کہا۔

''مگر تم تو پہلے کہہ رہے تھے کہ فضل خان کی موت ہمار پراجیکٹ پر اثرانداز ہو گی۔ وہ کس طرح''...... شریف بلوچ ن

بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

''سول انٹیلی جنس کے انسپکٹر کی ہلاکت سے پوری حکومتی مشینری حرکت میں آ چکی ہے اور ہو سکتا ہے کہ سیکرٹ سروس اور ملٹری انٹیلی جنس بھی حرکت میں آ جائے۔ ایسا ہوا تو ہمارے لئے خاصی پریشانی پیدا ہو جائے گی''...... صادق اقبال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو آپ کا مطلب ہے کہ فضل خان کی ہلاکت میں ایجنسیوں کا ہاتھ ہے''...... کرم داد خان نے کہا۔

''نہیں۔ ایسا ہوتا تو ہم یہاں اس طرح آزادی سے نہ بیٹھے ہوتے۔ یہ جوابی حملہ یقیناً کالے کی طرف سے کیا گیا ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ جس موتی کی چیف نے بات کی ہے وہ بھی فضل خان کا مخالف اور کالے کا دوست ہے اس لئے اب ان دونوں کے ملنے سے حالات زیادہ بہتر ہو جائیں گے''...... صادق اقبال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنے اصل موضوع پر آنا چاہئے۔ اسلحہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ ہمارا اصل مسئلہ اس اسلحے کو اس انداز میں استعمال کرنا ہے کہ معاملات بہتر ہونے کی بجائے بدترین صورت حال کی طرف بڑھتے چلے جائیں حتیٰ کہ وہ وقت آ جائے کہ پاکیشیائی عوام خود اپنے اور اپنے خاندان کو بچانے کے لئے کافرستان کی طرف دیکھنا شروع کر دیں''...... مہر چند نے کہا۔

''مہر چند صاحب۔ یہی بات اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ آپ خود حکومت میں رہ کر اپنی ہی حکومت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ فسادات برپا کرا رہے ہیں اور فسادات بھی اس سطح پر لے جانا چاہتے ہیں کہ حکومت مکمل طور پر ناکام ہو جائے اور عوام کافرستان کی طرف دیکھنا شروع کر دیں''...... شریف بلوچ نے کہا۔

''میں نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ ہم نے اپنی حکومت کا بیشتر حصہ گزار لیا ہے۔ اب جلد ہی نیا الیکشن ہمارے سروں پر آ کھڑا ہوا ہے۔ اس میں ہمارے لئے ناکامی کا رسک بہرحال موجود ہے۔ عوام کافرستان کی طرف دیکھنا شروع کر دیں گے تو ہماری پارٹی آگے بڑھے گی اور معاملات مکمل طور پر قابو میں کر لے گی۔ اس طرح رائے عامہ ہمارے حق میں ہو جائے گی اور ہم آئندہ الیکشن جیت جائیں گے''...... مہر چند نے اپنی آئندہ پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن پھر کافرستان، اسرائیل اور ایکریمیا مل کر جو کھیل کھیلنا چاہتے ہیں اور جس کے لئے ہم یہاں موجود ہیں اس کا کیا ہو گا''...... شریف بلوچ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو مہر چند بے اختیار ہنس پڑا۔

''مجھے حیرت ہے کہ تم لوگوں کا انتخاب کن بنیادوں پر ہوا ہے۔ اس سارے مشن کا اصل مقصد کافرستان کی یہاں براہ راست حکومت نہیں ہے۔ ایسی حکومت کو عوام چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو

جائے ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کریں گے۔ البتہ کافرستان، اسرائیل اور ایکریمیا کے تحت حکومت یہاں قائم کی جائے گی۔ ہماری پارٹی کی کوشش ہے کہ یہ حکومت ہماری پارٹی کی ہو جبکہ دوسری پارٹیاں بھی کوشش کر سکتی ہیں۔ مثلاً آپ کی پارٹیاں بھی ایسی کوشش کر سکتی ہیں لیکن ہماری کامیابی اس لئے زیادہ ممکن ہے کہ ہماری پارٹی حکومت میں ہے''...... مہر چند نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اب بات سمجھ میں آ گئی ہے۔ واقعی اس مشن میں کامیابی کے لئے سب کو مل کر کام کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد کافرستان، اسرائیل اور ایکریمیا کس پارٹی کو آگے لے آتے ہیں۔ یہ سوچنا ان کا کام ہے''...... صادق اقبال نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ مشن کی کامیابی کے بعد ہماری پارٹیوں کو ملا کر حکومت دی جائے گی''...... شریف بلوچ نے کہا۔

''آپ لوگ غلط رخ پر بحث کر رہے ہیں اور فضول بحث کر رہے ہیں۔ آئندہ کیا ہوتا ہے۔ یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس میٹنگ کا مقصد یہ دیکھنا ہے کہ کیا ہم آنے والے وقت کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں یا نہیں اور ہم فضول قسم کی بحث میں الجھ رہے ہیں۔ مہر چند صاحب آپ باقاعدہ اس اجلاس کو درست انداز میں چلائیں''...... خاموش بیٹھے ہوئے اعظم بیگ نے تیز اور سخت لہجے میں کہا۔

''اعظم بیگ صاحب۔ صرف کام کی بات کرنے سے یہ سب کچھ سامنے نہ آتا جو اس طرح کی گفتگو میں آ جاتا ہے۔ بہرحال اب کارروائی کا باقاعدہ آغاز کیا جاتا ہے''...... مہرچند نے کہا اور سب تن کر بیٹھ گئے۔ ان سب کے چہروں پر سنجیدگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ صدیقی بول رہا ہوں''...... صدیقی نے کہا۔ وہ اس وقت فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر میں موجود تھا۔

''چوہان بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے چوہان کی آواز سنائی دی۔

''تم کہاں ہو۔ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ ہم نے فضل خان کے پیچھے جانا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''اسی لئے تو فون کیا ہے کہ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ فضل خان کی لاش اس کی رہائش گاہ سے ملی ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو صدیقی بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''کہاں سے خبر ملی ہے تمہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''میں نے ہیڈکوارٹر آنے سے پہلے اس کالونی کا راؤنڈ لگایا جہاں فضل خان کی رہائش گاہ ہے تاکہ معلوم کر سکوں کہ وہ واپس بھی آیا ہے یا نہیں۔ وہاں پولیس اور اردگرد کے افراد اکٹھے تھے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ایک آدمی کو رہائش گاہ کی عقبی دیوار پھاند کر بھاگتے دیکھا گیا تو لوگوں کو شک پڑ گیا۔ انہوں نے چیکنگ کی تو اندر سارے گارڈز بے ہوش پڑے ملے جبکہ فضل خان کا سینہ گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا لیکن فائرنگ کی آواز کسی نے نہیں سنی۔ لگتا ہے کہ فائرنگ سائیلنسر لگے مشین پسٹل سے کی گئی ہے۔ میں اسی کالونی سے تمہیں فون کر رہا ہوں''...... چوہان نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وہ آدمی پکڑا گیا ہے یا نہیں''...... صدیقی نے پوچھا۔

''نہیں۔ کسی نے اسے پکڑنے کی کوشش ہی نہیں کی''۔ چوہان نے جواب دیا۔

''تو اب کیسے معلوم کیا جائے کہ فضل خان ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرا کر راج گڑھ کیوں گیا تھا اور پھر وہاں سے آگے کہاں گیا اور اب اسے کس کے کہنے پر ہلاک کیا گیا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''تم وہیں ہیڈکوارٹر میں ہی رہو۔ میں یہاں چند لوگوں سے اس آدمی کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ فضل خان کی موت کے پیچھے کوئی بڑا راز ہے اس لئے ہمیں

اس بارے میں درست معلومات ملنی چاہئیں''...... چوہان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ کوشش کر دیکھو شاید معلومات مل جائیں''۔ صدیقی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''ایک کلیو ملا تھا وہ بھی ختم ہو گیا''...... رسیور رکھ کر صدیقی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً دو گھنٹوں کے طویل انتظار کے بعد باہر سے کار کے ہارن کی آواز سنائی دی تو وہ چونک پڑا اور پھر تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور چوہان کے ساتھ نعمانی اور خاور بھی اندر داخل ہوئے تو صدیقی بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

''صدیقی۔ تم نے اس مشن میں ہمیں کیوں نظرانداز کیا ہے۔ اگر چوہان ہمیں اتفاقاً شیراڈ کلب میں نہ مل جاتا تو ہمیں تو معلوم ہی نہ ہوتا''...... خاور نے سلام دعا کے بعد بڑے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

''ابھی مشن شروع کہاں ہوا ہے۔ ابھی تو ابتدائی اطلاعات بھی نہیں مل رہیں۔ ایک کلیو ملا تھا وہ بھی ختم ہو گیا''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نعمانی نے وہ کلیو دوبارہ بحال کر دیا ہے''...... چوہان نے کہا تو صدیقی چونک پڑا۔

''کیا مطلب''...... صدیقی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''میں نے وہاں کالونی میں چند لوگوں سے معلومات حاصل کیں تو ایک اخبار فروش نے مجھے بتایا کہ وہ اس شخص کو جانتا ہے۔ اس

نے اسے خود کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس آدمی کا نام گوبز ہے اور یہ شیراڈ کلب میں اکثر آتا جاتا اور بیٹھا نظر آتا ہے۔ انتہائی خطرناک پیشہ ور قاتل ہے اس لئے اس نے پولیس کو کچھ نہیں بتایا''...... چوہان نے کہا۔

''تم نے اسے بڑا نوٹ دیا تھا''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ایک نہیں چار بڑے نوٹ دینا پڑے ہیں''...... چوہان نے جواب دیا۔

''اس نے تمہیں الو نہ بنایا ہو۔ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں''۔ صدیقی نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے لیکن اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ پھر اس نے مجھے کار کا نمبر بھی بتا دیا۔ اس نے بتایا کہ وہ شیراڈ کلب کی پارکنگ میں کئی ماہ تک کام کرتا رہا ہے۔ پھر ایک کار چوری ہوگئی تو اسے نکال دیا گیا اور اس نے اخبارات کا اسٹینڈ لگا لیا۔ بہرحال میں شیراڈ کلب گیا تو وہاں اس نمبر کی کار موجود تھی۔ میں اندر گیا تو وہاں ہال میں نعمانی اور خاور بلیک کافی پیتے مل گئے۔ میں نے انہیں تمام تفصیل بتائی تو نعمانی نے کہا کہ یہاں ایک سپروائزر اس کا واقف ہے اس سے وہ معلومات حاصل کرتا ہے''...... چوہان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''میں اپنے دوست سپروائزر کے پاس گیا۔ اس نے مجھے بتایا

کہ گوبز آیا تھا لیکن ایک جام پی کر چلا گیا ہے اور وہ اب کل واپس آئے گا۔ اس پر میں نے اس کی رہائش گاہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا اور پھر اچانک مجھے خیال آ گیا کہ چوہان نے بتایا تھا کہ اس کی کار باہر پارکنگ میں موجود ہے تو میں نے سپروائزر سے یہی بات کی تو سپروائزر بے اختیار مسکرا دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ صرف دوستی کی بنیاد پر سب کچھ بتانے پر تیار نہیں تو میں نے اسے چند بڑے نوٹ تھما دیئے۔ پھر اس نے بتایا کہ اس کلب کے عقب میں ایک بلڈنگ ہے جس میں بیس سے زائد رہائشی کمرے ہیں۔ ایک طرح کا ہاسٹل ہے۔ یہاں کسی پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے اور گوبز نے اس ہاسٹل میں ایک کمرہ الاٹ کرایا ہوا ہے جس کا نمبر ڈبل ایٹ ہے اور جب وہ کوئی لڑکی انگیج کر لے تو وہ اسے لے کر اپنی اصل رہائش گاہ میں جانے کی بجائے اس ہاسٹل کے کمرے میں چلا جاتا ہے اور اگر اس کی کار پارکنگ میں موجود ہے تو گوبز یقینی طور پر کسی لڑکی کے ساتھ ہاسٹل کے کمرے میں ہوگا اور یہ بھی اس نے بتایا کہ وہاں کمرے میں فون نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کسی کو ڈسٹرب کرتا ہے اور وہاں سیکورٹی بھی انتہائی سخت ہے۔ دس سے زائد مسلح گارڈز موجود ہیں۔ یہ ساری تفصیل میں نے واپس آ کر چوہان کو بتائی تو اس نے یہاں آ کر تمہیں تفصیل بتانے اور پھر تمہارے مشورے سے آگے بڑھنے کی بات کی۔ چنانچہ ہم تینوں یہاں آ گئے''...... نعمانی نے پوری

تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''وہ تمہارا سپروائزر تو اسے اطلاع نہیں دے گا''...... صدیقی نے کہا۔

''نہیں۔ میں نے اسے خصوصی طور پر کہہ دیا ہے کہ اگر اس نے لیکج کی تو پھر اس کی باقی عمر جیل کی کوٹھڑی میں ہی گزرے گی اور جو تاثرات اس کے چہرے پر تھے اس سے مجھے یقین ہے کہ وہ اپنا منہ بند رکھے گا''...... نعمانی نے کہا۔

''تو پھر اس گوبز کو وہاں سے اٹھا کر یہاں لایا جائے۔ اس کا کمرہ نمبر تو معلوم ہے۔ اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر اور اسے اٹھا لاؤ۔ اس کے بغیر تو ہم آگے نہیں بڑھ سکتے''۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو یہ کام مجھے اور خاور کو کرنے دو تاکہ اس مشن میں ہمارا حصہ بھی کم از کم تمہارے برابر ہو جائے''...... نعمانی نے کہا تو صدیقی نے ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تو نعمانی اور خاور دونوں اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے باہر نکل گئے۔

''میرا خیال تھا کہ ہم گوبز کے پیچھے بھاگنے کی بجائے راج گڑھ جاتے اور وہاں سے کھوج نکالتے کہ فضل خان کو کیا ایمرجنسی تھی اور وہ راج گڑھ سے کہاں گیا تھا اور اگر اس کی ملاقات ہوئی تھی تو کن لوگوں سے اور یہ ملاقات بھی ایسی تھی کہ جیسے ہی وہ واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچا اسے ہلاک کر دیا گیا''...... چوہان نے

کہا۔

''گوبز کو فضل خان کی ہلاکت کا ٹاسک دینے والا ہی ہمارا اصل کلیو ہو گا اور گوبز سے اس آدمی کے بارے میں معلومات ہمیں یہاں بیٹھے مل جائیں گی اور پھر اس آدمی پر ہاتھ ڈال کر ہم آگے بڑھ سکیں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''لیکن یہ سب تو اسلحے کے ذخیروں کا مسئلہ ہے لیکن جو لوگ اس اسلحے کے ذریعے ملک میں عدم استحکام کی کیفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ کون ہیں، کہاں ہیں، اصل لوگ تو وہی ہیں''۔ چوہان نے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن اس عمارت کی بنیاد اسلحہ ہے۔ اگر اسلحہ پکڑ لیا جائے تو عمارت بن ہی نہ سکے گی اور جب ناکامی ہوتی ہے تو انسانی فطرت ہے کہ جھلاہٹ میں وہ سامنے آ جاتا ہے اور ایسی صورت میں ان کا خاتمہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے''۔ صدیقی نے بڑے فلسفیانہ انداز میں چوہان کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ملک کے مفادات کے خلاف اتنی بڑی سازش ہو رہی ہے اور عمران صاحب کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے ہیں جبکہ اس سے کئی گنا چھوٹے معاملات میں وہ آگے نظر آتے ہیں''...... چوہان نے دوسرے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا۔

''تم ابھی تک عمران صاحب کی تکنیک نہیں سمجھ سکے۔ وہ شیر کی

طرح چھپ کر بیٹھے رہتے ہیں جب تک شکار پوری طرح واضح ہو کر ان کے حملے کی رینج میں نہ آ جائے اور پھر جیسے ہی شکار واضح ہوتا ہے اور رینج میں آتا ہے تو ایک ہی چھلانگ میں وہ اس کا گلا دبوچ لیتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت وہ شکار کو دبوچنے کے لئے اپنے فلیٹ میں چھپے بیٹھے ہیں اور یقیناً ان کا شاگرد ٹائیگر جنگل میں شکار کا ہانکا لگا کر عمران صاحب کے سامنے لانے کے لئے کام میں مصروف ہوگا''...... صدیقی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ تم نے یاد دلا دیا۔ ٹائیگر کو ٹریس کرنا چاہئے۔ ا بے حد تیز آدمی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم ادھر ادھر بھاگتے رہ جائیں اور ٹائیگر شکار کو ہانکا لگا کر عمران تک پہنچا دے اور ہم منہ دیکھتے جائیں''...... چوہان چونک کر کہا۔

''عمران صاحب کو پتہ ہے کہ چیف نے یہ مشن ہمارے ذ لگا دیا ہے اس لئے وہ چیف کے عتاب سے بچنے اور اس سے چیک حاصل کرنے کے لئے ہمیں ساتھ لے کر چلیں گے''...... صدی نے کہا تو چوہان بے اختیار ہنس پڑا۔

''دیکھو عمران صاحب کیا کرتے ہیں''...... چوہان نے کہا ا پھر تقریباً مزید آدھے گھنٹے بعد کار کے ہارن کی آواز دور سے سنا دی۔ چونکہ ہارن مخصوص انداز میں بجایا گیا تھا اس لئے وہ دونو سمجھ گئے کہ نعمانی اور خاور اس گوبز کو لے آئے ہیں۔

''آؤ ٹارچنگ روم میں چلیں''...... صدیقی نے کہا تو چوہا

اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک خاصے بڑے تہہ خانے میں داخل ہوئے جسے ٹارچنگ روم کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ سامنے دیوار کے ساتھ دس راڈز والی کرسیاں موجود تھیں۔ نعمانی ایک کرسی پر ایک بے ہوش آدمی کو ڈال رہا تھا جبکہ خاور دروازے کے قریب دیوار پر موجود سوئچ بورڈ کے قریب کھڑا تھا۔ جب نعمانی نے گوبز کو کرسی پر ایڈجسٹ کر دیا تو خاور نے ایک بٹن پریس کر دیا اور کرسی پر بے ہوش پڑا ہوا گوبز راڈز میں جکڑا گیا۔

''کوئی پرابلم تو نہیں ہوا''...... صدیقی نے نعمانی سے پوچھا۔

''نہیں۔ بے ہوش کرنے والی گیس فائر کر کے اسے اٹھا لائے ہیں مسلح افراد کو بے ہوش کر دیا ہے''...... نعمانی نے کہا اور پھر وہ چاروں سامنے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''اسے ہوش میں لاؤ نعمانی''...... صدیقی نے کہا تو نعمانی اٹھ کر کونے میں موجود ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایک لمبی گردن والی بوتل اٹھائی اور اسے لا کر اس نے اس کا ڈھکن کھولا اور بوتل کا دہانہ گوبز کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی اور اسے ڈھکن لگا کر وہ ایک بار پھر الماری کی طرف بڑھ گیا۔

''اگر اسے ختم نہیں کرنا تو ہم میک اپ کر لیں''...... چوہان نے کہا۔

''نہیں۔ یہ پیشہ ور قاتل ہے۔ نجانے اس نے کتنے افراد کو ہلاک کیا ہوگا اس لئے اس کا خاتمہ ضروری ہے''...... صدیقی نے کہا تو چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد گوبز کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے اور پھر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا اور اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے راڈز میں جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا اور اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ اس طرح ادھر ادھر دیکھنے لگا جیسے زندگی میں پہلی بار ایسا تہہ خانہ دیکھ رہا ہو۔

''تمہارا نام گوبز ہے اور تم پیشہ ور قاتل ہو''...... صدیقی نے کہا تو وہ چونک کر صدیقی کی طرف دیکھنے لگا۔

''تم کون ہو اور میں کہاں ہوں۔ مجھے یہاں کون لایا ہے اور کیسے لایا ہے''...... گوبز نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو اور سنو۔ ہمارے پاس وہ فلم موجود ہے جس میں تم نے فضل خان کی رہائش گاہ پر گھس کر اسے سائیلنسر لگے مشین پسٹل سے ہلاک کر دیا اور اس کے تمام گارڈز کو گیس فائر کر کے بے ہوش کر دیا تھا اس لئے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''تمہارا تعلق فضل خان سے ہے''...... گوبز نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ وہ واقعی انتہائی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔

''پھر سوال کر رہے ہو۔ یہ آخری بار تنبیہہ کر رہا ہوں۔ اس کے بعد تمہارے ساتھ جو ہو گا اس کا شاید تم تصور بھی نہ کر سکو''۔ صدیقی نے کرخت لہجے میں کہا۔

''میرا نام گوبز ہے اور بس۔ باقی تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سب غلط ہے۔ میں فضل خان سے ملنے ضرور گیا تھا لیکن مل کر واپس آ گیا۔ باقی میرا کسی بات سے کوئی تعلق نہیں ہے''...... گوبز نے پہلے کی طرح اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

''چوہان۔ یہ ضرورت سے زیادہ ہوشیار بن رہا ہے اور ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اس کے نخرے اٹھاتے رہیں''...... صدیقی نے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ابھی سب کچھ اس کے حلق سے باہر آ جائے گا''...... چوہان نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس نے جیب سے مشین پسٹل نکالا۔ اس کا چیمبر کھولا، اس میں موجود گولیاں نکال کر اس نے چیمبر بند کیا اور مشین پسٹل واپس جیب میں ڈال لیا۔ گوبز کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ چوہان نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور دوسرے ہاتھ میں موجود ایک گولی اس نے گوبز کی ناک کے ایک نتھنے میں ڈال کر چٹکی سے نتھنا بند کر دیا اور پھر وہ چٹکیاں بجاتا رہا اور گولی آگے بڑھتی رہی۔ گولی کو تھوڑا سا اوپر پہنچا کر اس نے اسے ایڈجسٹ کیا اور پھر دوسری گولی دوسرے نتھنے میں ڈال کر اس نے وہی پہلے والا عمل دوہرایا اور پھر ایک قدم پیچھے

ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ گوبز خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہونٹ بھ ہوئے تھے اور وہ اس انداز میں بیٹھا تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ تم چاہے کر لو تم میری زبان نہیں کھلوا سکو گے۔ ویسے پیشہ ور قاتلو کی اجتماعی نفسیات یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی پارٹی کے بارے م کسی حالت میں بھی کسی کو کچھ نہیں بتاتے اور پیشہ ور قاتل وہی سکتا ہے جو غیر معمولی اعصاب کا مالک ہو کیونکہ بغیر کسی وجہ دشمن انتقام کے کسی انسان کو صرف اس لئے ہلاک کر دینا کہ اسے چ روپے دینے کا وعدہ کیا گیا ہے، انتہائی مضبوط اعصاب کا مالک ایسا کر سکتا ہے لیکن صدیقی کو معلوم تھا کہ ابھی طوفان پھٹ پڑے اور پھر وہی ہوا۔ گوبز کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شرو ہو گئے اور اس نے اس طرح سر کو آگے کی طرف جھٹکنا شروع دیا جیسے اسے زبردست چھینکیں آ رہی ہوں لیکن وہ چھینک نہ پا تھا۔ اس کا چہرہ پسینے میں ڈوبنے لگا۔ اس کے حلق سے ہلکی کراہیں نکلنا شروع ہو گئیں اور آنکھیں پھٹ کر باہر کو نکل آئیں چہرہ تکلیف کی وجہ سے بگڑ سا گیا۔ وہ مسلسل سر کو آگے اور سائیڈ میں زور زور سے اس طرح جھٹک رہا تھا جیسے قوالی پر لوگوں کو حا آ جاتا ہے۔ اس کی کراہیں چیخوں میں تبدیل ہوتی چلی گئیں ا گوبز کی حالت لمحہ بہ لمحہ غیر سے غیر ہوتی چلی گئی۔

''بس کافی ہے۔ باقی بعد میں''...... صدیقی نے کہا تو پا کھڑے چوہان نے اس کی ناک کا ایک نتھنا چٹکی میں پکڑا

مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو مشین پسٹل کی گولی اس کے نتھنے سے نکل کر نیچے فرش پر جا گری اور پھر چند لمحوں بعد دوسری گولی کا بھی یہی حشر ہوا اور چوہان ایک بار پھر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے ٹارچنگ روم میں چھینکوں کا طوفان سا آ گیا۔ گوبز پہلے کی طرح آگے اور دائیں بائیں سر مار رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ اس طرح مسلسل چھینک رہا تھا کہ جیسے اس کی ناک میں چھینکیں مارنے والی مشین نصب کر دی گئی ہو۔ پھر چھینکوں کا دورانیہ اور رفتار کم ہوتی ہوئی ختم ہو گئی اور گوبز نے ایک بار پھر آہستہ آہستہ کراہنا شروع کر دیا۔ البتہ اس کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا۔ جب کہ چہرہ جو بری طرح بگڑ گیا تھا دوبارہ بحال ہو گیا تھا۔ آنکھیں حلقوں میں سمٹ گئی تھیں۔

''توبہ۔ توبہ۔ اس قدر تکلیف ہے۔ یہ تو موت سے بھی بدتر تکلیف ہے''...... گوبز نے رک رک کر کہا۔

''اس سے آدمی نہ مر سکتا ہے اور نہ ہی زندہ رہ سکتا ہے اور یہ بتا دوں کہ دوسری بار یہ کارروائی دوہرائی گئی تو اثرات بھی دوگنا ہوں گے۔ اب تم آسانی سے سمجھ سکتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا ہو گا اس لئے بہتر ہے کہ تم پارٹی کے بارے میں بتا دو اور یہ بھی بتا دوں کہ تمہیں اسے کنفرم بھی کرنا پڑے گا اس لئے تم ہمیں کوئی نام لے کر ٹرخا نہ سکو گے''...... صدیقی نے کہا تو گوبز نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''میں تمہیں بتا دیتا ہوں لیکن ایک درخواست ہے کہ تم مجھے ہلاک نہیں کرو گے' بلکہ مجھے قانون کے حوالے کر دو گے''...... گوبز نے کہا۔

''اس کا فیصلہ ہم خود کریں گے۔ ویسے ہم پیشہ ور قاتل نہیں ہیں اور نہ ہی ہمیں کسی کو مارنے کا شوق ہے۔ قانون اپنا راستہ خود بنا لیتا ہے''...... صدیقی نے گول مول سے انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ میری پارٹی سنگلاخ علاقے کا رہنے والا مشہور بدمعاش اور اسلحے کا اسمگلر کالا ہے۔ کالا سنگلاخ علاقے کے بڑے شہر کاروش کے مشہور کلب کالا کلب کا مالک اور جنرل مینجر ہے۔ اس کا اصل نام سورج خان ہے لیکن سب اسے کالا ہی کہتے ہیں۔ اس نے مجھے فون کیا کہ میں فضل خان کو پہلی فرصت میں ہلاک کر دوں۔ اس نے خود ہی ایک بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں بھجوا دی۔ میں نے فضل خان کے بارے میں معلوم کیا تو وہ اپنی رہائش گاہ پر موجود نہ تھا۔ میں تیار ہو کر وہاں گیا اور ایک پارکنگ میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتا رہا۔ میں اسے جانتا ہوں اور وہ بھی مجھے جانتا ہے۔ پھر اس کی کار آئی اور اندر چلی گئی تو میں نے بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اندر مسلح گارڈز موجود ہیں۔ پھر میں عقبی طرف سے اندر کود گیا اور کمرے چیک کرنے لگا تو فضل خان ایک کمرے میں بے ہوشی کے عالم میں

کرسی پر ڈھلکا پڑا تھا۔ میں ہمیشہ سائیلنسر لگا مشین پسٹل رکھتا ہوں۔ یہ مشین پسٹل میں نے خصوصی طور پر حاصل کیا ہوا ہے۔ اس طرح آواز نہیں ہوتی اور کسی کو کانوں کان علم نہیں ہوتا۔ میں نے اس کے سینے پر فائر کھول دیا اور جب میری تسلی ہو گئی کہ وہ دم توڑ گیا ہے تو میں عقبی دیوار پھلانگ کر باہر آیا اور دوڑتا ہوا اس پارکنگ میں گیا اور وہاں سے ایک ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچا اور وہاں سے اپنے اڈے شراڈ کلب پہنچ گیا۔ یہ میری عات ہے کہ جب میں کوئی شکار کھیلتا ہوں تو کسی لڑکی کے ساتھ رات گزارتا ہوں تاکہ میرے اعصاب پرسکون ہو سکیں۔ پھر نجانے کیا ہوا کہ مجھے نیند آ گئی اور اب جب میری نیند کھلی ہے تو میں یہاں ہوں اور تم میرے سامنے موجود ہو''...... گوبز نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''تم نے کالے کو رپورٹ دے دی تھی کہ تم نے اس کا کام کر دیا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''نہیں۔ میری عادت ہے کہ میں ایک بار پھر لاش چیک کر کے پھر اطلاع دیتا ہوں''...... گوبز نے جواب دیا۔

''کیا نمبر ہے کالے کا''...... صدیقی نے پوچھا۔

''کالا کلب کا نمبر بتا دیتا ہوں۔ کالا وہیں بیٹھتا ہے''...... گوبز نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر صدیقی کے کہنے پر اس نے فون نمبر بتا دیا۔ صدیقی نے پاس پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور گوبز کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔ آخر میں اس نے

لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا تو دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو صدیقی نے فون اور رسیور اٹھا کر نعمانی کے ہاتھ میں دے دیا۔ نعمانی نے آگے بڑھ کر رسیور گوبز کے کان سے لگا دیا۔

''ہیلو''...... ایک بھاری سی مردانہ آواز سنائی دی۔

''دارالحکومت سے گوبز بول رہا ہوں۔ جناب کالا سے بات کراؤ۔ انہیں ایک اہم رپورٹ دینی ہے''...... گوبز نے کہا۔

''اچھا ہولڈ کرو''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہوگئی۔

''کالا بول رہا ہوں گوبز۔ کیا رپورٹ ہے''...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''وکٹری خان۔ وکٹری۔ آپ کا کام ہو گیا ہے''...... گوبز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تفصیل بتاؤ''...... کالا نے کہا تو گوبز نے وہ تمام تفصیل ایک بار پھر دوہرا دی جو وہ پہلے صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو بتا چکا تھا۔

''تم کسی کے سامنے تو نہیں آئے''...... کالے نے پوچھا۔

''گزشتہ بیس سالوں سے یہ کام کر رہا ہوں خان۔ ہزاروں نہیں تو سینکڑوں کام کر چکا ہوں۔ آج تک کسی نے میری طرف انگلی نہیں اٹھائی۔ میں ہر بات کا خصوصی طور پر خیال رکھتا ہوں''۔ گوبز نے بڑے چیلنج بھرے لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ میں دارالحکومت آؤں گا تو تمہیں خصوصی انعام دیا جائے گا''...... کالے نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا گیا تو نعمانی نے بھی رسیور کریڈل پر رکھا اور پھر فون کو لا کر واپس میز پر رکھ دیا۔

''یہاں دارالحکومت میں کالے کے اڈے کہاں کہاں ہیں''۔ صدیقی نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ میں نے ان معاملات میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔ میرا ایسے کاموں سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ میں تو اپنا کام کرتا ہوں اور اس میں مجھے اتنی رقم مل جاتی ہے کہ اچھا خاصا گزارہ ہو جاتا ہے''...... گوبز نے ایسے انداز میں کہا جیسے وہ بڑی نیکی کا کام کرتا ہو۔

''اوکے۔ تم خوش قسمت ہو کہ تم نے آسان موت کا انتخاب کر لیا ورنہ نتھنے میں گولیاں پھنسا کر ہم واپس چلے جاتے اور تمہارا ایسا عبرتناک حشر ہوتا کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے''...... صدیقی نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر اٹھتے ہوئے کہا۔

''مجھے قانون کے حوالے کر دو۔ مارو مت۔ پلیز''۔ گوبز نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا۔

''تم جیسے آدمی کو قانون کے حوالے تو کیا دوسرا سانس لینے کی بھی اجازت نہیں دی جانی چاہئے''...... تم انسان نہیں درندے ہو درندے''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا

دیا۔ تڑتڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی کمرہ گوبز کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا اور چند لمحوں بعد اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں اور جسم ڈھلک گیا۔

''اس کے راڈز کھول کر اسے باہر ڈالو۔ ہم دوسرے کمرے میں بیٹھ کر آئندہ کا پلان بناتے ہیں''...... صدیقی نے کہا اور سب کے سر ہلانے پر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ خاور نے دروازے کے قریب سوئچ بورڈ پر موجود ایک بٹن دبایا تو گوبز کے گرد موجود راڈز کھل کر غائب ہو گئے اور نعمانی نے گوبز کی لاش گھسیٹ کر نیچے فرش پر ڈال دی اور پھر وہ بھی بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ اونچی پشت کی ریوالونگ چیئر پر ایک ادھیڑ عمر اسرائیلی نژاد آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ سخت اور سپاٹ تھا۔ آنکھوں پر نظر کی عینک تھی اور وہ سر سے یکسر گنجا تھا۔ البتہ اس کا چہرہ لمبوترا اور ٹھوڑی کسی ہتھوڑے کی طرح تھی۔ سامنے میز پر ایک فائل کھلی ہوئی پڑی تھی اور اس کی نظریں اس فائل پر جمی ہوئی تھیں۔ اسی لمحے پاس پڑے ہوئے فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو اس ادھیڑ عمر آدمی نے چونک کر پہلے فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... ادھیڑ عمر آدمی نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''چیف۔ جناب صدر اسرائیل سے بات کریں''...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

''اوہ یس۔ کراؤ بات''...... چیف نے چونک کر کہا۔

''ہیلو'' ...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک بھاری سی مردانہ آواز سنائی دی۔ یہ اسرائیل کے صدر تھے۔

''جیگور بول رہا ہوں سر'' ...... ادھیڑ عمر نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''مسٹر جیگور۔ بلیک ڈے کے بارے میں کوئی رپورٹ نہیں دی گئی۔ کیوں'' ...... صدر نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''سر۔ ابھی تو وہاں ابتدائی کام ہو رہا ہے۔ حساس اور جدید اسلحہ بھاری مقدار میں پاکیشیا کے دارالحکومت میں ڈمپ کیا جا رہا ہے'' ...... جیگور نے کہا۔

''کہاں سے یہ اسلحہ لایا جا رہا ہے'' ...... صدر نے پوچھا۔

''پاکیشیا کے سنگلاخ علاقوں میں کافرستان سے اور گریٹ لینڈ اور دوسرے ایسے علاقوں سے جہاں سے ایسا اسلحہ خفیہ طور پر مل سکتا ہے'' ...... جیگور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کسی کو اس بارے میں علم تو نہیں ہوا'' ...... صدر نے پوچھا۔

''تمام مشن انتہائی خفیہ رکھا جا رہا ہے جناب'' ...... جیگور نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مشن کا آپریٹنگ سیشن کب شروع ہو گا'' ...... صدر نے پوچھا۔

''اس سلسلے میں کافرستان میں ایسے گروپس کے بارے میں میٹنگز جاری ہیں جنہیں اس مشن میں استعمال کیا جانا ہے''۔ جیگور

نے کہا۔

''آپ نے یہ اچھا کیا ہے کہ ہر اہم معاملہ کافرستان میں رکھا گیا ہے لیکن پاکیشیا میں فسادات کی حکمت عملی کیا بنائی گئی ہے جس سے ملک غیر مستحکم ہو جائے۔ کیا برسراقتدار پارٹی اس پر رضامند ہے یا نہیں'' ...... صدر نے پوچھا۔

''یس سر۔ انہیں کہا گیا ہے کہ اس طرح وہ آئندہ الیکشن آسانی سے جیت جائیں گے کیونکہ یہاں پاکیشیا میں عوام کی ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہیں جو ان سے اچھے وعدے کرے اور انہیں خوبصورت خواب دکھائے'' ...... جیگور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کسی لیکج کا تو خطرہ نہیں ہے'' ...... صدر نے کہا۔

''نو سر۔ تمام معاملات انتہائی احسن طریقے سے آگے بڑھ رہے ہیں اور ہم یقیناً مشن بلیک ڈے میں کامیاب رہیں گے اور پاکشیا میں درپردہ ہماری اور بظاہر ایکریمیا اور کافرستان کی حکومت ہو گی اور ہم اس سارے خطے پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے'' ...... جیگور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ لیکن میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ آپ نے اس مشن کو ہر صورت میں پاکیشیا سیکرٹ سروس سے بچانا ہے۔ کیا آپ نے اس سلسلے میں کوئی خصوصی اقدامات کئے ہیں'' ...... صدر نے کہا۔

''یس سر۔ آپ کے حکم پر ہی ہم نے مشن کے سلسلے میں ساری

میٹنگز کافرستان میں کی ہیں اور کر رہے ہیں اور اب ابتدائی مرحلہ جلد ہی مکمل ہونے والا ہے۔ اس کے بعد گروپس فائیٹنگ شروع ہو جائے گی جو روز بروز بڑھتی چلی جائے گی حتیٰ کہ کافرستان پاکیشیا پر کنٹرول کر لے گا''...... جیگور نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔ اوکے۔ گڈ لک''۔ صدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جیگور نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''صدر صاحب نجانے ایک پسماندہ ملک کی سیکرٹ سروس سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں۔ ویسے بھی سیکرٹ سروس ملک کے اندر کام نہیں کرتی، ملک سے باہر کرتی ہے۔ اس لئے وہ کس طرح حرکت میں آ سکتی ہے''...... جیگور نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر وہ سامنے کھلی پڑی فائل پر نظریں جماتے ہوئے جھک گیا لیکن چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو جیگور نے ایک بار پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... جیگور نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''پاکیشیا سے رافٹ کی کال ہے سر''...... دوسری طرف سے نسوانی آواز میں کہا گیا۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

''کراؤ بات''...... جیگور نے کہا۔

''ہیلو چیف۔ میں رافٹ بول رہا ہوں پاکیشیا سے''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

''کوئی خاص بات جو کال کیا ہے اور کیا تمہارا فون محفوظ ہے''...... جیگور نے کہا۔

''یس سر۔ سپیشل سیٹلائٹ فون سے کال کر رہا ہوں''...... رافٹ نے کہا۔

''اوکے۔ کیا رپورٹ ہے''...... جیگور نے کہا۔

''چیف۔ یہاں دارالحکومت میں بھاری مقدار میں اسلحہ ڈمپ کیا جا رہا ہے لیکن یہاں کچھ ایسے واقعات بھی ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے خطرے کی گھنٹیاں بھی بج رہی ہیں''...... رافٹ نے کہا تو جیگور بے اختیار چونک پڑا۔

''کیا کہہ رہے ہو۔ کھل کر بات کرو''...... جیگور نے تیز لہجے میں کہا

''چیف۔ پہلے سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ نے سنگلاخ علاقے میں ہمارے اسلحہ سپلائر کے اسلحہ ذخائر پر ریڈ کیا''...... رافٹ نے بولتے ہوئے کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔ یہی کہنا چاہتے ہو کہ یہ کارروائی سنٹرل انٹیلی جنس کے انسپکٹر شرافت کی نشاندہی پر کی گئی ہے اور پھر انسپکٹر شرافت کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے''...... جیگور نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی درمیان میں بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''چیف۔ معاملات اس سے بھی آگے پہنچ چکے ہیں۔ فضل خان کو بھی اس کی رہائشی کوٹھی میں ہلاک کر دیا گیا ہے اور ہماری

انکوائری کے مطابق یہ کام ایک خطرناک پیشہ ور قاتل گوبز کے
ذریعے کرایا گیا ہے اور اب حیرت انگیز طور پر اس گوبز کی لاش بھی
ایک ویران علاقے سے ملی ہے اور مزید انکوائری سے یہ بھی پتہ چلا
ہے کہ گوبز کی پارٹی سنگین علاقے کی بڑی پارٹی سٹانگر گروپ ہے
اور سٹانگر گروپ کا خاص آدمی کالا اس واردات میں ملوث ہے''
رافٹ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس میں ہمارے لئے خطرے کی کون سی گھنٹیاں ہیں
اسمگلر گروپوں کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں اور وہ ایک
دوسرے کے آدمی مارتے رہتے ہیں اور یہ ایسا صرف پاکیشیا میں
ہی نہیں پوری دنیا میں ہوتا ہے اور دوسری بات یہ کہ سٹانگر تو کبھی
کے سامنے ہی نہیں آیا۔ پھر اس کا نام کیسے لے لیا گیا''...... جیگور
نے تیز لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''چیف۔ آپ کی بات درست ہے لیکن مجھے اطلاعات مل رہی
ہیں کہ ملٹری انٹیلی جنس کے افراد بھی گوبز کے خلاف حرکت میں
آئے ہیں۔ یہاں شیراڈ کلب میں گوبز کے بارے میں وہ پوچھ گچھ
کرتے رہے ہیں۔ پھر اچانک وہ بھی غائب ہو گئے اور گوبز جو
کلب سے ملحقہ ایک ہاسٹل کے کمرے میں چھپا ہوا تھا غائب ہو گیا
اور پھر اس کی گولیوں سے چھلنی لاش ملی۔ دوسری طرف پاکیشیا
سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے انتہائی خطرناک ایجنٹ کا
شاگرد اور انڈر ورلڈ میں انتہائی خطرناک سمجھا جانے والا آدمی ٹائیگر

ہی دارالحکومت کے فور سیزن کلب کے جنرل مینجر براؤن سے
طویل مذاکرات کرتا رہا ہے اور براؤن کے بارے میں کہا جاتا ہے
کہ اس کے پاس ہر قسم کی اطلاعات پہنچتی رہتی ہیں۔ اس کے
پرسنل سیکرٹری کو جب اچھا خاصا معاوضہ دے کر ان دونوں کے
درمیان ہونے والی بات چیت کا ٹیپ سنا گیا تو ٹائیگر بھی اس اسلحے
اور اس کے پھیلاؤ کے بارے میں ہی بات کرتا رہا۔ وہ معلوم کرنا
چاہتا تھا کہ اس ساری گیم کے پیچھے اصل لوگ کون ہیں۔ براؤن
نے اسے بتایا کہ وہ ایک آدمی شنکر کو جانتا ہے جو کافرستان میں
اسلحہ اسمگلر ہے۔ اس سے زیادہ وہ نہیں بتا سکا تو ٹائیگر واپس چلا
گیا''...... رافٹ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''شنکر کافرستان میں ہے اس لئے ٹائیگر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا
بلکہ میں اسے احکامات دے دیتا ہوں کہ وہ یہاں ٹائیگر کا خاتمہ کرا
دے۔ باقی رہے وہ ملٹری انٹیلی جنس والے۔ ان کا بندوبست تم نہیں
کر سکتے''...... جیگور نے کہا۔

''میں نے ملٹری انٹیلی جنس میں بات کی ہے اور یہ حتمی بات
سامنے آئی ہے کہ ملٹری انٹیلی جنس میں ایسا کوئی کیس ہی نہیں ہے
اور نہ ہی ان حلیوں کے لوگ ملٹری انٹیلی جنس میں ہیں۔ اس کے
بعد میں نے سول انٹیلی جنس میں بات کی۔ وہاں سے بھی ان لوگوں
کا کوئی تعلق ثابت نہیں ہوا۔ پھر میں نے انڈر ورلڈ میں بات کی تو
پتہ چلا کہ کوئی چھوٹی سی سرکاری ایجنسی ہے جس کا نام فور سٹارز

ہے۔ یہ چار افراد کا گروپ ہے جو ملکی مفادات کے تحفظ کے اکثر سامنے آتا ہے۔ البتہ ایک اہم بات کا علم ہوا ہے کہ ا اسمگلنگ کے خلاف پہلے بھی فورسٹارز حرکت میں آتے رہے اور کئی بار تو عمران کو بھی ان کے ساتھ دیکھا گیا ہے''...... راف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو چار افراد کا خاتمہ کون سا مشکل کام ہے۔ تم یہ کام آ سے کرا سکتے ہو''...... جیگور نے کہا۔

''چیف۔ ان کے ہلاک ہوتے ہی سیکرٹ سروس حرکت میں جائے گی کیونکہ عمران ان کا ساتھی بھی ہے اور اس کا تعلق سیکر سروس سے ہے''...... رافٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ تمہاری یہ بات درست ہے۔ ٹھیک ہے۔ فوری ایکش لینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان کی نگرانی جاری رکھنا۔ اگر یہ خط بننے لگیں تو اڑا دینا''...... جیگور نے کہا۔

''یس چیف۔ حکم کی تعمیل ہو گی''...... رافٹ نے جواب د ہوئے کہا تو چیف نے رسیور رکھ دیا۔

''رافٹ نے سمجھ داری کی بات کی ہے''...... جیگور نے بڑبڑا ہوئے کہا اور ایک بار پھر سامنے پڑی فائل کی طرف متوجہ ہو گ لیکن اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تو اس نے چونک کر رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی انتہا

مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کافرستان میں شنکر جہاں بھی ہو اس سے فوری بات کراؤ''...... جیگور نے کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جیگور نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جیگور نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... جیگور نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''شنکر لائن پر ہے باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''یس چیف۔ میں شنکر بول رہا ہوں کافرستان سے''...... دوسری طرف سے ایک بھاری سی مردانہ آواز سنائی دی۔

''معاملات کیسے جا رہے ہیں شنکر''...... جیگور نے کہا۔

''یہاں تو ہر لحاظ سے اوکے ہیں چیف۔ بس سٹانگر نے فضل خان کے بارے میں شکایت کی تھی تو میں نے فضل خان کو فوری طور پر کافرستان بلا کر ان دونوں کی صلح کرا دی۔ اس طرح اب کوئی پرابلم نہیں رہا''...... شنکر نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تمہیں تازہ ترین اطلاعات نہیں مل سکیں۔ فضل خان کو اس کی رہائش گاہ میں ہلاک کر دیا گیا ہے اور فضل خان کو ہلاک کرنے والا ایک پیشہ ور قاتل گوبز تھا۔ اس گوبز کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے اور اس کی لاش ویران علاقے سے ملی ہے لیکن یہ حتمی معلومات ملی ہیں کہ گوبز کی پارٹی سٹانگر کا آدمی کالا

ہے اور اس کالے نے گوبز کے ذریعے فضل خان کو ہلاک کرایا ہے۔ اسی لئے تو میں نے پاکیشیا میں اپنے لوگوں کو کہہ دیا تھا کہ وہ اب فضل خان کی بجائے موتی کو پیمنٹ کریں گے کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی تھیں کہ فضل خان کے ہلاک ہونے کے خدشات موجود ہیں اور ویسا ہی ہوا''...... جیگور نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

''اب کیا کیا جا سکتا ہے چیف۔ میں نے تو کوشش کی تھی کہ صا صفائی ہو جائے''...... شنکر نے کہا۔

''اب ایک اور اطلاع بھی سن لو۔ اسی کے لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے''...... جیگور نے کہا۔

''یس سر''...... شنکر نے کہا۔

''پاکیشیا کی انڈر ورلڈ میں کام کرنے والا ایک آدمی جس کا نام ٹائیگر ہے تمہارے خلاف کام کر رہا ہے''...... جیگور نے کہا۔

''کیا کام چیف''...... شنکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پاکیشیا میں فورسیزن کلب ہے اس کا چیف براؤن ہے۔ ٹائیگر نے فضل خان کے اسلحے کے ذخیروں پر سنٹرل انٹیلی جنس کی ریڈ کے سلسلے میں کام کرتے ہوئے اس سے پوچھا کہ اس سب کھیل کے پیچھے اصل آدمی کون ہے تو اس براؤن نے تمہارا نام لیا ہے اس لئے اس سے پہلے کہ ٹائیگر تمہارے خلاف کوئی کام کرے تم ٹائیگر اور اس براؤن کو جس نے تمہاری مخبری کی ہے فوری ہلاک کرا دو''...... جیگور نے کہا۔

''میں نے ٹائیگر اور براؤن دونوں کے بارے میں سنا ہوا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہ دونوں دو روز سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں گے۔ ویسے چیف آپ کی تازہ ترین معلومات نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے''...... شنکر نے کہا۔

''گڈ کمنٹ''...... جیگور نے کہا اور پھر مسکراتے ہوئے اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

ٹائیگر نے کار عمران کے فلیٹ کے نیچے سائیڈ پر روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہ اوپر دروازے پر پہنچ گیا۔ عمران سے فون پر وہ بات کر چکا تھا اور عمران نے ہی اسے فلیٹ پر کال کیا تھا اس لئے دروازے پر جا کر اس نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا کہ دروازے پر کون ہے تو ٹائیگر نے اپنا نام بتا دیا۔ دروازہ کھلا تو سلیمان سامنے موجود تھا۔ رسمی سلام دعا کے بعد ٹائیگر آگے بڑھتا ہوا سٹنگ روم میں داخل ہوا اور عمران سے سلام دعا کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمران کے ہاتھ میں ایک سائنس میگزین تھا۔ اس نے اسے بند کر کے واپس سائیڈ میز پر رکھ دیا۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کہ یہ کافرستان کا شنکر کون ہے اور کیا کرتا

ہے''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے فور سیزن کلب کے براؤن سے ہو جانے والی ملاقات اور اس سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل دوہرا دی۔

''تو تم اس سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو کہ دارالحکومت میں حساس اسلحہ اکٹھا کر کے یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں''...... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کوئی جواب دیتا سلیمان ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میں بسکٹ کی دو پلیٹس اور دو چائے کی پیالیاں موجود تھیں۔

''شکریہ سلیمان''...... ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور سلیمان مسکراتا ہوا واپس چلا گیا۔

''باس۔ یہ تو معلوم ہے کہ یہ ہمارے ملک میں فسادات پھیلا کر ملک اور اس کی سلامتی کو عدم استحکام سے دوچار کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس سارے خطے میں اسرائیل اور ایکریمیا کا بذریعہ کافرستان کنٹرول ہو سکے اور مسلمانوں کے اس نظریاتی ملک کو جو اہمیت حاصل ہے اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ میں تو اس شنکر سے یہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ اس سازش میں اس کے ساتھ اور کون کون شامل ہیں کیونکہ اتنی بڑی سازش میں صرف ایک آدمی شامل نہیں ہو سکتا''...... ٹائیگر نے بسکٹ اور چائے لیتے ہوئے کہا۔

''خود تو بتا رہے ہو کہ اصل گیم کے پیچھے اسرائیل اور ایکریمیا

ہیں۔ جس طرح تمہارے سامنے فور سیزن کلب کے براؤن نے شنکر کا نام لے دیا ہے اسی طرح شنکر کسی اور کا نام لے دے گا''۔ عمران نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ اس طرح ہمیں آگے بڑھنے کا راستہ مل جائے گا اور ہم اصل لوگوں تک بھی پہنچ جائیں گے''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''شنکر کے بارے میں جو معلومات تمہارے فون آنے کے بعد میں نے حاصل کی ہیں ان کے مطابق شنکر براہ راست اسرائیلی ایجنٹ ہے اور تمام بڑی یہودی تنظیموں کے مفادات کا وہ کافرستان میں خیال رکھتا ہے اس لئے براؤن نے شنکر کا نام لے کر تم پر بہت بڑی مہربانی کی ہے ورنہ وہ کسی بھی عام اسلحہ اسمگلر کا نام لے سکتا تھا۔ میں نے تمہیں یہاں اس لئے بلایا ہے کہ تمہیں بتا سکوں کہ تم نے شنکر سے اس کے کسی کافرستانی ساتھی کا نام پوچھ کر اسے ہلاک نہیں کرنا بلکہ یہودیوں کی اس تنظیم کے بارے میں معلوم کرنا ہے جس کے تحت یہاں پاکیشیا میں یہ سارا کام ہو رہا ہے تاکہ اصل لوگوں پر ہاتھ ڈالا جا سکے ورنہ تو ہم اسلحہ پکڑ لیں گے لیکن چند روز بعد یہ دوبارہ اسلحہ اکٹھا کرنا شروع کر دیں گے۔ بین الاقوامی سطح کی سازش میں چھوٹے چھوٹے نقصانات کو نہیں دیکھا جاتا''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے باس۔ ویسے میں یہ سمجھا تھا کہ شاید آپ نے اس

لئے مجھے بلایا ہے کہ آپ بھی میرے ساتھ کافرستان جانا چاہتے ہیں''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''اب تم بچہ ٹائیگر نہیں، جوان ٹائیگر بن چکے ہو اس لئے اب تمہاری حفاظت کے لئے مجھے تمہارے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے''...... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اس کمپلیمنٹ کا شکریہ باس۔ میں آپ کی بات کا خیال رکھوں گا۔ اب اجازت دیں۔ خدا حافظ''...... ٹائیگر نے اٹھ کر سلام کرتے ہوئے کہا اور پھر مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فلیٹ کی سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے ایک سائیڈ پر موجود اپنی کار کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ اس کی چھٹی حس نے یکلخت الارم بجایا اور اسی لمحے اس کی نظریں سامنے موجود ایک سرخ رنگ کی کار پر پڑیں جس کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ایک آدمی کے ہاتھ میں مشین گن تھی اور اس کا ٹارگٹ ٹائیگر ہی تھا۔ یہ تصویر ایک لمحے کے لئے اس کی نظروں کے سامنے سے گزری تو اس نے یکلخت غوطہ مارا اور اپنی کار کی اوٹ لینے کی کوشش کی اور گولیوں کا برسٹ اس سے صرف ایک ڈیڑھ انچ کے فاصلے سے گزر گیا۔ ٹائیگر نے غوطہ لگاتے ہی جسم کو بجلی کی سی تیزی سے موڑا اور اس کا اپنی کار کی اوٹ میں جاتا ہوا جسم یکلخت دوسری طرف کو مڑا اور عین اسی لمحے گولیوں کا دوسرا برسٹ اس کے جسم کو تقریباً چھوتا ہوا نکل گیا لیکن ٹائیگر اب کار کی اوٹ میں محفوظ ایریا میں پہنچ چکا تھا اور شاید اسی بات کو مدنظر رکھتے

ہوئے حملہ آوروں نے مزید آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی بجائے فرار کا راستہ اپنایا اور کار کے ٹائروں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر سرخ رنگ کی کار بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ ٹائیگر نے سر اوپر کو اٹھایا تو وہ سرخ رنگ کی کار اگلے چوک سے مڑ کر بائیں ہاتھ پر جانے والی سڑک پر مڑی اور پھر نظروں سے غائب ہو گئی۔

اردگرد کا ٹریفک ویسے ہی چلتا رہا کیونکہ یہ سب کچھ آناً فاناً محض چند سیکنڈوں میں ہی مکمل ہو گیا تھا اور شاید فائرنگ کی آواز کے علاوہ اور کوئی بات کسی کی سمجھ میں ہی نہ آئی تھی۔ ٹائیگر نے اپنی کار کا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار سٹارٹ کی اور پھر اسے ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دیا۔ اس کے ذہن میں کھلبلی سی مچی ہوئی تھی کیونکہ اس طرح کھلے عام دلیرانہ حملہ کرنے والے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جس انداز میں حملہ کیا گیا تھا۔ یہ تو ٹائیگر کی قسمت تھی یا ابھی اس کی زندگی باقی تھی کہ وہ بچ گیا تھا ورنہ اس کے بچنے کا پوائنٹ ایک فیصد بھی چانس نہ تھا۔ سیڑھیاں اتر کر اپنی کار کی طرف مڑتے ہی اس پر فائر کھول دیا گیا تھا اور یہ صرف اس کی چھٹی حس تھی یا اس کی تربیت کہ اس نے لاشعوری طور پر نہ صرف غوطہ مار دیا تھا بلکہ درمیان میں جسمانی پوزیشن بھی بدل لی تھی۔ وہ مسلسل یہی سوچتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا کہ اس نے ایک لمحے کے ہزارویں حصے کے لئے اس حملہ آور آدمی کو دیکھا تھا اس لئے وہ اس کے ذہن میں نہ آ رہا تھا۔

اس طرح وہ کار کا رجسٹریشن نمبر بھی چیک نہ کر سکا تھا لیکن کار کا مخصوص سرخ رنگ اور اس کا ماڈل اس کے ذہن میں تھا۔ کار ایک غیر ملکی کمپنی کی تھی اور جس ماڈل کی یہ کار تھی اس ماڈل کی کاریں ابھی بہت کم تعداد میں نظر آتی تھیں۔

ٹائیگر یہی سوچتا ہوا آگے ایک سڑک پر مڑا اور پھر ایک کار ڈیلر کے بڑے سے شورم میں مڑ گیا۔ وہاں کاروں کا جیسے سیلاب آیا ہوا تھا۔ ہر ماڈل، ہر رنگ اور ہر کمپنی کی کار وہاں موجود تھی۔ ٹائیگر نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ عقبی سائیڈ پر موجود کار ڈیلر آصف کے آفس کی طرف بڑھنے لگا۔ آصف گزشتہ دو سالوں سے کار ڈیلنگ کا کاروبار کر رہا تھا۔ اسے کاروں کا انسائیکلو پیڈیا کہا جاتا تھا۔ آصف کو بھاری جوا کھیلنے کا جنون تھا اور یہ بات بھی ٹھیک تھی کہ وہ اکثر بھاری رقومات بھی جیت جاتا تھا لیکن بعض اوقات وہ واقعی قلاش بھی ہو جاتا تھا اور ایسے موقعوں پر اسے کلب سے ہی ادھار لینا پڑ جاتا تھا اور پھر کلب والوں کو جب بروقت رقم نہ ملتی تو وہ سخت رویہ اپنا لیتے تھے۔ ایک بار ایسے ہی وقت ٹائیگر درمیان میں کود پڑا تھا اور اس نے ان کلب والوں سے آصف کی جان چھڑوائی تھی۔ تب سے آصف کی ٹائیگر کے ساتھ خاصی گہری دوستی چلی آ رہی تھی اس لئے جب بھی ٹائیگر کو کسی کار کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوتیں تو وہ آصف سے ہی رابطہ کرتا تھا۔ اب بھی سرخ رنگ کی کار اس کے ذہن میں گھوم رہی تھی اور وہ اسی

سلسلے میں آصف سے بات کرنے آیا تھا۔ آصف اپنے آفس میں موجود تھا۔ اس نے اٹھ کر ٹائیگر کا استقبال کیا اور فوراً ہی اس کے لئے مشروب منگوا لیا۔

''آج بہت دنوں بعد چکر لگایا ہے آپ نے''...... ادھیڑ عمر آصف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ایک کام سے آیا ہوں۔ مجھے ایک کار کو ٹریس کرنا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کار کو۔ کس کار کو''...... آصف نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''گہرے سرخ رنگ کی جس میں ہلکی سی قرمزی رنگ کی جھلک نمایاں ہے اور سپرانتو کمپنی کا بالکل جدید فراری ماڈل''...... ٹائیگر نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''اور کچھ''...... آصف نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس کی خصوصی بات۔ اس کی ہیڈ لائٹس جو سرچ لائٹس کی طرح چاروں طرف گھومتی ہیں''...... ٹائیگر نے جواب دیا تو آصف نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اسی لمحے ملازم نے مشروب کی بوتل لا کر میز پر رکھ دی جسے آصف نے اٹھا کر ٹائیگر کے سامنے رکھ دیا۔

''دارالحکومت میں ایسی صرف چار کاریں ہیں جن میں سرخ رنگ کی دو کاریں ہیں اور ان دونوں میں سے بھی ایک کار سڑکوں پر چل رہی ہے جبکہ ایک کار میرے ذریعے سے ایک بیوروکریٹ کو

ماہانہ کرائے پر دی گئی ہے اس لئے وہ بہت کم سڑکوں پر نظر آتی ہے''...... آصف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

'' جو ایک کار سڑک پر چل رہی ہے وہ کس کے پاس ہے''۔ ٹائیگر نے مشروب سپ کرتے ہوئے کہا۔

''میرا نام تو سامنے نہیں آئے گا''...... آصف نے کہا۔

''تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہے تو پھر کہنے کی وجہ''...... ٹائیگر نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

''ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آدمی جس کے پاس یہ کار ہے انتہائی بااثر اور طاقتور آدمی ہے۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں نے اس کی مخبری کی ہے تو وہ شوروم سمیت مجھے جلا کر راکھ کرا دے گا''...... آصف نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں حلف دیتا ہوں کہ تمہارا نام سامنے نہیں آئے گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تو پھر سنو۔ بلیو مون کلب کے جنرل مینجر اور مالک ڈان کے پاس یہ گاڑی ہے اور اس کا ڈرائیور اسے عام سڑکوں پر لئے پھرتا ہے''...... آصف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ ڈان خود بھی لوگوں پر حملے کرتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ارے نہیں۔ وہ آفس میں بیٹھ کر حکم دیتا ہے۔ اسے خود ایسے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے''...... آصف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ تھینک یو۔ اور اب سب کچھ بھول جاؤ''...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر آصف سے مصافحہ کر کے وہ اس کے آفس سے باہر نکلا اور اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ٹائیگر کی کار کا رخ اب بلیو مون کلب کی طرف تھا جو دارالحکومت کے شمالی علاقے میں واقع تھا اور یہ انڈر ورلڈ میں خاصا بدنام کلب تھا۔ یہ جرائم پیشہ افراد کا گڑھ تھا اور یہاں گھٹیا درجے کے بدمعاش ہر وقت بھرے رہتے تھے۔ ٹائیگر بھی کبھی کبھار ہی ادھر آتا تھا ورنہ عام حالات میں وہ ایسے گھٹیا بدمعاشوں کے کلبوں میں جانے سے گریز کرتا تھا۔ کار چلاتے ہوئے وہ مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ اسے ٹارگٹ آخر کیوں بنایا گیا ہے اور پھر اس طرح کھلے عام حملہ کرنا اس کے لئے عجیب سی بات تھی۔ اس کی ایک ہی وجہ ہوسکتی تھی کہ حملہ آوروں کو بے حد جلدی ہو لیکن ایسی کوئی جلدی اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ بہرحال یہی سوچتا ہوا وہ بلیو مون کلب پہنچ گیا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اترا تو اس کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ تیرنے لگی کیونکہ وہ مخصوص سرخ رنگ کی کار یہاں موجود تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ آصف نے درست نشاندہی کی ہے لیکن اب ٹائیگر کے لئے میک اپ کرنا ضروری تھا کیونکہ حملہ آور اسے گھیر سکتے تھے۔ یہ ان کا اپنا اڈا تھا۔ اس نے سائیڈ سیٹ اٹھا کر نیچے موجود باکس میں سے ریڈی میڈ میک اپ بیگ اٹھایا اور اس میں سے میک اپ ماسک نکال کر اس نے بیگ

بند کر کے واپس رکھا اور ماسک منہ اور سر پر چڑھایا اور سامنے لگے ہوئے کار کے آئینے میں دیکھتے ہوئے ہاتھوں اور انگلیوں سے ماسک کو ایڈجسٹ کر لیا۔ جب اس کی تسلی ہو گئی کہ عام حالات میں اسے کوئی چیک نہ کر سکے گا تو اس نے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر آیا۔ اسی لمحے پارکنگ بوائے اسے باہر نکلتا دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اس نے پارکنگ کارڈ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

''یہ خوبصورت سرخ رنگ کی کار کس کی ہے۔ بے حد خوبصورت ماڈل ہے''...... ٹائیگر نے سائیڈ پر موجود سرخ کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''کلب کے مالک اور جنرل مینجر صاحب کی ہے''...... نوجوان نے جواب دیا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا کسی اور کار کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر نے میک اپ دانستہ غنڈوں اور بدمعاشوں والا نہ کیا تھا کیونکہ نئے غنڈے کو گھیر لیا جاتا ہے جب تک وہ یہ نہ بتائے کہ وہ کون ہے اور اس کا تعلق کس گروپ سے ہے اور وہ یہاں کیوں آیا ہے۔ خاص طور پر اکیلے آدمی کے ساتھ ضرور ایسا کیا جاتا ہے۔ ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مین گیٹ کے قریب ہی پبلک فون بوتھ موجود تھا۔ اسے دیکھ کر ٹائیگر کو ایک خیال آیا تو وہ ہال میں جانے کی بجائے فون بوتھ میں داخل ہوا۔ اس نے رسیور اٹھا کر انکوائری کا نمبر پریس کر دیا کیونکہ انکوائری کے لئے کارڈ یا سکے ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ انکوائری سے اس

نے فور سیزن کلب کا نمبر معلوم کیا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے جیب سے خصوصی کارڈ نکال کر فون سیٹ کے نیچے بنے ہوئے خانے میں ڈال دیا تو اس پر سبز رنگ کا ایک نقطہ جل اٹھا تو ٹائیگر نے انکوائری سے معلوم کردہ فور سیزن کلب کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''فور سیزن کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''براؤن سے بات کرائیں۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''سوری جناب۔ براؤن کو ان کے آفس میں گھس کر چند نامعلوم حملہ آوروں نے ہلاک کر دیا ہے۔ اب ان کی جگہ اوبرائے صاحب ہیں۔ ان سے بات کرنا چاہیں تو میں لائن ملوا دیتی ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہاں۔ کراؤ بات''...... ٹائیگر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اسے یہ خبر سن کر واقعی دھچکا لگا تھا۔

''ہیلو۔ اوبرائے بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں اوبرائے۔ یہ کیسی خبر ہے براؤن کے بارے میں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''خبر درست ہے جناب۔ مشین گنوں سے مسلح چار افراد کلب

میں داخل ہوئے اور انہوں نے وہاں اندھا دھند فائرنگ کی اور پھر وہ براؤن صاحب کے آفس میں گھس گئے اور انہیں گولیوں سے چھلنی کر کے واپس چلے گئے۔ پولیس کارروائی کر رہی ہے لیکن ابھی تک مجرموں کو گرفتار نہیں کیا جا سکا''...... اوبرائے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''یہ واردات کب ہوئی ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''تین گھنٹے پہلے''...... اوبرائے نے جواب دیا۔

''ویری سیڈ نیوز۔ اوکے''...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ جس انداز میں اس پر کھلے عام حملہ کیا گیا تھا اور جس انداز میں براؤن پر حملہ کیا گیا ہے اس سے اسے شک پڑ رہا تھا کہ حملہ آور کسی بڑے مقصد کے لئے یہ سب کر رہے ہیں اور اس کے ذہن میں شک ابھرا کہ براؤن نے جو بات اسے بتائی ہے وہ لیک ہو گئی ہے جس کے نتیجے میں یہ کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ وہ تو اللہ کی رحمت سے اچانک اور کھلے حملے سے بچ گیا لیکن براؤن نہ بچ سکا۔ اس نے فون سیٹ سے اپنا کارڈ نکالا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ فون بوتھ سے باہر آیا اور کلب کے مین ہال میں داخل ہو گیا۔ وہاں شراب اور منشیات کی بو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور وہاں عام سطحی غنڈوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ عورتیں بھی تھیں جو اپنے انداز اور حرکتوں کی وجہ سے ان کی ہی ساتھی دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے دو لڑکیاں موجود تھیں۔

"یس سر"...... ایک لڑکی نے ٹائیگر کو دیکھ کر بڑے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈان اپنے آفس میں ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"یس سر۔ لیکن چیف اجنبیوں سے ملاقات نہیں کرتے۔ آپ منیجر صاحب سے مل لیں"...... لڑکی نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"مشورے کا شکریہ۔ اپنے چیف کو کہو کہ کافرستان سے شنکر کا آدمی آیا ہے۔ میرا نام کمار ہے"...... ٹائیگر نے کہا تو لڑکی نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سر۔ کاؤنٹر سے بول رہی ہوں۔ ایک صاحب آئے ہیں۔ آپ سے ملاقات چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ کافرستان کے شنکر کے آدمی ہیں اور ان کا نام کمار ہے"...... لڑکی نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"یہ لیجئے چیف سے بات کیجئے"...... لڑکی نے دوسری طرف سے بات سن کر اٹھ کر رسیور ٹائیگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یس۔ کمار بول رہا ہوں۔ آپ کو چیف شنکر کا اہم اور ضروری پیغام دینا ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کس سلسلے میں"...... دوسری طرف سے بھاری آواز میں کہا گیا۔ لہجہ بھی خاصا سخت تھا۔

"جس سلسلے میں آپ کی ایک کارروائی کامیاب رہی ہے ایک ناکام"...... ٹائیگر نے اندازے سے کہا۔

"اوہ اچھا۔ رسیور لڑکی کو دیں"...... اس بار بولنے والے کا لہجہ نرم پڑ گیا تھا۔ ٹائیگر نے رسیور لڑکی کو دے گیا۔

"یس چیف"...... لڑکی نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کمار کو میرے آفس بھجوا دیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔ آواز اتنی اونچی تھی کہ ہلکی سی آواز ٹائیگر کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔

"یس چیف"...... لڑکی نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے سائیڈ پر موجود ایک نوجوان کو بلایا تو وہ نوجوان فوراً قریب آ گیا۔

"انہیں چیف کے آفس تک چھوڑ آؤ"...... لڑکی نے اس نوجوان سے کہا۔

"آیئے جناب"...... اس نوجوان نے ٹائیگر سے کہا اور پھر ٹائیگر سائیڈ گلی سے ہوتا ہوا عقبی طرف ایک آفس تک پہنچ گیا۔ خاصا بڑا آفس تھا جس میں ایک بانس کی طرح دبلا پتلا آدمی سوٹ پہنے بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے پر زخموں کے سینکڑوں مندمل شدہ نشانات تھے۔ چہرہ بڑا اور ٹھوڑی ہتھوڑے کی طرح تھی۔ وہ دیکھنے سے ہی کوئی پیشہ ور قاتل اور لڑاکا دکھائی دیتا تھا۔ سر پر چھوٹے چھوٹے بال تھے جو سرکنڈوں کی طرح اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔

"بیٹھو"...... اس دبلے پتلے آدمی ڈان نے کہا تو ٹائیگر بیٹھ گیا۔

"ہاں۔ اب بولو۔ کیا پیغام ہے"...... ڈان نے بڑے روکھے سے لہجے میں کہا۔

"مجھے پہلے دروازہ بند کرنا ہو گا"......ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا
اور پھر مڑ کر اس نے دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ اس کے
بعد وہ مڑا اور میز کی سائیڈ سے ہوتا ہوا وہ ڈان کے قریب پہنچ کر
کرسی پر بیٹھ گیا۔

"دو ٹارگٹ دیئے گئے تھے۔ ایک میں ناکامی کیوں"...... ٹائیگر
نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے بڑے پراسرار سے انداز میں کہا۔

"حملہ ناکام ہو گیا ہے۔ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ جلد
دوسرا حملہ کیا جائے گا۔ اور سنو۔ جا کر اپنے باس کو بتا دو کہ ڈا
اتنا بھی چھوٹا نہیں ہے کہ تم جیسے اس کے نمائندے اس سے ا
طرح جواب طلب کرتے رہیں"...... ڈان نے خاصے غصیلے
میں کہا۔

"او کے۔ او کے۔ تمہاری عزت ہمیں بے حد عزیز ہے
ڈان۔ لیکن ناکامی ہم برداشت نہیں کر سکتے اس لئے یہ بتاؤ
نے کس آدمی کو بھیجا تھا جو ناکام ہوا ہے تاکہ اس کو اس ناکا
سزا دی جائے"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ میرا آدمی ہے۔ تمہارا نہیں۔ تمہارا کام ہو جائے گا۔
اور اب تم جاؤ"...... ڈان نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

"صرف نام بتانے میں کیا حرج ہے۔ بتاؤ"...... ٹائیگر نے
کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"آئی سے گٹ آؤٹ"...... ڈان نے اس بار انتہائی غصے ۔

لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی اور وہ اڑتا
ہوا کرسی سے نکل کر اوپر میز پر آ گرا۔ ٹائیگر نے اس کی گردن پر
ہاتھ ڈال دیا تھا اور ایک جھٹکے سے اس دبلے پتلے آدمی کو اٹھا کر میز
پر پھینک دیا تھا۔

"بولو ورنہ۔ بولو"...... ٹائیگر نے گردن پر موجود ہاتھ کو مخصوص
انداز میں جھٹکے دیتے ہوئے کہا۔

"ڈینین۔ ڈینین"...... ڈان نے رک رک کر کہا۔ البتہ اس کا
میز پر پڑا ہوا جسم کسی ذبح ہونے والی بکری کی طرح پھڑک رہا تھا
اور دوسرے لمحے ٹائیگر نے اپنے اس ہاتھ پر جس سے اس نے
ڈان کا گلا پکڑا ہوا تھا دوسرا ہاتھ مخصوص انداز میں مارا تو کٹاک کی
آواز کے ساتھ ہی ڈان کا جسم ایک لمحے کے لئے زور سے تڑپا اور
پھر ساکت ہو گیا۔ ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور عقبی طرف بڑھ گیا
جہاں دروازہ موجود تھا۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ کلبوں میں عقبی راستے
رکھے جاتے ہیں اور یہ راستے عام طور پر جنرل مینجر یا مالکوں کے
آفس سے ہی شروع ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہی ہوا۔ تھوڑی دیر بعد
ٹائیگر اس دوسرے راستے سے گزر کر عقب گلی میں پہنچ گیا۔ اسے
معلوم تھا کہ ڈان کے آفس کا دروازہ اندر سے لاکڈ ہے اس لئے
آسانی سے نہیں کھلے گا اور اسے باقاعدہ توڑنا پڑے گا۔ اس طرح
اسے یہاں سے نکلنے کے لئے کافی وقت مل جائے گا۔ اس نے فون
کرنے کے بعد جب براؤن کی موت کی خبر سنی تھی تو اسے خیال آیا

تھا کہ یہ کارروائی اس کے اور براؤن کے خلاف شنکر ہی کرا سکتا ہے اور اب ڈان سے مل کر یہ خیال کنفرم ہو گیا تھا۔ گو اس کا دل چاہا تھا کہ وہ فور سیزن کلب جا کر اس آدمی کا کھوج نکالے جس نے یہ بات چیت شنکر تک پہنچائی ہے لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ جو کچھ وہ جاننا چاہتا تھا وہ اس نے جان لیا تھا۔ اب رہا ڈینین تو اسے ٹائیگر بہت اچھی طرح جانتا تھا لیکن حملے کے وقت وہ اسے پہچان نہ سکا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ڈینین نے میک اپ کیا ہوا تھا۔ ڈینین انڈر ورلڈ کا معروف قاتل تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ڈرگ اسمگلنگ کے سلسلے میں بھی ملوث تھا۔

ٹائیگر ایک لمبا چکر کاٹ کر سامنے کے رخ سے کلب کے کمپاؤنڈ ایریا میں داخل ہوا اور پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کلب میں کوئی گڑبڑ نہ تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ ابھی ڈان کی لاش سامنے نہیں آئی تھی۔ اس نے پارکنگ بوائے کو کارڈ دیا اور پھر کار نکال کر وہ کلب کی حدود سے باہر آ گیا۔ اب اسے ڈینین کی تلاش تھی۔ قریب ہی ایک اور کلب تھا۔ ٹائیگر اس کلب کی طرف مڑ گیا۔ پھر کلب کی پارکنگ میں اس نے کار روکی اور سب سے پہلے چہرے پر موجود میک اپ اتارا اور پھر وہ نیچے اترا اور کار لاک کی۔ اسی لمحے پارکنگ بوائے نے اسے کارڈ دیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ ٹائیگر نے کارڈ جیب میں ڈالا اور کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کلب میں زیادہ لوگ نہ تھے۔ شاید اس لئے کہ ابھی

شام بھی نہ ہوئی تھی اور ایسے کلبوں میں رات گئے رش ہوتا تھا۔ ٹائیگر کاؤنٹر کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ عقب سے کسی نے اس کو نام لے کر پکارا تو وہ چونک کر مڑا اور دوسرے لمحے اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑنے لگی کیونکہ یہ راڈش کلب کا اسسٹنٹ مینجر کولون تھا جو اس کا گہرا دوست تھا۔ کولون کو انڈر ورلڈ کا کیڑا یا انسائیکلو پیڈیا کہا جاتا تھا۔

''تم ادھر کیسے نظر آ رہے ہو کولون''...... ٹائیگر نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں تو یہاں مینجر سے ملنے آیا تھا۔ آپ کیسے''...... کولون نے کہا۔

''ایک ٹریننگ کے سلسلے میں کام کر رہا تھا۔ اچھا ہوا تم مل گئے۔ آؤ بیٹھ کر کافی پیتے ہیں''...... ٹائیگر نے کہا اور کولون نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ایک سائیڈ پر موجود ٹیبل پر بیٹھ کر انہوں نے ویٹر کو ہاٹ کافی لانے کا کہہ دیا۔

''یہ بتاؤ کولون کہ ڈینین اس وقت کہاں ملے گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ڈینین اپنے کلب میں ہو گا۔ بلیو مون کلب یہاں سے قریب ہی ہے۔ کیوں''...... کولون نے کافی کا کپ منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

''کیا وہ مستقل وہیں رہتا ہے''...... ٹائیگر نے بھی کافی کی چسکی

لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ لیکن بات کیا ہے۔ کھل کر بتاؤ تا کہ میں تمہاری مدد کر سکوں''...... کولون نے کہا۔

''اب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے میں اپنے استاد عمران صاحب کے فلیٹ کی سیڑھیاں نیچے اترا اور نیچے موجود اپنی کار کی طرف بڑھا تو ایک سرخ رنگ کی کار سے مجھ پر مشین گن کا برسٹ مارا گیا۔ قدرت کو منظور تھا کہ میں بچ گیا۔ پھر دوسرا برسٹ مارا گیا لیکن میں پہلے ہی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ پھر حملہ آور کار سمیت فرار ہو گئے۔ میں نے سرخ کار کا سراغ لگایا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ کار بلیو مون کلب کے مالک اور جنرل مینجر ڈان کی ہے۔ میں نے ڈان پر چڑھائی کر دی۔ اس نے بتایا کہ مجھ پر حملہ کرنے والا ڈینین تھا۔ اب میں اسے تلاش کرتا ہوا یہاں آیا ہوں کہ تم مل گئے ہو''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''ڈان کا کیا ہوا''...... کولون نے پوچھا۔

''جو ایسے لوگوں کا ہو سکتا ہے۔ فنش کر دیا میں نے اسے کیونکہ اصل حملہ تو اس نے کرایا تھا مجھ پر''...... ٹائیگر نے کہا۔

''پھر تو آپ کو وہاں پہچان لیا گیا ہو گا۔ وہ لوگ آپ کو جانتے ہیں''...... کولون نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''میں نے ماسک میک اپ کیا ہوا تھا''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو تم اب ڈینین کو فنش کرنا چاہتے ہو حالانکہ ڈان کی موت کے بعد اب ڈینین ویسے بھی تم پر مزید حملہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ ڈان کے حکم پر ہی کام کر رہا تھا''...... کولون نے کہا۔

''سوری کولون۔ اس نے مجھ پر کھلے عام حملہ کر کے اپنے لئے ہر قسم کی رعایت ختم کرا دی ہے۔ تم صرف اتنا بتا دو کہ ڈینین کی رہائش گاہ کہاں ہے اور مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ تا کہ تم پر کوئی حرف نہ آئے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ڈینین کی رہائش گاہ البرٹ کالونی میں ہے۔ البرٹ روڈ پر یہ کالونی خاصی قدیم ہے۔ اس کی کوٹھی نمبر چھبیس میں ڈینین رہتا ہے لیکن یہ بتا دوں کہ ڈان کی موت سے ڈینین سمجھ سکتا ہے کہ یہ تم نے کیا ہے اور وہ بھی اسی طرح ڈان کو اپنا استاد سمجھتا ہے جس طرح تم عمران صاحب کو اپنا استاد سمجھتے ہو اس لئے بہتر ہے کہ تم میک اپ میں رہو''...... کولون نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ مشورے کا شکریہ۔ میں اس پر عمل کروں گا''۔ ٹائیگر نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اور پھر کولون تو اندرونی طرف مڑ گیا جبکہ ٹائیگر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بڑی جیپ تیزی سے سنگلاخ علاقے کی تنگ اور خطرناک سڑکوں پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر صدیقی تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر نعمانی اور عقبی سیٹ پر چوہان اور خاور بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اس جیپ پر دارالحکومت سے سنگلاخ علاقے میں پہنچے تھے۔ طویل مسافت طے کرنے کے بعد اب وہ کاروش شہر کے قریب پہنچ چکے تھے اور ان کا ٹارگٹ کالے کلب کا مالک اور جنرل مینجر سورج خان عرف کالا تھا جس نے ایک پیشہ ور قاتل گوبز کے ذریعے فضل خان کو ہلاک کرایا تھا۔ انہیں فضل خان کی موت یا زندگی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ دراصل اس کالے خان سے یہ معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اسلحے کے اسمگلر اسلحے کے ڈھیر دارالحکومت میں کیوں اور کس کے کہنے پر سپلائی کر رہے ہیں اور ان کے پیچھے اصل کردار کون ہے۔

”اس کالے کے پیچھے کون ہو سکتا ہے صدیقی۔ کوئی اور بڑا اسمگلر ہو گا۔ کیا ہم اس طرح اصل مشن مکمل کر لیں گے“...... نعمانی نے کہا۔

”اس کے علاوہ اور تو ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے“۔ صدیقی نے کہا۔

”میرے خیال میں ہم سے پہلے عمران صاحب اس بارے میں معلومات حاصل کر لیں گے اس لئے ہمیں خاموش ہو کر بیٹھ جانا چاہئے“...... عقبی سیٹ پر بیٹھے خاور نے کہا۔

”اب بھی ہم بیٹھے ہی ہیں۔ کون سا کام ہو رہا ہے“...... چوہان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”چلو کسی نہ کسی بہانے حرکت میں تو ہیں“...... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اصل میں جو صورت حال سامنے نظر آ رہی ہے ہم سب اس سے نظریں چرا رہے ہیں۔ ہمارے ملک کو بین الاقوامی سازش کے تحت تباہ وہ برباد کرنے کی پلاننگ پر عمل ہو رہا ہے۔ ابھی ابتدائی کام ہو رہا ہے اور وہ ہے دارالحکومت میں اس قدر حساس اور جدید اسلحہ اکٹھا کر لینا کہ حکومت چاہے بھی تو اسے چیک نہ کر سکے۔ اس کے بعد کرمنل گروپوں اور مافیاز کو یہ اسلحہ دے کر ایک دوسرے سے لڑا دینا۔ پھر ظاہر ہے موت کا طوفان برپا ہو جائے گا۔ ہر طرف قتل عام ہو گا۔ بے گناہ لوگ مریں گے۔ پورے ملک میں

واویلا شروع ہو جائے گا اور پھر وہ وقت آ جائے گا کہ پولیس سمیت تمام سیکورٹی ایجنسیاں ناکام ہو جائیں گی۔ حکومت منجمد کر دی جائے گی اور عوام خود ہی دوسرے ممالک کو اپنے ملک میں آنے کی دعوت دینا شروع کر دیں گے۔ اس طرح دنیا کا ایک عظیم ملک عظیم المیہ سے دوچار ہو کر رہ جائے گا اور یہاں ہمارے دشمنوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس تمام پلاننگ کے پہلے مرحلے پر کام ہو رہا ہے اور اگر ہم اس پہلے مرحلے کو ہی روکنے اور ان طاقتوں کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو گئے تو ملک کو اور ملک کے بے گناہ عوام کو بچانے اور دشمنوں کی خوفناک سازش کو بھی ناکام بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے''...... صدیقی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا تو سب کے چہروں پر شرمندگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''ہم شرمندہ ہیں صدیقی۔ ہمیں ان گھمبیر حالات میں اس قدر خوفناک سازش کا تصور ہی نہیں تھا۔ اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے اس لئے اب ہم واقعی کام کر رہے ہیں''...... چوہان نے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

''چلو شکر ہے کہ تمہیں سمجھ آ گئی ہے اور یہ بھی شکر ہے کہ سمجھ بھی بروقت آئی ہے۔ ہم کاروش شہر میں داخل ہونے والے ہیں''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے اور پھر واقعی وہ ایک بڑے پہاڑی شہر میں داخل ہو گئے۔

''ہمیں کرنا کیا ہے۔ کیا ہمیں کلب میں ہی اس کالے سے

پوچھ گچھ کرنی ہے''...... نعمانی نے کہا۔

''نہیں۔ ہم نے اسے اغوا کر کے یہاں ایک رہائش گاہ پر لے جانا ہے پھر اس سے تفصیل سے پوچھ گچھ ہو گی''...... صدیقی نے کہا۔

''تو پہلے رہائش گاہ حاصل کرنا ہو گی''...... نعمانی نے کہا۔

''یہ کام ہو چکا ہے۔ میں نے یہاں اپنے ایک دوست کے ذریعے یہاں کی ایک معروف کالونی میں ایک کوٹھی کرایہ پر لی جا چکی ہے۔ کوٹھی کے باہر نمبروں والا لاک لگا ہوا ہے اور ہم پہلے اس رہائش گاہ پر جائیں گے پھر وہاں سے کالا کلب جائیں گے''۔ صدیقی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ چاروں ایک درمیانی سائز کی کوٹھی میں تھے۔ صدیقی نے سب سے پہلے یہاں موجود ایک تہہ خانے کو چیک کیا تاکہ کالے خان سے وہاں پوچھ گچھ کی جا سکے اور واقعی اس کوٹھی میں موجود تہہ خانہ اس انداز میں بنایا گیا تھا کہ صدیقی مطمئن دکھائی دینے لگا تھا۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد وہ سب جیپ میں سوار ہو کر کوٹھی سے باہر نکل آئے اور پھر تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد جیپ ایک دومنزلہ عمارت کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صدیقی تھا۔ پارکنگ میں موجود گاڑیوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی اور وہ سب کی سب جیپیں ہی تھیں کیونکہ یہاں پہاڑی سڑکوں پر چلنے کے لئے کاروں کی بجائے جیپیں ہی زیادہ مناسب تھیں۔

جیپ روک کر وہ سب نیچے اترے۔ صدیقی نے جیپ لاک کی اور پھر وہ سب آگے پیچھے چلتے ہوئے کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ یہاں پارکنگ کے لئے کوئی کارڈ وغیرہ نہیں دیئے جاتے تھے۔ البتہ مسلح سیکورٹی گارڈز یہاں موجود تھے جو ہر گاڑی کو نظروں میں رکھتے تھے۔ کلب کا ہال خاصا بڑا تھا اور وہاں موجود لوگ اپنے انداز، شکل وصورت اور پہناوے ہر لحاظ سے گھٹیا ٹائپ کے ہی بدمعاش اور جرائم پیشہ دکھائی دے رہے تھے۔ وہاں موجود سب لوگ پہاڑی علاقے کے رہنے والے تھے اور پہاڑی علاقوں میں رہنے والے نہ صرف لمبے قد بلکہ سخت اور دیوہیکل جسم کے مالک ہوتے تھے۔ اس طرح ہال میں بیٹھے ہوئے افراد بھی لمبے قد اور سخت اور ورزشی جسم کے مالک تھے اور صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے قدوقامت، لباس اور ان کا انداز دیکھ کر ہال میں موجود ہر فرد حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگ گیا لیکن کوئی بولا نہیں۔

''یس سر''...... کاؤنٹر پر موجود ایک بڑی بڑی مونچھوں والے آدمی نے سب سے آگے موجود صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''کالا سے کہو کہ دارالحکومت سے پرنس سماٹرا کے آدمی آئے ہیں''...... صدیقی نے ایسے لہجے میں کہا جیسے ایک ایک لفظ کو صرف ادا نہ کر رہا ہو بلکہ لفظ کو دیوار پر کیلوں سے ٹھونک رہا ہو۔ اس آدمی نے ہونٹ بھینچے اور پھر سامنے موجود فون کا رسیور اٹھا کر اس نے

نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''کاؤنٹر سے راگو بول رہا ہوں باس۔ چار صاحبان یہاں آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ دارالحکومت سے آئے ہیں اور پرنس سماٹرا کے آدمی ہیں''...... اس مونچھوں والے نے غور سے صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا لیکن اس کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے بات سن کر اس مونچھوں والے نے رسیور رکھ دیا اور سامنے کھڑے ایک مسلح آدمی کو اشارے سے بلایا۔

''جی صاحب''...... گارڈ نے کہا۔

''انہیں باس کے آفس چھوڑ آؤ''...... مونچھوں والے نے کہا۔

''آیئے جناب''...... اس گارڈ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی مڑ گیا۔ صدیقی اور اس کے ساتھی اس آدمی کے پیچھے چلتے ہوئے ایک راہداری میں داخل ہوئے۔ وہاں آخر میں ایک دروازہ تھا جس کے باہر چار مسلح افراد موجود تھے۔ انہیں آتا دیکھ کر وہ چاروں اس طرح چوکنا ہو گئے جیسے ان پر حملہ ہونے والا ہو۔

''کاؤنٹر پر موجود راگو نے انہیں بھیجا ہے باس کے پاس''۔ صدیقی سے آگے چلنے والے آدمی نے ان چاروں مسلح افراد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ان چاروں کے ستے ہوئے چہرے نارمل ہو گئے۔

''اپنا اسلحہ ہمیں دے دیں۔ اسلحہ اندر لے جانے کی اجاز نہیں ہے''...... ایک آدمی نے کہا تو صدیقی نے جیب سے مشی پسٹل نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس کی وجہ سے اس ساتھیوں نے بھی اپنا اپنا اسلحہ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا۔

''اوکے۔ اب آپ اندر جا سکتے ہیں۔ واپسی پر آپ کو یہ اسل واپس مل جائے گا''...... اس آدمی نے کہا اور صدیقی اثبات میں ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ان کی رہنمائی کرنے والا آدمی واپس مڑ تھا اس لئے صدیقی نے خود ہی دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھ چلا گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جو آفس کے انداز میں سجا تھا۔ صدیقی اندر داخل ہوا تو اس کے پیچھے اس کے ساتھی بھی اند داخل ہوئے۔ سب سے آخر میں خاور اندر داخل ہوا تو اس نے کر دروازے کو نہ صرف بند کر دیا بلکہ اسے لاک بھی کر دیا۔ سا کرسی پر ایک درمیانے قد کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا رنگ کو سے بھی زیادہ سیاہ تھا۔ اس کا رنگ دیکھ کر واقعی اس بات پر ہن آتی تھی کہ ماں باپ نے اس کا نام سورج خان کیا دیکھ کر رکھا تھا۔

''بیٹھو''...... کالے نے وہیں بیٹھے بیٹھے بڑے رعب دار لہ میں کہا۔

''تمہارا رنگ تو کالا ہے لیکن کالے تو کئی ہو سکتے ہیں۔ البت کالا خان ایک ہی ہو گا۔ کیا تم واقعی کالا خان ہو''...... صدیقی مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں ہوں کالا خان۔ بولو۔ پرنس سماٹرا نے کیا پیغام بھیجا ہے''...... کالے نے اور زیادہ سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''پرنس کو چند معلومات چاہئیں جس کے لئے ہمیں یہاں تمہارے پاس آنا پڑا ہے''...... صدیقی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے بیٹھتے ہی اس کے ساتھی بھی جو اب تک خاموش کھڑے تھے بیٹھ گئے۔

''فون پر بھی تو وہ پوچھ سکتا تھا۔ تمہیں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی''...... کالے نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ وہ بار بار اپنے لہجے کو سخت بنا رہا تھا تاکہ اس کا رعب آنے والوں پر پڑ سکے اور شاید اسے بار بار غصہ اس لئے بھی آ رہا تھا کہ صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر مرعوبیت کے تاثرات کی بجائے الٹا اس کے لئے تضحیک کے تاثرات نمایاں تھے۔

''ان معلومات کو کنفرم بھی کرانا تھا اس لئے ہمیں خود آنا پڑا''...... صدیقی نے کہا۔

''کیسی معلومات۔ بولو''...... کالے نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

''تم پرنس سماٹرا کو فون کر کے اس سے کنفرم کرا لو تاکہ تمہیں معلومات مہیا کرتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ نہ ہو''...... صدیقی نے کہا۔

''کاؤنٹر سے اطلاع ملنے پر میں نے کنفرم کیا ہے۔ تب ہی تم

زندہ یہاں بیٹھے ہوئے ہو ورنہ اب تک تمہاری لاشیں کسی پہاڑ
غار میں پڑی سڑ رہی ہوتیں''...... کالے نے اپنے لہجے کو بارعب
بناتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ پھر تم بتا دو کہ تمہارے آفس سے کلب سے با
جانے والا راستہ کون سا ہے''...... صدیقی نے کہا تو نہ صرف سا
بیٹھے ہوئے کالے کو ایک زور دار جھٹکا لگا بلکہ صدیقی کے ساتھیوں
بھی جھٹکا لگا۔

''کیا۔ کیا۔ کیا مطلب۔ یہ کیا پوچھ رہے ہو''...... کالے
انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

''اس میں اتنی گھبراہٹ کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نہیں چا
کہ واپس اسی راستے سے جائیں جس راستے سے آئے ہیں۔
پرنس سماٹرا کا اصول ہے کہ وہ واپسی پر راستہ بدل لیتا ہے اس ل
میں پوچھ رہا ہوں کہ راستہ کہاں ہے تاکہ بات چیت کے بعد
اس راستے سے واپس جا سکیں''...... صدیقی نے ایسے لہجے میں
جیسے کوئی عام سی بات کر رہا ہو۔

''تم نے اچانک یہ بات کر کے مجھے حیران کر دیا ہے۔ بہرحا
میں بتاتا ہوں کیونکہ پرنس سماٹرا سے ہمارے تعلقات بڑے پرا
چلے آ رہے ہیں''...... کالے نے اس بار اطمینان بھرے لہجے میں
اور پھر اس نے عقبی راستے کے بارے میں تفصیل بتانا شروع
دی۔ صدیقی نے چند سوالات کر کے مزید وضاحت پوچھی۔

''تھینک یو۔ اگر اجازت دو تو ہم کنفرم کر لیں''...... صدیقی نے
اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے اٹھتے ہی اس کے ساتھی بھی اٹھ کھڑے
ہوئے۔

''یہ تم کیا کر رہے ہو۔ کنفرم سے کیا مطلب''...... کالے نے
انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں سمجھاتا ہوں۔ بڑی معمولی سی بات ہے لیکن ہے بہت
اہم''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میز کی سائیڈ سے ہو کر
وہ کالے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ کالا کچھ سمجھتا
صدیقی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے اس کی گردن پر پڑا اور دوسرے
لمحے وہ چیختا ہوا فضا میں قلابازی کھا کر ایک دھماکے سے واپس میز
پر گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ صدیقی نے ایک
ہاتھ اس کے سر پر اور دوسرا اس کی گردن پر رکھ کر مخصوص انداز میں
جھٹکا دیا تو کالے کا جسم ایک زور دار جھٹکا کھا کر ڈھیلا پڑ گیا۔

''اب مشین پسٹل بھی تو واپس لینے ہیں''...... نعمانی نے کہا۔

''ہاں۔ میرے پاس گیس پسٹل موجود ہے۔ تم سب اس کالے
کو اٹھا کر عقبی راستے پر پہنچو۔ میں باہر موجود گارڈز کو بے ہوش کر
کے اور اپنے مشین پسٹل لے کر فرنٹ کی طرف جاؤں گا اور جیپ
کو عقبی راستے پر لے آؤں گا لیکن جیپ کے آنے تک تم نے باہر
نہیں آنا''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ
کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا گیس پسٹل نکال لیا۔ چوہان

نے میز پر بے ہوش پڑے ہوئے کالے کو اٹھا کر کاندھے پر اور وہ سب عقبی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ جب وہ سب کمرے میں غائب ہو گئے تو صدیقی نے لاک کھول کر دروازہ اور آفس سے باہر آ گیا۔ دروازے کے ساتھ ہی ایک چھوٹی موجود تھی جس پر ان چاروں کے مشین پسٹل رکھے ہوئے صدیقی کا ہاتھ اس کی پشت پر تھا جس میں گیس پسٹل موجود دروازہ کھلنے کی آواز سن کر باہر موجود چاروں مسلح گارڈز نے دروازے کی طرف دیکھا تو صدیقی نے پسٹل والا ہاتھ سیدھا اور دوسرے لمحے کٹاک کٹاک کی آوازوں کے ساتھ ہی دو رنگ کے کیپسول ان چاروں کے درمیان فرش سے ٹکرائے وہاں دھواں سا پھیلتا چلا گیا۔ صدیقی سانس روک چکا تھا گارڈز شاید اس معاملے کو سمجھ نہ سکے تھے اس لئے وہ چاروں آٹے کے خالی ہوتے ہوئے بوروں کی طرح نیچے فرش پر گر چلے گئے۔ صدیقی نے جھک کر ایک کا بازو پکڑا اور اسے تیزی گھسیٹتا ہوا آفس کے اندر لے گیا۔

گو اسے زیادہ طاقت لگانا پڑی کیونکہ اس نے سانس روک تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ جو گیس فائر کی گئی ہے وہ جس قدر سے اثر کرتی ہے اتنی ہی تیزی سے فضا میں غائب ہو جاتی لئے چند لمحوں بعد اس نے سانس لینا شروع کر دیا۔ پھر اس باقی تینوں گارڈز کو گھسیٹ کر آفس کے اندر ڈالا اور پھر درواز

کر کے اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے ہوئے چاروں مشین پسٹل اٹھا کر کوٹ کی جیب میں ڈالے اور تیز تیز قدم اٹھاتا کلب کے ہال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کلب میں وہ سب کچھ ویسے ہی ہو رہا تھا جیسے نارمل انداز میں ہوتا ہے۔ ہال سے گزر کر وہ مین گیٹ سے باہر آیا اور پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی جیپ چکر کاٹ کر کلب کی عقبی سائیڈ پر پہنچ گئی۔ وہاں کلب کے عقبی حصے میں ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ صدیقی جیسے ہی جیپ وہاں لے گیا دروازہ کھلا اور چوہان کالے کو کاندھے پر لاد کر باہر آیا اور پھر عقبی سیٹوں کے نیچے اسے ڈال دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی نعمانی، چوہان اور خاور تیزی سے جیپ میں سوار ہو گئے اور صدیقی نے جیپ آگے بڑھا دی۔

''ایسے راستوں سے جانا جہاں چیکنگ نہ ہو''..... سائیڈ سیٹ پر بیٹھے نعمانی نے صدیقی سے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہی کر رہا ہوں''..... صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور جیپ تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ بغیر کسی مداخلت کے اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے اور کالے کو تہہ خانے میں منتقل کر دیا گیا۔

''میں اس کالے سے پوچھ گچھ کروں گا۔ تم نے عقبی طرف نگرانی کرنی ہے۔ جیسے ہی کالے کے اغوا اور اس کے گارڈز کی بے ہوشی سامنے آئے گی تو وہاں ایک طوفان آ جائے گا اور ہو سکتا ہے

کہ وہ کسی بھی طرح ہمارا سراغ لگا کر یہاں تک پہنچ جائیں''۔
صدیقی نے کہا تو سب سر ہلاتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ چوہان اور خاور اسی تہہ خانے میں موجود رسی کے بنڈل سے کالے کو کرسی کے ساتھ اچھی طرح باندھ چکے تھے تاکہ صدیقی کو یہ کارروائی نہ کرنی پڑے اس لئے صدیقی نے آگے بڑھ کر کالے کا منہ اور ناک دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب کالے کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو صدیقی نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے مشین پسٹل نکال کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ چند لمحوں بعد کالے نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کا جسم صرف کسمسا کر رہ گیا۔ پھر اس کی نظریں سامنے بیٹھے صدیقی پر جم گئیں۔ صدیقی خاموش بیٹھا رہا۔ پھر کالے نے حیرت بھری نظروں سے پورے تہہ خانے کو دیکھا اور بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''تم۔ تم دراصل کون ہو''...... کالے نے صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں واقعی پرنس کا ساتھی ہوں۔ تم نے خود ہی تو فون کر کے اس سے پوچھا تھا''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم نے مجھ پر حملہ کیوں کیا اور مجھے یہاں کیوں لے آئے ہو۔ یہ کون سی جگہ ہے اور میرے آدمیوں نے تمہیں کیوں نہیں

روکا''...... کالے نے یکلخت سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

''تمہارے آدمیوں کو شاید ابھی تک علم ہی نہ ہو سکا ہو گا کہ تم وہاں سے چلے گئے ہو اسی لئے تو عقبی راستے کے بارے میں تم سے معلومات حاصل کی تھیں اور یہ ہمارا ہیڈکوارٹر ہے۔ ہمارے سے مطلب پرنس کا''...... صدیقی نے کہا۔

''پرنس کا ہیڈکوارٹر اور یہاں کاروش میں۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ پرنس تو دارالحکومت میں رہتا ہے''...... کالے نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ پرنس کا تمام تر رعب ہماری وجہ سے ہی ہے۔ اگر آج ہم اس کا ساتھ چھوڑ دیں تو چوتھے روز اس کی لاش گٹر کے کیڑے کھا رہے ہوں گے''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ کھل کر بات کرو۔ یہ پراسراریت چھوڑو''...... کالے نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''تم نے دارالحکومت میں پیشہ ور قاتل گوبز کے ذریعے اسلحہ سپلائر فضل خان کو ہلاک کرایا۔ فضل خان حساس اور جدید اسلحہ سپلائی کرتا تھا اور تمہاری وجہ سے اس کے اسلحے کے دو بڑے ذخیرے پکڑے گئے۔ تمہاری اس سے دشمنی کی وجہ''...... صدیقی نے کہا تو کالا بے اختیار چونک پڑا۔

''تم۔ تم فضل خان سے تعلق رکھتے ہو''...... کالے نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

''تم اسے چھوڑو کہ ہم کس سے تعلق رکھتے ہیں اور کس سے نہیں۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو''...... صدیقی کا لہجہ یکلخت بے حد سخت ہو گیا۔

''کیا پوچھا ہے تم نے''...... کالے نے منہ بناتے ہوئے کہا تو صدیقی نے گود میں پڑا ہوا مشین پسٹل اٹھایا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی کالے کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے تہہ خانہ گونج اٹھا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلنے کا انداز ایسا تھا جیسے گولیاں اس کے سینے پر پڑی ہوں لیکن ایسا نہیں تھا البتہ گولیوں نے اس کے دائیں کان کی لو اڑا دی تھی اور اس میں سے خون قطرہ قطرہ ٹپک رہا تھا اور کالا سر اس طرح جھٹک رہا تھا جیسے اسے سمجھ نہ آ رہی ہو کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے اور اسے کان میں تکلیف کیوں ہو رہی ہے۔

''سنو۔ اب اگر سوال کا جواب نہ دیا تو پورا کان اڑا دوں گا اور جب تک سوال کا جواب نہیں دو گے تمہارے کان، تمہاری ناک باری باری تمہاری آنکھیں، تمہارے جسم کی تمام ہڈیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی چلی جائیں گی۔ بولو۔ جواب دو''...... صدیقی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''مجھے باس سٹانگر نے حکم دیا تھا کیونکہ فضل خان نے سنٹرل انٹیلی جنس کے انسپکٹر شرافت کے ذریعے سٹانگر اور میرے اسلحے کو اوپن کرانے کی کوشش کی تھی لیکن انسپکٹر شرافت کے ساتھ صرف رقم

کا وعدہ کیا لیکن ہم نے اسے نقد رقم دے دی تو اس نے فضل خان پر ریڈ کرا دی لیکن پھر فضل خان نے شاید گروپ سے غداری کرنے کی کوشش کی جس پر باس سٹانگر نے مجھے حکم دیا کہ فضل خان کو فوری طور پر راستے سے ہٹایا جائے جس پر میں نے گوبز کو ہائر کیا اور گوبز نے کام کر دیا''...... کالے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ اب تیر کی طرح سیدھا ہو گیا تھا۔

''کس گروپ کی بات کر رہے ہو''...... صدیقی نے چونک کر پوچھا تو کالا بھی اس طرح چونک پڑا جیسے اس سے کوئی بڑی غلطی ہو گئی ہو۔

''گروپ۔ میں نے تو کسی گروپ کی بات نہیں کی''...... کالے نے کہا لیکن اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ اب جان بوجھ کر اسے چھپا رہا ہے۔

''تم نے ابھی کہا ہے کہ فضل خان نے شاید گروپ سے غداری کی ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''میں نے تو نہیں کہا۔ میں نے کہا ہے کہ باس سٹانگر کے حکم پر میں نے یہ کام کیا تھا اور بس''...... کالے نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

''اچھا تمہارا باس سٹانگر یہاں کاروش میں رہتا ہے یا کہیں اور''...... صدیقی نے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ مجھے تو صرف اس کا فون آتا ہے''۔ کالے

نے جواب دیا تو دوسرے لمحے صدیقی نے گود میں پڑا ہوا مشین پسٹل بجلی کی سی تیزی سے اٹھایا اور تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی کالے کے حلق سے یکے بعد دیگرے چیخیں نکلنے لگیں۔ اس کا پورا کان غائب ہو گیا تھا۔

''اب اگر غلط بیانی کی تو دوسرا کان، ناک، آنکھیں اور ایک ایک ہڈی توڑ دوں گا اس لئے سچ بولو۔ صرف سچ''...... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا۔

''میں سچ بول رہا ہوں۔ مجھے مت مارو''...... کالے نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے سٹانگر۔ بولو''...... صدیقی نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

''وہ۔ وہ سرحدی شہر دارش میں رہتا ہے۔ دارش میں۔ بس مجھے اتنا معلوم ہے دارش میں رہتا ہے وہ''...... کالے نے چیخ چیخ کر بولتے ہوئے کہا اور اس نے اس انداز میں چیخنا شروع کر دیا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔ شاید اس کا ذہنی توازن واقعی ختم ہو چکا تھا۔ صدیقی نے اس کی حالت دیکھی تو مشین پسٹل کا رخ اس کے سینے کی طرف کر کے فائر کھول دیا اور کالے کا سینہ گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ جب وہ ختم ہو گیا تو صدیقی نے ایک طویل سانس لیا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک نظر کالے کی لاش پر ڈالی اور پھر مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ برآمدے میں موجود تھا۔

''کیا ہوا۔ کیا ختم کر دیا اسے''...... نعمانی نے کہا۔

''ہاں۔ اس کا ذہنی توازن اچانک ختم ہو گیا تھا''...... صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''کچھ معلوم بھی ہو سکا ہے یا صرف فضول مشق ثابت ہوئی ہے''...... نعمانی نے کہا۔

''نہیں۔ ایک اہم بات سامنے آئی ہے۔ چوہان اور خاور کو بلاؤ تاکہ اس پر کھل کر بات ہو سکے''...... صدیقی نے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

فون کی گھنٹی بجتے ہی کرسی پر بیٹھے لمبے قد اور بھاری جسم کے مالک گریٹ لینڈ نژاد آدمی نے نظریں گھما کر فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ سٹانگر بول رہا ہوں''...... گریٹ لینڈ نژاد نے کہا۔

''کاروش سے ڈیمی بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی تو سٹانگر چونک پڑا کیونکہ وہ ڈیمی کو نہیں جانتا تھا۔

''کون ہو تم اور کیوں فون کیا ہے''...... سٹانگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''باس۔ میں کاروش کے کالا کلب کا اسسٹنٹ منیجر ہوں۔ چیف کالے کے بارے میں آپ کو رپورٹ دینی ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سٹانگر ایک بار پھر چونک پڑا۔

''کالے کے بارے میں کیا رپورٹ دینی ہے۔ وہ خود کہاں ہے''...... سٹانگر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''باس کالے کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ان کی لاش کاروش کے ل میں ویران علاقے سے ملی ہے''...... دوسری طرف سے ڈیمی نے کہا تو سٹانگر بے اختیار اچھل پڑا۔

''کالا کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے''...... سٹانگر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

''میں درست کہہ رہا ہوں چیف۔ باس کالا کی لاش پولیس ہسپتال میں موجود ہے''...... ڈیمی نے جواب دیا۔

''ویری بیڈ نیوز۔ لیکن کس نے ایسا کیا ہے اور کیوں''...... سٹانگر نے اس بار قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''چیف۔ میں نے آپ کو فون کرنے سے پہلے انکوائری کی ہے۔ اس انکوائری کے مطابق چار لمبے چوڑے افراد ایک بڑی جیپ میں سوار ہو کر کلب پہنچے اور پھر وہ چاروں کاؤنٹر پر پہنچے اور انہوں نے کہا کہ وہ باس سے ملنا چاہتے ہیں اور وہ پرنس سماٹرا کے آدمی ہیں۔ کاؤنٹر سے فون پر باس سے بات کی گئی اور پھر وہ چاروں آفس میں پہنچ گئے۔ پھر کافی دیر بعد جب ایک ضروری کام کے لئے باس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی گئی تو کسی نے انٹرکام کا رسیور نہ اٹھایا جس پر ایک آدمی وہاں بھیجا گیا تو اس نے بتایا کہ اروں باڈی گارڈز آفس کے اندر بے ہوش پڑے ہیں اور باس

کالا غائب ہیں جبکہ عقبی راستہ کھلا ہوا تھا اور وہ چاروں آدمی غائب تھے اور ان کی جیپ بھی۔ اب سے دو گھنٹے پہلے ہمیں پولیس کی طرف سے اطلاع دی گئی کہ باس کالے کی لاش ویران علا سے ملی ہے۔ میں خود وہاں گیا۔ باس کالا کا دایاں کان غائب اور سینہ گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا۔ اس سے واضح ہے کہ با کالا پر کچھ پوچھنے کے لئے تشدد کیا گیا ہے اور ان کا کان کاٹا ہے اور جب باس کالا نے کچھ بھی نہ بتایا تو انہیں ہلاک کر دیا ہے''...... ڈیمی نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ویری سیڈ۔ لیکن یہ چاروں افراد کون تھے۔ کہاں سے آ تھے اور کیوں انہوں نے یہ واردات کی ہے''...... سٹانگر نے پوچھا

''چیف۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ نے یہ بات پوچھنی ہے ا لئے میں نے اس بارے میں بھی معلومات اکٹھی کی ہیں۔ چاروں افراد دارالحکومت سے ایک بڑی جیپ میں سوار ہو کر آ ہیں۔ جیپ پر دارالحکومت کی نمبر پلیٹ موجود تھی۔ ان چاروں حلیئے کلب والوں سے معلوم کر کے میں نے دارالحکومت میں ا خاص لوگوں سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ ان چاروں تعلق ایک سرکاری ایجنسی فورسٹارز سے ہے اور یہ اسلحے کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ان کے لیڈر کا نام صدیقی ہے اور میرا خیا ہے کہ یہ فضل خان کی ہلاکت کے بعد حرکت میں آئے ہیں۔ آ بھی محتاط رہیں''...... ڈیمی نے کہا۔

''میں محتاط رہوں کیوں۔ میرا فضل خان سے کیا تعلق ہے''۔ سٹانگر نے چونک کر کہا۔

''باس کالا پر تشدد کیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں کیونکہ فضل خان کو معلوم تھا کہ باس کالا ازخود کچھ نہیں ہے اور اسے آپ کی سرپرستی حاصل ہے۔ انہیں بھی یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی''...... ڈیمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ان کے حلیئے کیا ہیں۔ تفصیل بتاؤ''...... سٹانگر نے ایک خیال کے تحت پوچھا تو ڈیمی نے باری باری چاروں کے حلیئے تفصیل سے بتا دیئے۔

''جیپ کا رجسٹریشن نمبر کیا ہے''...... سٹانگر نے پوچھا تو ڈیمی نے نمبر بھی بتا دیا۔

''اوکے۔ تم تو کالے سے بھی زیادہ ہوشیار اور تیز ہو اس لئے کالا کی جگہ آج سے تم سنبھالو گے اور ساتھ ہی ان لوگوں کو تلاش کرو گے۔ میں بھی خیال رکھوں گا۔ ابھی ہم نے حساس اسلحے کی چار شپمنٹس دارالحکومت بھجوانی ہیں''...... سٹانگر نے کہا۔

''تھینکس چیف۔ آپ فکر مت کریں۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا اور میں انہیں بھی ڈھونڈ نکالوں گا''...... ڈیمی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوگیا تو سٹانگر نے بھی رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ وہ سرحدی شہر دارش

میں رہائش پذیر تھا۔ یہ شہر کافرستان اور پاکیشیا کی پہاڑی سرحد پر واقع تھا جبکہ دارش سے کافرستان میں داخل ہو جاؤ تو وہاں ایک پہاڑی شہر چاندی گڑھ آتا تھا۔ چاندی گڑھ، دارش سے زیادہ بڑا شہر تھا اور سٹانگر اور اس کے ساتھی ایک خفیہ پہاڑی راستے سے وہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ سٹانگر گریٹ لینڈ نژاد تھا لیکن گزشتہ دس بارہ سالوں سے وہ سنگلاخ پہاڑی علاقے میں مقیم تھا۔ بظاہر وہ پہاڑی علاقوں پر جنگلات کی لکڑی کا ٹھیکیدار تھا اور اس لحاظ سے اس نے دارش میں اپنا آفس بھی بنایا ہوا تھا۔ بظاہر وہ باقاعدگی سے لکڑی کے ٹھیکے لیتا رہتا تھا اور اس کے آدمی جنگلات سے عمارتی قیمتی لکڑی کاٹ کر پاکیشیا اور کافرستان دونوں ممالک میں بھیجتے رہتے تھے۔ سٹانگر وڈ کارپوریشن کے نام سے وہ یہ کاروبار طویل عرصہ سے کرتا چلا آ رہا تھا لیکن دراصل وہ پاکیشیا اور کافرستان کے ساتھ ساتھ بہادرستان اور آران تمام ملکوں میں حساس اور جدید اسلحہ سپلائی کرتا تھا اور کافرستان، پاکیشیا، بہادرستان اور آران سب ملکوں میں اس کے خفیہ آفس اور آدمی موجود تھے۔ کالا اس کا خاص آدمی تھا جو پاکیشیا میں اس کے بزنس کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ فون رکھ کر وہ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا اور پھر ایک خیال کے آتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''سٹانگر بول رہا ہوں''...... سٹانگر نے کہا۔

''اوہ آپ۔ کیسے یاد کیا ہے آپ نے روبن کو''...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت انتہائی نرم ہو گیا۔

''کاروش میں میرا نائب تھا کالا۔ جانتے ہو نا اسے''...... سٹانگر نے کہا۔

''ہاں۔ کالے کو کون نہیں جانتا۔ کیا ہوا ہے اسے''...... روبن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اسے دارالحکومت سے آنے والے چار افراد نے اس کے کلب سے اغوا کیا ہے اور پھر اس کی لاش ایک ویران علاقے سے ملی ہے۔ اس کی لاش کی حالت بتا رہی ہے کہ اس پر تشدد کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے انہوں نے میرے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں گی۔ میں ان چاروں کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ کیا معاوضہ لو گے''...... سٹانگر نے دو ٹوک انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''یہ چار آدمی کہاں ہیں اور ان کی شناخت کیا ہے''...... روبن نے پوچھا۔

''چاروں ایک بڑی جیپ میں ہیں۔ جیپ کا رجسٹریشن نمبر تمہیں بتا دیا جائے گا۔ ان چاروں کے حلیئے اور قدوقامت بھی بتا دیئے جائیں گے۔ وہ یا تو کاروش میں ہوں گے یا دارش یا پھر واپس دارالحکومت چلے گئے ہوں گے۔ بہرحال ہوں گے تو پاکیشیا

میں ہی۔ تم آسانی سے انہیں ٹریس کر سکتے ہو''...... سٹانگر نے کہا۔

''ایسی صورت میں چاروں افراد کی ہلاکت کا پچاس لاکھ ڈالر لوں گا''...... روبن نے کہا۔

''دس لاکھ فی آدمی۔ منظور ہو تو بتاؤ ورنہ میں بادشاہ سے با کرتا ہوں۔ وہ بیس لاکھ میں بھی تیار ہو جائے گا۔ میں تمہیں ا لئے بھی ترجیح دے رہا ہوں کہ میری نظر میں تم بادشاہ سے زیا ذمہ داری سے کام سرانجام دیتے ہو''...... سٹانگر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ نے میرے بارے میں جو کمنٹ دیا ہے ا کی پوری کر دے گا۔ آپ چالیس لاکھ ڈالرز بھجوا دیں۔ البا رجسٹریشن نمبر اور حلیئے فون پر ہی بتا دیں تاکہ معاوضہ ملتے ہی می اپنی پوری تنظیم کو اس مشن پر لگا دوں۔ اصل مسئلہ ان کی ٹریسنگ ہے۔ ان کی ہلاکت کوئی مسئلہ نہیں ہے''...... روبن نے جوا دیتے ہوئے کہا تو سٹانگر نے ڈیمی کے بتائے ہوئے حلیئے قدوقامت کی تفصیل اور جیپ کا رجسٹریشن نمبر بتا دیا۔

''اوکے۔ میرے آفس میں رقم بھجوا دیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اچھا۔ سٹانگر نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے ساتھ پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے تین بٹن پریس ک دیئے۔

''یس چیف''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے ح

ؤدبانہ تھا۔

''چالیس لاکھ ڈالرز کا چیک روبن کے نام کاٹ کر اسے بھجوا کر ے رپورٹ دو۔ جلدی''...... سٹانگر نے کہا۔

''یس چیف''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سٹانگر نے رسیور ھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے تاثرات ابھر ئے تھے کیونکہ اسے روبن کے بارے میں اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ ان معاملات میں بے حد ذمہ دار آدمی ہے۔ گو وہ اس فیلڈ ں موجود دوسروں سے زیادہ رقم لیتا تھا لیکن کام فوری اور صاف تھرا اور یقینی انداز میں کرتا ہے۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ سٹانگر بول رہا ہوں''...... سٹانگر نے کہا۔

''روبن بول رہا ہوں۔ تمہارا آدمی چیک دے گیا ہے اور چیک ینک سے کیش بھی ہو گیا ہے اس لئے میں نے تمہارے دشمنوں کو ریس کرنے کے احکامات دے دیئے ہیں۔ اب سنگلاخ علاقے سمیت دارالحکومت میں انہیں ٹریس کیا جا رہا ہے۔ جیسے ہی وہ ٹریس ہوئے تمہیں اطلاع دے دی جائے گی اور پھر جیسے ہی وہ ہلاک ہوئے تب بھی تمہیں اطلاع دے دی جائے گی''...... روبن نے کہا۔

''میرا نیا نمبر نوٹ کر لو۔ تم نے اب تمام اطلاعات اس نمبر پر ہی دینی ہیں''...... سٹانگر نے کہا اور ایک نمبر اسے بتا دیا۔

''یہ تو کافرستان ایکسچینج کا نمبر ہے۔ کیا تم کافرستان جا ر
ہو''...... روبن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ کافرستان میں ایک ضروری میٹنگ ہے۔ مجھے چاند
گڑھ جانا ہے اور ہوسکتا ہے مجھے ہفتہ دس دن لگ جائیں''۔ سٹا
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ ختم ہو گیا
سٹانگر نے رسیور رکھ کر ایک بار پھر انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے
دیگرے چار نمبر پریس کر دیئے۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز
دی۔

''گراہم۔ ہیلی کاپٹر تیار کرو۔ ہم نے چاندی گڑھ جانا
سٹانگر نے کہا۔

''ہیلی کاپٹر مکمل طور پر تیار ہے۔ آپ آ جائیں''...... دو
طرف سے کہا گیا تو سٹانگر نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر
نے ایک بار پھر یکے بعد دیگرے کئی نمبر پریس کر دیئے۔

''یس باس''...... اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز
دی۔

''ریٹا۔ میں چاندی گڑھ جا رہا ہوں۔ تم نے آفس کا خیال
ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے وہاں دس پندرہ دن لگ جائیں''......
نے کہا۔

''ہیلی کاپٹر پر جائیں گے یا جیپ پر''...... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''میں ہیلی کاپٹر۔ کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو''...... سٹانگر نے چونک کر پوچھا۔

''پچھلی بار ہیلی کاپٹر میں گڑبڑ ہوگئی تھی اور آپ کی جان بمشکل بچی تھی اس لئے مجھے ڈر رہتا ہے''...... سیکرٹری ریٹا نے بڑے لاڈ بھرے لہجے میں کہا۔

''ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر پرانا ہوگیا تھا۔ یہ تو نیا ہے۔ بہرحال شکریہ''...... سٹانگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور رسیور رکھ کر وہ کرسی سے اٹھا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے چونکہ جنگلات میں ہونے والی کٹائی کو چیک کرنے دور دراز پہاڑی علاقوں میں جانا پڑتا تھا اس لئے اسے خصوصی طور پر ہیلی کاپٹر رکھنے کا لائسنس دیا گیا تھا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد سٹانگر چاندی گڑھ میں اپنے آفس میں پہنچ گیا تھا۔ گو چاندی گڑھ کافرستان میں تھا اور ہیلی کاپٹر کسی دوسرے ملک میں داخل نہ ہوسکتا تھا لیکن وہاں دونوں ممالک کی ایئر چیک پوسٹس پر سٹانگر کی طرف سے بھاری رقومات پہنچتی رہتی تھیں اس لئے اس کے ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر وہ سب نظریں پھیر لیتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ اس کا ہیلی کاپٹر انتہائی اطمینان سے دونوں ممالک میں آتا جاتا رہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چاندی گڑھ میں اپنے آفس میں موجود تھا۔ اسی

لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے سلام کیا اور پھر ہاتھ میں موجود فائل اس کے سامنے رکھ کر وہ واپس مڑ گیا۔ سٹانگر نے فائل کھولی۔ اس کی عدم موجودگی میں کافرستان میں اسلحے کی نقل وحمل اور سودوں کے بارے میں تفصیل درج تھی۔ وہ اسے دیکھتا رہا اور پھر وہ یکلخت چونک پڑا کیونکہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تھی۔ یہ وہ نمبر تھا جو اس نے روبن کو دیا تھا۔

''یس۔ سٹانگر بول رہا ہوں''...... سٹانگر نے کہا۔

''روبن بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے روبن کی آواز سنائی دی۔ لہجے میں مسرت کی لہر نمایاں تھی۔

''کوئی خاص بات''...... سٹانگر نے کہا۔

''آپ کا کام مکمل کر لیا گیا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سٹانگر بے اختیار اچھل پڑا۔

''اتنی جلدی۔ کیا واقعی''...... سٹانگر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے روبن کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔

''میں تو اسی انداز میں کام کرتا ہوں''...... روبن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تفصیل ہے''...... سٹانگر نے کہا۔

''مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کی مطلوبہ جیپ جس میں چار افراد سوار ہیں اور جن کے حلیئے بھی تقریباً آپ کے بتائے ہوئے حلیوں کے مطابق ہیں وہ سالاران پہاڑی سڑک پر سفر کرتے

ہوئے دارش کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ سڑک لامحالہ کالی پہاڑی کے نیچے سے گزرتی ہے۔ چنانچہ میں نے فوراً اپنے آدمی اس سڑک کے دونوں اطراف میں بھجوا دیئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ جیپ پر دونوں اطراف سے فائرنگ کریں۔ چنانچہ مجھے ابھی ابھی رپورٹ ملی ہے کہ جیپ پر فائرنگ راگون علاقے میں ہوئی ہے جہاں ایک طرف گہری کھائیاں ہیں اور جیپ الٹ کر ان گہری کھائیوں میں کافی گہرائی میں جا گری ہے اور اسے آگ لگ گئی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ راگون علاقے میں ہی سپر چیک پوسٹ موجود ہے۔ چنانچہ چیک پوسٹ سے لوگ وہاں پہنچے اور انہوں نے گہرائی میں اتر کر گرنے والوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس لئے ناکام رہے کہ وہاں کوئی لاش یا زخمی موجود نہ تھا۔ وہ چاروں جیپ کے اندر تھے اس لئے جیپ کے ساتھ ہی جل کر راکھ ہو گئے ہیں''...... روبن نے پوری تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''تو یہ بات کنفرم ہے کہ یہ چاروں ختم ہو چکے ہیں''...... سٹانگر نے کہا۔

''ہاں۔ یہ کنفرم ہے۔ اب سپر چیک پوسٹ والے اس جلی ہوئی جیپ کو نکالنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ اس کے لئے دارالحکومت سے مشینری منگوانا پڑے گی جس میں ایک دو روز لگ جائیں گے۔ اس کے بعد جلی ہوئی لاشیں بھی سامنے آ جائیں گی''...... روبن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم ایسا کرو کہ اس جیپ کی رجسٹریشن پلیٹ مجھے بھجوا دو تا کہ میں اپنی پارٹی کو یقین دلا سکوں۔ کیا یہ کام تمہارے آدمی کر لیں گے''...... سٹانگر نے کہا۔

''ہاں۔ یہ تو آسانی سے ہو جائے گا''...... روبن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ دارش آفس میں بھجوا دو''...... سٹانگر نے کہا اور رسیور رکھنے کی بجائے کریڈل دبا کر اس نے ٹون آنے پر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ ریٹا بول رہی ہوں''...... دوسری طرف سے نسوانی آواز سنائی دی۔ یہ سٹانگر کی دارش میں فون سیکرٹری تھی۔

''سٹانگر بول رہا ہوں''...... سٹانگر نے کہا۔

''یس باس حکم''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ایک جیپ کی رجسٹریشن پلیٹ بھجوائی جائے گی۔ اس کا نمبر میں بتا دیتا ہوں۔ اگر پلیٹ پر وہی نمبر ہو تو مجھے کال کر کے بتا دینا ورنہ کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے''...... سٹانگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے نمبر بتا کر رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً چار پانچ گھنٹوں بعد ایک بار پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سٹانگر نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ سٹانگر بول رہا ہوں''...... سٹانگر نے کہا۔

''ریٹا بول رہی ہوں باس۔ دارش آفس سے''...... فون سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ کیا ہوا''...... سٹانگر نے پوچھا۔

''روبن کی طرف سے رجسٹریشن پلیٹ بھجوائی گئی ہے جس پر نمبر تو وہی ہے جو آپ نے بتایا ہے لیکن یہ پلیٹ تو ٹوٹی ہوئی اور خاصی جلی ہوئی ہے''...... ریٹا نے کہا تو سٹانگر کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

''ٹھیک ہے۔ اسے اپنے پاس رکھ لو۔ میں اب واپس آ رہا ہوں۔ پھر میں خود چیک کر لوں گا''...... سٹانگر نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا تا کہ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو کال کر کے ہیلی کاپٹر ریڈی کرا سکے کیونکہ ٹوٹی اور جلی ہوئی نمبر پلیٹ کا سن کر اسے روبن کی رپورٹ پر یقین آ گیا تھا کہ وہ چاروں آدمی جنہوں نے کالے کو ہلاک کیا ہے اور جو کسی تنظیم فورسٹارز کے رکن تھے واقعی ختم ہو چکے ہیں اس لئے اب اس کے یہاں رہنے کا کوئی مقصد نہ تھا۔

ٹیکسی تیزی سے کافرستانی دارالحکومت کی سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ٹیکسی کی عقبی سیٹ پر ٹائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ گاگل تھی اور اس نے دارالحکومت کے جرائم پیشہ افراد کا مخصوص لباس جینز کی پینٹ اور جینز کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ وہ شنکر کے پیچھے یہاں پہنچا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ پاکیشیا کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کے لئے بڑے بڑے مافیا اور ان کے سرپرست جرائم پیشہ افراد کام کر رہے تھے اور ان کا سربراہ شنکر ہے جو کافرستان میں اسلحے کا سب سے بڑا اسمگلر اور ایک بڑا گینگسٹر بھی ہے۔ شنکر کا نام ٹائیگر کے سامنے براؤن نے لیا تھا۔ پھر اسے معلوم ہوا تھا کہ براؤن کو ہلاک کر دیا گیا ہے جس پر وہ سمجھ گیا تھا کہ براؤن سے اس کی بات چیت لیک ہو گئی ہے اس لئے اسے ہلاک کر دیا گیا اور یقیناً براؤن کے ساتھ ساتھ ٹائیگر کو

ختم کرنے کا بھی حکم دے دیا گیا تھا اس لئے اس پر حملہ ہوا لیکن اب اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ خود آگے بڑھ کر اس شنکر تک پہنچے اور پھر مزید جہاں تک جانا پڑے وہ جائے۔ یہی فیصلہ کر کے وہ پاکیشیا سے یہاں کافرستان آیا تھا۔

کافرستان وہ اکثر آتا جاتا رہتا تھا اور اس کے یہاں بھی کافی دوست تھے اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ اپنے مقصد کو حاصل کر لے گا۔ البتہ پاکیشیا سے روانگی سے پہلے اس نے یہاں ایک کلب میں منیجر پوسٹ پر کام کرنے والے اپنے دوست وجے کو اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ وجے نے تو کہا تھا کہ وہ ایئر پورٹ پر کار بھجوا دیتا ہے لیکن ٹائیگر نے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ ٹیکسی کے ذریعے خود ہی کلب پہنچ جائے گا اور اب ٹیکسی اس کلب کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک دو منزلہ عمارت کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ عمارت پر آشا کلب کا جہازی سائز کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے میٹر دیکھ کر ایک بڑا نوٹ نکال کر ڈرائیور کو دیا اور باقی رکھ لینے کا کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ وجے کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ وجے اٹھ کر اس سے ملا اور رسمی سلام دعا کے بعد وہ دوبارہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ وجے نے اس کے لئے ایپل جوس کا لانے کا کہہ دیا۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کیا مسئلہ ہے کہ خصوصی طور پر تمہیں یہاں آنا پڑا ہے''...... وجے نے کہا۔

"کافرستان میں اسلحے کا ایک اسمگلر اور گینگسٹر شنکر ہے۔ کیا تم اسے جانتے ہو"...... ٹائیگر نے کہا تو وجے کی حالت دیکھنے والی ہو گئی۔

"تم۔تم کس شنکر کی بات کر رہے ہو"...... وجے نے رک رک کر کہا۔

"کالا شنکر۔ کیوں۔ کوئی خاص بات ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"سوری ٹائیگر۔ تم ابھی اور اسی وقت میرے کلب سے چلے جاؤ۔ ویری سوری۔ میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا ورنہ میں خود تمہارے بارے میں اطلاع دینے کا پابند ہوں گا۔ چلو اٹھو جاؤ۔ پلیز فوراً چلے جاؤ اور آئندہ مجھ سے رابطہ نہ کرنا"...... وجے نے انتہائی سخت لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

"اوکے۔ اس قدر خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم اس موضوع پر بات نہیں کرتے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"پلیز ٹائیگر۔ چلے جاؤ ورنہ مجھے مجبوراً بہت غلط قدم اٹھانا پڑے گا"...... وجے نے اور زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ صرف اتنا بتا دو کہ شنکر کا خاص ٹھکانہ کون سا ہے"...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ تم جاؤ بس"...... وجے نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا آفس سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کلب کے ہال میں پہنچ گیا۔ ہال میں

زیادہ افراد موجود نہ تھے۔ ٹائیگر ایک خالی میز کے ساتھ موجود ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہاٹ کافی۔ ویری ہاٹ"...... ٹائیگر نے ویٹر سے کہا تو وہ سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا اور پھر ویٹر نے کچھ دیر بعد ہاٹ کافی کے برتن میز پر لگا دیئے اور واپس مڑ گیا تو ٹائیگر نے کافی بنائی اور پھر چسکیاں لے لے کر پینے لگا۔ ساتھ ہی وہ مسلسل وجے کے ردعمل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وجے نے جو ردعمل ظاہر کیا تھا اس سے وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ شنکر سے بے حد خوفزدہ ہے۔ اس قدر خوفزدہ کہ اس نے ٹائیگر جیسے دوست کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔

"سر"...... ٹائیگر کے کان میں آواز پڑی تو اس نے چونک کر اوپر دیکھا۔ ایک ویٹر ہاتھ میں پلیٹ لئے کھڑا تھا۔ پلیٹ میں بل رکھا نظر آ رہا تھا۔

"سر۔ بل کی بیک آپ کے لئے خاص ہے"...... ویٹر نے جھک کر سرگوشیانہ انداز میں کہا اور پھر ٹائیگر نے جیسے ہی بل اٹھایا تو ویٹر پلیٹ لئے تیزی سے واپس چلا گیا۔ بل کے پچھلے حصے پر ایک فون نمبر اور نیچے وجے لکھا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس نے ویٹر کو بلا کر اسے نہ صرف بل دیا بلکہ خاصی بڑی ٹپ بھی دی۔ پھر وہ کلب سے باہر آ گیا۔ یہاں گیٹ کے قریب ہی دو فون بوتھ موجود تھے۔ ٹائیگر نے ایک فون بوتھ میں داخل ہو کر جیب سے کارڈ نکال کر اس نے اسے فون سیٹ کے

مخصوص حصے میں ڈالا تو اوپر سبز رنگ کا نقطہ جل اٹھا۔ ٹائیگر نے رسیور اٹھایااور ہاتھ میں پکڑے ہوئے بل پر لکھے ہوئے فون نمبر کے مطابق نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخری نمبر پریس ہوتے ہی دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''یس''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''ہاٹ کافی بل کی پشت پر یہ فون نمبر درج تھا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''آپ سپر پلازہ کے زیرو روم میں چلے جائیں۔ وہاں آپ کا کام ہو جائے گا''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے رسیور رکھا۔ خانے میں سے اپنا کارڈ نکال کر جیب میں ڈالا اور ساتھ ہی بل بھی اور مڑ کر فون بوتھ سے باہر آ گیا۔

''خواہ مخواہ کا طلسم ہوشربا بنا رکھا ہے۔ نانسنس''...... ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہااور ٹیکسی کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھا سپر پلازہ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ یہ پلازہ پندرہ منزلہ عمارت تھی اور اس کی ہر منزل میں بین الاقوامی کاروباری فرموں کے دفاتر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں آنے جانے والوں کا خاصا رش تھا۔

ابتدائی ہال میں بیس کے قریب لفٹیں تھیں جو مسلسل اوپر نیچے آ

جا رہی تھیں۔ ٹائیگر ایک طرف کھڑے سیکورٹی گارڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''یہاں زیرو روم بھی ہوتا ہے''...... ٹائیگر نے گارڈ سے پوچھا۔

''یس سر۔ یہاں زیرو روم فون ایکسچینج کو کہا جاتا ہے۔ نیچے تہہ خانے میں ہے۔ آیئے۔ میں آپ کو لے چلوں''...... سیکورٹی گارڈ نے کہا تو ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ بیسمنٹ میں موجود تہہ خانے کی سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے ایک چھوٹے سے ہال میں پہنچ گیا۔ وہاں واقعی جدید ترین ایکسچینج کام کر رہا تھا۔

''یس سر۔ آپ کو کس سے ملنا ہے''...... وہاں موجود سیکورٹی گارڈ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''شنکر سے''...... ٹائیگر نے بے ساختہ لہجے میں کہا۔

''اوہ اچھا۔ آیئے''...... سیکورٹی گارڈ نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور مڑ گیا۔ ٹائیگر نے تو بے ساختہ ہی شنکر کا نام لے دیا تھا کیونکہ اسے تو معلوم ہی نہ تھا کہ یہاں کس کا نام لینا ہے لیکن سیکورٹی گارڈ کے ردعمل نے اسے حیران کر دیا تھا۔ بہرحال وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا ایک آفس نما کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔

''اندر تشریف لے جایئے''...... سیکورٹی گارڈ نے دروازے کے قریب پہنچ کر ایک طرف ہوتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا لیکن اندر داخل ہوتے ہی ٹائیگر بے

اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''آؤ ٹائیگر۔ آئی ایم سوری۔ تمہیں میری زبان اور رویے سے تکلیف پہنچی۔ لیکن وہاں میں مجبور تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو ا تک مجھ سمیت میرا پورا خاندان ختم کیا جا چکا ہوتا''...... وجے ۔ مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے مصافحہ کر لیا لیکن اس کے چہرے پر ابھر آنے والے حیرت کے تاثرا دور نہ ہوئے تھے۔

''تم مجھے لکھ کر کہہ دیتے''...... ٹائیگر نے کرسی پر بیٹھتے ہو کہا۔

''وہاں خفیہ کیمرے کام کرتے رہتے ہیں''...... وجے نے ٹا کو جواب دیا اور ساتھ ہی رسیور اٹھا کر کسی کو ایپل جوس کے دو لانے کا بھی کہہ دیا۔

''خفیہ کیمرے آشا کلب میں۔ لیکن وہ تو تمہارا ذاتی کل ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو وجے نے ایک طویل سانس لیا۔

''کبھی ذاتی تھا۔ اب نہیں۔ اب کافرستان دارالحکومت پچاس فیصد کلب دراصل شنکر کے کنٹرول میں ہیں۔ وہ کافرستا سب سے بڑا انتہائی خوفناک مافیا بن چکا ہے۔ انہوں نے ا مجھے معمولی رقم بھیج دی اور کلب پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ اب کا بظاہر میری ملکیت ہے لیکن یہاں ہونے والے جوئے کی تمام آ

شنکر کو جاتی ہے۔ یہاں ہر جگہ خفیہ کیمرے اور خفیہ ڈکٹا فون نصب ہیں۔ شنکر کے خلاف صرف دو الفاظ بولنے والے کو نہ صرف ختم کر دیا جاتا ہے بلکہ اس کے پورے خاندان پر عذاب ٹوٹ پڑتا ہے''...... وجے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان نے اندر داخل ہو کر ایپل جوس کے دو ٹن ان کے سامنے رکھے اور واپس مڑ گیا۔

''یہ جگہ بھی تمہاری ہے''...... ٹائیگر نے ٹن میں سٹرا ڈال کر سپ کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ ایک دوست کی ہے۔ وہ ملک سے باہر ہے اس لئے عارضی طور پر میں اسے استعمال کرتا ہوں۔ یہ اس کا بزنس آفس ہے''...... وجے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں نے سیکورٹی گارڈ کو ویسے ہی شنکر کا نام لے دیا تھا ورنہ مجھے تو تم نے کبھی اس بارے میں بتایا ہی نہیں تھا''...... ٹائیگر نے جوس کا ٹن خالی کر کے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''تمہارا حلیہ بتا دیا گیا تھا۔ اگر تم اس سیکورٹی گارڈ تک نہ پہنچتے تو وہ خود تم تک پہنچ جاتا۔ بہرحال تم یہاں تک پہنچ گئے ہو۔ اب یہاں کھل کر باتیں ہو سکتی ہیں۔ تم شنکر کے خلاف کیوں کام کر رہے ہو۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ اسے ابھی تک تمہارے بارے میں علم نہیں ہو سکا ورنہ تم دوسرا سانس بھی نہ لے سکتے''...... وجے نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

”تمہیں انڈر ورلڈ کے اصولوں کا علم نہیں ہے وجے۔ بس تم سیدھے سادے کلب ہی چلاتے رہے ہو۔ یہاں جو ڈرتا ہے وہی مرتا ہے۔تم میری بات چھوڑو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالی اور یہاں خود بھی پہنچے اور مجھے بھی یہاں کال کر لیا۔تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ بذات خود شنکر کہاں مل سکتا ہے۔ اس کے بعد میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گا اور ہاں۔ یہ بھی میری گارنٹی ہے کہ آج کے بعد شنکر یا اس کا کوئی آدمی تمہارے کلب کا رخ نہیں کرے گا“...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شنکر کا خاص اڈا رافٹ بازار میں واقع بلیک کلب ہے لیکن وہاں صرف وہی لوگ جا سکتے ہیں جنہیں شنکر کی طرف سے کلیئرنس ملتی ہے۔ وہاں اربوں کا جوا ہوتا ہے لیکن بے ایمانی نہیں ہوتی اور نہ ہی کرنے دی جاتی ہے۔ حفاظت بھی کی جاتی ہے لیکن غیر ممبر کو دیکھتے ہی گولی مار دی جاتی ہے“...... وجے نے کہا۔

”شنکر کی طرف سے کلیئرنس کیسے ملتی ہے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”باقاعدہ اپلائی کیا جاتا ہے۔ پھر اس آدمی کے بارے میں تحقیقات کی جاتی ہیں۔ زیادہ تر بڑے بڑے بزنس مینوں کو کلیئرنس ملتی ہے“...... وجے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اپلائی کیسے کیا جاتا ہے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”یہاں ایک کلب ہے جس کا نام رومن کلب ہے۔ اس کا جنرل منیجر رومن اس کا آدمی ہے۔ اسے درخواست دی جاتی ہے۔

پھر آگے کیا ہوتا ہے یہ مجھے معلوم نہیں“...... وجے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس رومن کا شنکر سے کوئی براہ راست تعلق بھی ہے“۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں۔ رومن آزادانہ بلیک کلب میں شنکر کے پاس آتا جاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے“...... وجے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے ایک رہائش گاہ اور ایک کار چاہئے۔ کیسے مل سکتی ہے بشرطیکہ تمہارا نام درمیان میں نہ آئے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”یہ کام تو آسانی سے ہو جائے گا۔ اس کا کوئی تعلق شنکر سے نہیں ہے“...... وجے نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے کال ملائی اور پھر کسی سے باتیں کرنے کے بعد اس نے رسیور رکھ دیا۔

”ابھی چابی آ جائے گی۔ کار وہاں اندر موجود ہے“...... وجے نے کہا۔

”کتنی رقم دینا ہوگی“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”نہیں۔ یہ میری طرف سے ہے۔ مجھے ابھی تک شرمندگی محسوس ہو رہی ہے“...... وجے نے کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں وجے۔ اپنی جان بچانا ہر ایک کا فرض ہے لیکن مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ اس کے باوجود تم نے میرا خیال رکھا ہے“...... ٹائیگر نے کہا تو وجے کا ستا ہوا چہرہ بے اختیار کھل

اٹھا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے وجے کو سلام کیا اور ہاتھ میں موجود کی رنگ جس کے ساتھ ایک ٹوکن منسلک تھا وجے کی طرف بڑھا دیا۔

''اوکے۔ شکریہ''...... وجے نے رنگ لیتے ہوئے کہا تو نوجوان سلام کر کے واپس مڑ گیا۔

''یہ لو ٹوکن رہائش گاہ کا نمبر اور کالونی کا نام درج ہے''۔ وجے نے کہا تو ٹائیگر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے چابی لے لی۔

''اب اسے واپس کرنا ہو تو کیا کرنا ہو گا اور تم سے رابطہ کیسے ہو سکتا ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا تو وجے نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

''اس پر میرا خصوصی نمبر موجود ہے۔ میں اگر موجود نہ ہوں تو پیغام ریکارڈ کرا دینا میں وصول کر لوں گا''...... وجے نے کہا تو ٹائیگر نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور آفس سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھا کارش کالونی کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ٹوکن پر کوٹھی نمبر بارہ، کارش کالونی ہی درج تھا۔ کالونی کے آغاز میں ٹائیگر نے ٹیکسی چھوڑ دی اور ٹیکسی کے واپس جانے کے بعد وہ پیدل ہی آگے بڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک متوسط درجے کی کوٹھی کے بند گیٹ کے سامنے موجود تھا۔ ستون پر بارہ نمبر کا ہندسہ واضح نظر آ رہا تھا۔ گیٹ پر تالا موجود تھا۔ ٹائیگر نے تالا کھولا اور پھاٹک کھول کر اندر

داخل ہو گیا۔ وہاں ایک نئے ماڈل کی کار موجود تھی اور کار کی چابیاں اگنیشن میں موجود تھیں۔ ٹائیگر نے کار کو اچھی طرح چیک کیا اور پھر ایک راؤنڈ کوٹھی کا لگا کر اس نے کار کو کوٹھی سے باہر نکالا اور پھر نیچے اتر کر اس نے پھاٹک بند کیا اور اس پر تالا ڈال کر وہ واپس کار میں بیٹھا اور چند لمحوں بعد کار تیزی سے رومن کلب کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

نعمانی کے منہ سے کراہ نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر چھایا ہوا اندھیرا آہستہ آہستہ دور ہونے لگ گیا۔ پوری طرح ہوش میں آتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑتی چلی گئیں۔

''لیٹے رہو مسٹر۔ تم شدید زخمی ہو''...... ایک مردانہ آواز اس کے کانوں تک پہنچی تو اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور پہلی بار اسے ادراک ہوا کہ وہ ایک کافی بڑی چٹان پر پڑا ہوا ہے۔ ایک آدمی بھی کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا۔ وہ اپنے لباس سے کوئی شکاری ہی دکھائی دے رہا تھا۔ نعمانی کے اردگرد اس کے ساتھی بھی شدید زخمی حالت میں لیٹے ہوئے نظر آ رہے تھے لیکن وہ مکمل طور پر بے حس وحرکت تھے۔

''مم۔ مم۔ میرے ساتھی''...... نعمانی نے ایک بار پھر اٹھنے کی

کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''تمہارے ساتھی بھی شدید زخمی ہیں لیکن زندہ ہیں۔ ابھی ایئر ایمبولینس آ رہی ہے۔ تاکہ تمہیں ہسپتال پہنچا دیا ہے''...... اس آدمی نے جواب دیا اور پھر دور سے کسی ہیلی کاپٹر کی قریب آتی سنائی دی تو وہ آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور لہرانے شروع کر دیئے۔ ہیلی کاپٹر قریب آیا اور پھر وہ نعمانی کے قریب ایک اور چٹان پر ٹک گیا۔ یہ کافی بڑا ایمبولینس ہیلی کاپٹر تھا اور نعمانی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ہیلی کاپٹر پر شوگران کا مخصوص سرکاری مونوگرام بھی موجود تھا اور پھر اسے فوری طور پر یہی احساس ہوا کہ بولنے والے کا لہجہ بھی شوگرانی ہی تھا۔ اس کے ذہن میں وہ سارے مناظر کسی فلم کی طرح گھوم گئے جب وہ جیپ میں سوار دارش کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

دارش جہاں سٹانگر کا ٹھکانہ تھا کہ اچانک ان کی جیپ پر فائرنگ شروع ہو گئی اور پھر میزائل فائر کیا گیا۔ صدیقی جو جیپ چلا رہا تھا جیپ پر کنٹرول نہ کر سکا اور جیپ الٹ کر سائیڈ میں موجود ایک گہری کھائی میں گرتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی نعمانی کا ذہن تاریک پڑ گیا تھا اور اب اسے یہاں اس چٹان پر ہوش آیا تھا۔ وہ سب سمجھ گیا تھا کہ گہرائی میں گرنے کے بعد وہ کسی طرح اس پہاڑی کی دوسری طرف شوگران کے علاقے میں پہنچ گئے اور یہاں شکاریوں نے انہیں بچایا اور اب انہیں شوگران کے کسی ہسپتال میں

پہنچایا جا رہا ہے اور پھر تھوڑی دیر بعد نعمانی اور اس کے ساتھیوں کو ہیلی کاپٹر ایمبولینس میں شفٹ کر دیا گیا اور ہیلی کاپٹر ایمبولینس میں موجود ڈاکٹر اور نرسوں نے ان کی دیکھ بھال شروع کر دی جبکہ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا تھا۔

''صرف ایک آدمی ازخود ہوش میں آ گیا تھا۔ باقی بے ہوش رہے ہیں''...... نعمانی کے کانوں میں وہی آواز پڑی جو اس سے پہلے اس سے باتیں کرتا رہا تھا۔

''ان کی قوت ارادی حیرت انگیز ہے۔ میں نے ہزاروں افراد کو چیک کیا ہو گا لیکن قوت ارادی کا اتنا اونچا گراف میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ یہ واقعی حیرت انگیز لوگ ہیں اور اس قوت ارادی کے بل پر ہی یہ زندہ رہے ہیں ورنہ نجانے کب کے ختم ہو گئے ہوتے۔

''ہوا کیا ہے''...... ایک اور آواز سنائی دی۔ لہجہ شوگرانی تھا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ ہم گورفر کے شکار کے لئے اس طرف آئے تھے کہ ہم نے پہاڑی کی دوسری طرف پاکیشیائی سائیڈ پر فائرنگ اور میزائل فائر ہونے کی آواز سنی۔ اس وقت ہم ایک زخمی گورفر کی تلاش کرنے کے لئے نیچے گہرائی میں پھر رہے تھے۔ وہاں ایک چھوٹا سا درہ ہے جس میں سے دو آدمی آسانی سے گزر سکتے ہیں۔ پھر ہم نے ایک جیپ کو گہرائی میں گرتے دیکھا۔ یہ جیپ اس درے کے قریب چٹان پر آ کر گری۔ اس میں سے چار افراد جیپ

کے دروازے کھل جانے کی وجہ سے ادھر ادھر گر گئے پھر جیپ میں آگ لگ گئی۔ ہم نے ایک ایک کر کے ان چاروں کو اٹھا کر درے سے گزار کر اپنی جگہ پر لے آئے۔ یہ چاروں شدید زخمی تھے لیکن زندہ تھے۔ ہم نے آپ کو کال کیا۔ میرے ساتھی واپس چلے گئے کیونکہ اس حادثے نے انہیں پریشان کر دیا تھا اور انہوں نے جیپوں میں واپس جانا تھا۔ میں یہاں رک گیا تاکہ آپ کے ساتھ ساگانگ چلا جاؤں گا''...... شکاری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اس طرح نعمانی کو معلوم ہوا کہ وہ کیسے زندہ بچے اور کس طرح شوگران کے پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے لیکن اسے یہ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ ان پر فائرنگ اور میزائل فائرنگ کسی نے اور کیوں کی۔ اسی لمحے ڈاکٹر نے آ کر اسے انجکشن لگا دیا تو اسے نیند آنے لگ گئی اور چند لمحوں بعد نعمانی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ پھر جب اس کی آنکھیں کھلیں تو اس نے اپنے آپ کو ایک بڑے کمرے میں پایا۔ یہ شاید کسی بڑے ہسپتال کا جنرل وارڈ تھا۔ یہاں چالیس کے قریب بستر موجود تھے جس میں سے چار بستروں پر نعمانی اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ نعمانی یہ دیکھ کر خوش ہو گیا کہ اس کے ساتھی بھی ہوش میں آ چکے ہیں۔

''آپ کو ہوش آ گیا۔ ویری گڈ''...... نعمانی کے کان میں ایک مردانہ آواز پڑی اور اس نے سر گھما کر دیکھا تو یہ ایک ڈاکٹر تھا جس کے ساتھ دو نرسیں موجود تھیں۔

''مجھے تو وہاں پہاڑی پر ہی ہوش آ گیا تھا لیکن پھر ہیلی کاپٹر ایمبولینس میں مجھے نیند آور انجکشن لگا دیا گیا تھا''...... نعمانی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ وہ انجکشن معمولی سا اوور ڈوز ہو گیا تھا اس لئے ہم پریشان تھے۔ بہرحال اب کوئی خطرہ نہیں رہا''...... ڈاکٹر نے اس کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

''میرے ساتھیوں کی کیا پوزیشن ہے ڈاکٹر''...... نعمانی نے پوچھا۔

''سب اب خطرے سے باہر ہیں۔ ایک دو روز میں آپ کو چھٹی مل جائے گی۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ یقینی موت سے بھی محفوظ رہے اور ٹوٹ پھوٹ سے بھی۔ صرف زخم آئے ہیں''...... ڈاکٹر نے کہا اور پھر مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ نعمانی نے اطمینان کا سانس لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

''آنکھیں بند کئے تم زیادہ خوبصورت لگتے ہو۔ بالکل معصوم بچے کی طرح''...... اچانک اس کے کانوں میں شوخ آواز پڑی تو نعمانی نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں۔ سامنے عمران کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''عمران صاحب آپ یہاں کیسے''...... نعمانی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''تمہاری جیبوں سے فورسٹارز کے خصوصی کارڈز ملے تھے جس

پر یہاں پاکیشیا کے سفیر کو اطلاع دی گئی۔ انہوں نے سر سلطان کو اطلاع دی۔ سر سلطان فورسٹارز کے بارے میں جانتے تھے۔ انہوں نے تمہارے چیف کو اطلاع دی۔ پھر چیف نے اپنے طور پر انکوائری کرانے کے بعد مجھے یہاں تمہاری خیر خیریت پوچھنے کے لئے بھیج دیا۔ ارے ہاں۔ چیف نے کہا تھا کہ میں گلدستے بھی تمہاری خدمت میں پیش کروں لیکن میں نے سوچا کہ گلدستوں پر خرچ ہونے والی رقم تمہیں کیوں نہ نقد دے دی جائے لیکن پھر یہ سوچ کر رک گیا کہ رقم تو خرچ ہو جائے گی''...... عمران نے سائیڈ پر موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور نعمانی بے اختیار ہنس پڑا۔

''آپ کی آمد ہمارے لئے ایک ہزار گلدستوں کے برابر ہے عمران صاحب''...... نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تو پھر سو دو سو گلدستوں کے پیسے مجھے دے دو تاکہ کچھ تو مفلسی کا توڑ ہو سکے''...... عمران نے کہا تو نعمانی ایک بار پھر بے اختیار ہنس پڑا۔ اسی لمحے ڈاکٹروں کی ٹیم آ گئی تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ آپ بے شک چیک کر لیں میرے ساتھی اب بالکل اوکے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''جی ہاں۔ بظاہر تو ایسے ہی لگتا ہے۔ اصل میں ان کی بے پناہ قوت ارادی نے ان کی جانیں بچائی ہیں''...... سینئر ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ نعمانی کو چیک کرنے میں مصروف ہو

گیا۔

"آل او کے"...... ڈاکٹر نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تو نعمانی نے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ چاروں بازار سے منگوائے گئے لباسوں میں جلد ہی پاکیشیائی سفارت خانے میں موجود تھے۔ چونکہ ان کا لباس پھٹ گیا تھا اور خون آلود بھی تھا اس لئے عمران نے ان کے لئے نئے لباس منگوا لئے تھے۔

"عمران صاحب۔ ہم پر اس طرح دیدہ دلیری سے فائرنگ کس نے کی ہو گی۔ کیا سٹانگر نے۔ لیکن اسے تو ہمارے بارے میں علم نہ ہی تھا"...... صدیقی نے کہا۔

"میں نے جو سوچا ہے اس کے مطابق تم نے کالے کا خاتمہ کیا۔ کالا سٹانگر کا خاص آدمی تھا۔ اس تک اطلاع پہنچ گئی۔ اس نے تمہیں ٹریس کرا کر تمہارے خلاف کوئی مقامی گروپ ہائر کیا جس کا یہ نتیجہ نکلا ہے۔ ویسے اس بار تم اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کی وجہ سے زندہ ہو ورنہ جس گہری کھائی میں تمہاری جیپ گری ہے اور جس طرح اسے آگ لگی ہے تمہارا زندہ بچ جانا ناممکن تھا"۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ کا تجزیہ تو درست لگتا ہے لیکن کیا یہ صرف تجزیہ ہے یا اس کے پیچھے کوئی ثبوت بھی ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"اس کے علاوہ دوسرا پہلو ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ ایک اور بات

سامنے آئی ہے۔ میں نے جلی ہوئی جیپ کو چیک کیا ہے۔ اس کی رجسٹریشن پلیٹ جلنے کے بعد اتار لی گئی ہے اور جہاں جیپ موجود تھی وہاں اگرد گرد کہیں بھی موجود نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

"اس سے کیا نتیجہ نکلا"...... صدیقی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہی کہ تمہاری لاشیں حملہ آوروں کو نہیں ملیں تو انہوں نے جلی ہوئی رجسٹریشن پلیٹ بطور ثبوت اتار لی"...... عمران نے کہا تو صدیقی کے ساتھ ساتھ باقی ساتھیوں نے بھی اثبات میں سر ہلا دیئے۔

"اب کیا پروگرام ہے آپ کا"...... صدیقی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد عمران سے پوچھا۔

"پروگرام کا تمہیں علم ہے۔ ہم نے واپس پاکیشیا جانا ہے"۔ عمران نے چونک کر اور قدرے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن ہم نے تو سٹانگر پر ریڈ کرنا ہے۔ ہم دارالحکومت چلے گئے تو ہماری واپسی مسئلہ بن جائے گی"...... صدیقی نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ تمہیں وارش پہنچا دیا جائے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ ہم وہاں کارروائی کرنا چاہتے ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"اوکے"...... عمران نے کہا اور پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد پاکیشیا سے ایک خصوصی ہیلی کاپٹر سفارت خانے پہنچ گیا جس میں عمران

سمیت فورسٹارز سوار ہو گئے۔

''ہمیں دارالحکومت کی بجائے دارش کے قریب ڈراپ کر دینا''...... عمران نے پائلٹ سے کہا۔

''عمران صاحب۔ آپ بھی ہمارے ساتھ کام کریں گے''۔ صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں کیوں۔ میں فل سٹار نہ سہی لٹل سٹار سہی''...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

رومن کلب ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس کا طرز تعمیر قدیم رومن جیسا ہی تھا۔ ٹائیگر پاکیشیا میں بھی بہت کم ایسے چھوٹے کلبوں میں جاتا تھا کیونکہ وہاں عام طور پر گھٹیا جرائم پیشہ افراد ہی آیا جایا کرتے تھے۔ ٹائیگر نے کار پارکنگ میں روکی اور نیچے اتر آیا۔ پھر پارکنگ بوائے سے کارڈ لے کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر پر دو لڑکیاں موجود تھیں۔

''میرا نام ٹائیگر ہے اور میں نے رومن سے ایک بڑا سودا کرنا ہے''...... ٹائیگر نے قدرے سخت لہجے میں ایک لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس سر۔ میں چیف سے معلوم کرتی ہوں''...... لڑکی نے کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں شاید اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا

کیونکہ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز ٹائیگر کو بھی سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

’’یس‘‘...... ایک بھاری اور کرخت آواز سنائی دی۔

’’کاؤنٹر سے روبی بول رہی ہوں باس۔ ایک صاحب ٹائیگر آئے ہیں۔ آپ سے کسی بڑے سودے کے لئے ملنا چاہتے ہیں‘‘...... لڑکی نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

’’ٹائیگر۔ نام تو سنا ہوا ہے۔ ٹھیک ہے بھیج دو‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو لڑکی نے رسیور رکھا اور ایک سپروائزر کو بلا کر اسے ٹائیگر کو چیف کے آفس میں پہنچانے کا کہہ دیا۔ ٹائیگر اس سپروائزر کی رہنمائی میں ایک راہداری سے گزر کر ایک بند دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔

’’تشریف لے جائیں‘‘...... سپروائزر نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے بند دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ ٹائیگر اندر داخل ہوا تو سامنے میز کی دوسری طرف اونچی پشت کی کرسی پر ایک چھوٹے قد اور بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر کے بال عقبی طرف سنوارے گئے تھے۔ چہرے اور دیکھنے کے انداز سے وہ کوئی چوہا دکھائی دے رہا تھا جو اپنے بل میں گھسا باہر موجود شکاری پرندوں کو دیکھ رہا ہو۔

’’میرا نام ٹائیگر ہے‘‘...... ٹائیگر نے میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

’’تم پہلے تو کبھی نظر نہیں آئے۔ پھر کس سودے کی بات کرنا چاہتے ہو‘‘...... رومن نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

’’میں پاکیشیا سے آیا ہوں۔ پاکیشیا انڈر ورلڈ سے‘‘...... ٹائیگر نے کہا تو رومن بے اختیار اچھل پڑا۔

’’پاکیشیا سے۔ اوہ۔ کیا کہنا چاہتے ہو‘‘...... پاکیشیا کا نام سنتے ہی رومن کے لہجے میں تیزی آ گئی تھی۔

’’میں نے شنکر سے ایک اہم معاملے میں ملاقات کرنی ہے۔ صرف پانچ منٹ کے لئے اسے ایک خصوصی آفر کرنی ہے۔ پاکیشیا کے ایک بڑے گروپ کی طرف سے۔ وہ بے شک انکار کر دے یا اقرار کر لے اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن ملاقات سے مجھے دس لاکھ ڈالرز مل جائیں گے اور مجھے معلوم ہے کہ وہ اجنبیوں سے ملاقات نہیں کرتا۔ اگر تم پانچ لاکھ ڈالرز لینا چاہتے ہو تو تم یہ ملاقات کرا سکتے ہو۔ بے شک تم بھی اس ملاقات میں شامل رہنا۔ تمہاری بات وہ مان سکتا ہے‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’کیا تم واقعی مجھے پانچ لاکھ ڈالرز دو گے۔ یہ کافی بڑی رقم ہے‘‘...... رومن نے کہا۔ اس کی آنکھوں میں یکلخت تیز چمک ابھر آئی تھی۔ ٹائیگر نے اس کا چہرہ دیکھ کر ہی اسے اتنی بڑی رقم کی آفر کر دی تھی کیونکہ چہرے کے نقوش سے ہی وہ لالچی آدمی دکھائی دے رہا تھا۔ میں تمہیں گارینٹڈ چیک دے سکتا ہوں لیکن اس وقت جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم نے ملاقات کا وقت لے لیا

ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اتنا جلدی تو وقت نہیں مل سکتا''...... رومن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ پھر میں کسی اور کے ذریعے ٹرائی کرتا ہوں۔ مجھے آج اور ابھی ملنا ہے کیونکہ زیادہ وقت گزر جانے سے سب معاملات زیرو ہو جائیں گے''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے چیک بک نکال کر سامنے میز پر رکھ دی۔

''آج۔ ابھی۔ اوہ۔ مگر ٹھیک ہے۔ چیک تیار کرو میں بات کرتا ہوں''...... رومن نے رک رک کر کہا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے فون پیس کے نیچے لگا ہوا بٹن پریس کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے جبکہ ٹائیگر نے چیک پر رقم لکھی اور دستخط کرنے کے بعد چیک کو بک سے علیحدہ کر کے اس نے اسے اپنے سامنے رکھ لیا جبکہ چیک بک کو واپس اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ رومن نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا اس لئے دوسری طرف سے بجنے والی گھنٹی کی آواز اسے بھی سنائی دے رہی تھی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''روگو بول رہا ہوں''...... ایک بھاری اور سخت آواز سنائی دی۔

''رومن بول رہا ہوں۔ سپر باس آفس میں ہیں یا نہیں''۔ رومن نے کہا۔

''سپیشل آفس میں ہیں۔ کیوں''...... دوسری طرف سے پوچھا

گیا۔

''سپر باس سے ایک ملاقات کی اجازت لینی ہے۔ کوئی ٹپ دو''...... رومن نے کہا اور ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ انڈر ورلڈ میں یہ بات عام تھی۔

''مجھے کیا دو گے۔ بولو''...... دوسری طرف سے روگو نے کہا۔

''پکی ٹپ ہو تو دس ہزار روپے۔ نہیں تو گولی''...... رومن نے کہا۔

''روگو کہیں غلط ٹپ دے ہی نہیں سکتا۔ سنو۔ چیف باس آج بے حد خوش ہیں کیونکہ ایک بڑی سپلائی ٹارگٹ پر پہنچ گئی ہے اس لئے آج وہ عادت کے مطابق پرانی شراب پیئیں گے۔ تمہارے پاس پرانی شراب کا ذخیرہ ہے۔ سب سے پرانی شراب کی بوتل لے جاؤ۔ کام ہو جائے گا''...... روگو نے کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ ٹپ کامیاب رہی تو رقم مل جائے گی''۔ رومن نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''کون ہے''...... دوسری طرف سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ آواز بھاری تھی۔

''رومن بول رہا ہوں چیف باس۔ رومن۔ آکڑائے کی ایک بوتل میں نے آپ کے لئے ارینج کی ہے۔ سو سال سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ لے آؤں''...... رومن نے انتہائی لجاتے ہوئے لہجے میں

کہا۔

''واہ۔ آج تو مجھے اس کی ضرورت تھی۔ ٹھیک ہے۔ لے آؤ''...... دوسری طرف مسرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''چیف باس۔ پاکیشیا سے میرا ایک مہمان آیا ہے ٹائیگر۔ آپ سے ملنے کا اعزاز حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ساتھ لے آؤں''۔ رومن نے ایک بار پھر لجاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ٹائیگر۔ پاکیشیا۔ اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ لے آؤ۔ نام تو میں نے سنا ہوا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو رومن نے مسرت بھرے انداز میں گڈ کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''ہو گیا تمہارا کام۔ چیک دو''...... رومن نے کہا تو ٹائیگر نے بھی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چیک اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے چیک کو غور سے دیکھا اور پھر اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے چیک کو موڑا اور اپنی جیب میں رکھ لیا۔

''میں پرانی شراب کی بوتل لے آؤں۔ پھر چلتے ہیں''۔ رومن نے کہا تو ٹائیگر کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ اٹھ کر آفس کے عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں ایک اور دروازہ موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں شراب کی ایک بوتل تھی جو شاپر میں رکھی گئی تھی۔

''آؤ اب چلیں''...... رومن نے کہا تو ٹائیگر اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی

دیر بعد ان کی کار بلیک کلب کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

''کوئی خفیہ راستہ ہے یا''...... سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ٹائیگر نے رومن سے مخاطب ہو کر کہا۔ رومن ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا۔

''عقبی راستے سے''...... رومن نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً پون گھنٹے بعد وہ ایک وسیع کلب کی عقبی طرف موجود ایک چوڑی گلی میں موجود تھے۔ یہاں اور کاریں بھی موجود تھیں اور ایک بند دروازے کے باہر چار مسلح افراد بڑے چوکنا انداز میں کھڑے تھے۔ رومن نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر نیچے اتر گیا۔ دوسری طرف سے ٹائیگر بھی نیچے اتر آیا۔ رومن کے ہاتھ میں شاپر تھا جس میں پرانی شراب کی بوتل موجود تھی۔

''رومن اور ٹائیگر''...... رومن نے ایک مسلح آدمی سے کہا۔

''اوہ یس۔ دونوں نام موجود ہیں۔ جاؤ''...... اس مسلح آدمی نے کہا تو رومن نے ٹائیگر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور بند دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کئی راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہوئے جس کی چھت میں انتہائی خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ میز کے پیچھے ایک چوڑی ریوالونگ چیئر پر ایک چھوٹے قد لیکن بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ چھوٹا لیکن جسم بے حد پھیلا ہوا تھا۔ چہرے مہرے سے وہ خاصا سفاک فطرت آدمی دکھائی دے رہا تھا۔ یہ شنکر تھا جسے کافرستان میں اسلحے کا کنگ کہا جاتا تھا اور جس

سے ملاقات خوش بختی سمجھی جاتی تھی۔

''تو یہ ہے ٹائیگر۔ پاکیشیا کا ٹائیگر۔ بیٹھو''...... شنکر نے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے توہین آمیز لہجے میں کہا۔

''ہاں چیف باس۔ یہ ٹائیگر ہے اور چیف باس۔ یہ آپ کے لئے پرانی شراب کی بوتل''...... رومن نے بڑے لجاتے ہوئے شاپر سے بوتل نکال کر شنکر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ تم نے خوش کر دیا رومن''...... شنکر نے کہا اور بوتل لے کر ایک طرف رکھ دی۔

''ہاں تو مسٹر ٹائیگر۔ تم وہی ٹائیگر تو نہیں ہو جو اپنے آپ کو پاکیشیائی عمران کا شاگرد کہلاتا ہے''...... شنکر نے دونوں ہاتھ میز کے کناروں پر رکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں وہی ٹائیگر ہوں۔ اور تم سے ملاقات کا ایک مقصد ہے۔ کیا ہم علیحدگی میں ملاقات کر سکتے ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ضرور کریں گے لیکن ابھی نہیں۔ کچھ دیر بعد''...... شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی مسکراہٹ میں ایسا طنز نمایاں تھا کہ ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سمجھتا اچانک سٹک کی آواز کے ساتھ ہی سرخ رنگ کی ریز اس کے جسم پڑیں اور اس کا ذہن پلک جھپکنے میں اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر جس طرح اچانک ذہن پر اندھیرا چھایا تھا اسی طرح ایک لمحے میں اندھیرا روشنی میں تبدیل ہو گیا اور ٹائیگر نے آنکھیں

کھول دیں۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف کسمسا کر رہ گیا کیونکہ اس کا جسم کرسی کے ساتھ رسی سے بندھا ہوا تھا۔ یہ کوئی تہہ خانہ نما کمرہ تھا۔ اس کی کرسی کے سامنے دو کرسیاں پڑی تھیں جن میں سے ایک پر گینڈا نما شنکر بیٹھا ہوا تھا اور وہ پرانی شراب کی بوتل منہ سے لگائے ہوئے تھا جبکہ دوسری کرسی پر رومن بیٹھا ہوا تھا لیکن وہ اس طرح سکڑا سہا بیٹھا تھا جیسے کسی بڑے جرم کے افشار ہو جانے پر کسی کی کیفیت ہو سکتی ہے۔

''ہاں رومن۔ تو تم اسے اپنے ساتھ لائے تھے کیونکہ اس نے تمہیں بڑی رقم کا چیک دیا تھا''...... شنکر نے شراب کا آخری گھونٹ لے کر خالی بوتل کو فرش پر پھینکتے ہوئے کہا۔

''میں نے آپ سے ملاقات کی اجازت لی تھی چیف باس''۔ رومن نے انتہائی سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ جسے تم ساتھ لا رہے ہو وہ پاکیشیا کا انتہائی خطرناک آدمی ہے''...... شنکر نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

''چیف باس۔ میں نے اسے دیکھا ہی پہلی بار ہے۔ میں تو اسے جانتا ہی نہیں تھا''...... رومن نے کہا۔

''تم نے صرف چیک کو دیکھا اور بس اوکے۔ اس چیک کے پیچھے بینک کے نام لکھو کہ اس چیک کی رقم میرے اکاؤنٹ میں

جائے گی''...... شنکر نے کہا تو رومن نے اس طرح تیزی سے چیک جیب سے نکال کر اس پر لکھنا شروع کر دیا جیسے قیدی کو اپنی رہائی نامہ لکھنے کا کہا جائے۔

''یہ لیں چیف باس''...... رومن نے لکھ کر اور دستخط کر کے چیک شنکر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو شنکر نے چیک لے کر اسے غور سے دیکھا۔ پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چیک کو موڑا اور اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

''تو تم نے صرف رقم کی خاطر مجھے مروانے کی سازش کی اور میرے دشمن کو ساتھ لے آئے۔ کیوں''...... شنکر نے یکلخت غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ جیب سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ رومن کچھ کہتا تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی کمرہ رومن کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھا۔ چند لمحے تڑپنے کے بعد رومن کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور مشین گنوں سے مسلح دو افراد اندر داخل ہوئے۔

''اسے اٹھا کر باہر لے جاؤ اور برقی بھٹی میں ڈال کر راکھ کر دو''...... شنکر نے آنے والے دونوں افراد سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس چیف''...... ان دونوں نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

''روڈی کہاں ہے۔ اسے بلاؤ''...... شنکر نے کہا۔

''یس چیف''...... ان میں سے ایک نے کہا اور پھر دوڑتا ہوا

واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''تم نے دیکھا مسٹر ٹائیگر کہ میں نے رومن کی معمولی سی غلطی پر اسے سزا دے دی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے''...... شنکر نے سامنے کرسی پر بندھے بیٹھے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ مشین پسٹل جس سے اس نے رومن کو ہلاک کیا تھا اس کے ہاتھ میں تھا اور ٹائیگر کو ان لوگوں کا طویل تجربہ تھا۔ ایسے لوگ انتہائی مشتعل مزاج ہوتے ہیں۔ اچانک بھڑک اٹھتے ہیں اس لئے اسے شدید خطرہ تھا کہ باتیں کرتے کرتے اچانک شنکر فائر کھول سکتا ہے۔

''اس نے کی ہو گی غلطی۔ میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ میں تو اسلحے کے ایک بڑے سودے کے لئے تم سے ملنا چاہتا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ تم اجنبی لوگوں سے ملاقات نہیں کرتے اس لئے میں نے تمہارے رومن کو درمیان میں ڈالا۔ اسے معاوضہ دیا اور اس طرح تم تک پہنچ گیا لیکن تم نے نجانے کیا سمجھ کر مجھے بے ہوش کر دیا اور اب یہاں باندھ کر بٹھایا ہوا ہے''...... ٹائیگر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ایک تیسرا آدمی کمرے میں آیا۔

''یس چیف''...... اس آدمی نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

''روڈی مشین پسٹل لے کر اس کرسی سے بندھے ہوئے آدمی کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور مشین پسٹل کی نال اس کی کنپٹی پر رکھ دو اور جب میں کہوں اس کی کھوپڑی اڑا دینا''...... شنکر نے کہا۔

"یس چیف"...... روڈی نے کہا اور ہولسٹر میں ڈالا ہوا مشین پسٹل نکال کر وہ ٹائیگر کی طرف بڑھا اور قریب کھڑے ہو کر اس نے مشین پسٹل کی نال ٹائیگر کی کنپٹی پر رکھ دی۔

"ہاں۔ اب بولو۔ کس سودے کی بات کر رہے تھے"...... شنکر نے کہا۔

"تم پاکیشیا دارالحکومت میں اسلحہ فروخت کرتے رہتے ہو۔ ہمیں بھی وہاں اسلحے کا ایک بڑا ذخیرہ چاہئے۔ تقریباً ایک ارب ڈالرز کا سودا۔ میری پارٹی نے تم سے بات کرنے کے لئے مجھے حکم دیا ہے اس لئے میں یہاں آیا ہوں۔ اگر تم انکار کرو گے تو پھر ہم کسی اور سے بات کر لیں گے"...... ٹائیگر نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے رسیاں کھولنے کی کوشش بھی جاری رکھی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ عقبی طرف بندھے ہوئے تھے اور ٹائیگر کی انگلیاں گانٹھ پر کام کر رہی تھیں۔ گانٹھ عام سی تھی۔ اس لئے اسے کھولنے میں تو کوئی مشکل پیش نہ آئی لیکن اب بازوؤں کو آزاد کرانا تھا اور یہی سب سے مشکل کام تھا کیونکہ شنکر سامنے بیٹھا ہوا تھا اور ساتھ ہی روڈی کھڑا ہو گیا۔ وہ اس کی معمولی سی حرکت کو بھانپ کر فائر کھول سکتے تھے اور صرف گانٹھ کھولنے سے وہ کھل کر حرکت نہ کر سکتا تھا لیکن اسے یہ بھی خدشہ تھا کہ شنکر جیسا آدمی کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے اس لئے وہ جلد از جلد حرکت میں آ جانا چاہتا تھا۔

"ایک ارب ڈالرز۔ کیا واقعی۔ کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو"...... شنکر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ایک ارب ڈالر"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنی دوسری سائیڈ کا بازو رسی سے آزاد کرا لیا۔ رسی ڈھیلی ہو کر نیچے گر گئی تھی جس کا نوٹس ان دونوں نے نہ لیا تھا لیکن دوسرا ہاتھ ویسے ہی رسی کے اندر تھا۔

"ایک ارب ڈالرز کا اسلحہ۔ کون سی پارٹی ہے تمہاری۔ بولو"۔ شنکر نے اٹھ کر ٹائیگر کی طرف آتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ ایک ارب ڈالرز کا سن کر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے ہوں گے۔

"یہودی ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیا تو شنکر نے بے اختیار ہاتھ گھما دیا اور ٹائیگر کے گال پر پڑنے والے تھپڑ سے کمرہ گونج اٹھا اور زور دار جھٹکا کھا کر ٹائیگر کرسی سمیت زمین پر جا گرا۔ اس کے پورے جسم میں درد کی تیز لہریں دوڑنے لگی تھیں۔

"بکواس کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے اور بھی شنکر کے سامنے۔ یہودی تو پہلے ہی پاکیشیا کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اس کی کرسی سیدھی کرو تا کہ میں اس سے سچ اگلواؤں"...... شنکر نے چیختے ہوئے کہا اور روڈی نے آگے بڑھ کر سائیڈ کے بل گری ہوئی کرسی کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے سیدھا کرنے کی کوشش کی لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ شنکر کا یہ تھپڑ اس کو اور شنکر کو بے حد مہنگا پڑے گا کیونکہ ٹائیگر

گانٹھ پہلے ہی کھول چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایک بازو بھی آزاد کرا چکا تھا۔ پھر تھپڑ کھا کر کرسی سمیت نیچے گرنے سے کرسی اس کے وزن اور جھٹکے سے ٹوٹ گئی تھی اور اب نہ صرف اس کا دوسرا بازو آزاد ہو چکا تھا بلکہ پیٹ اور سینے پر موجود رسی کے بل بھی ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ گو انہیں کھول کر ہی علیحدہ کیا جا سکتا تھا لیکن بہرحال وہ اس قدر ڈھیلے پڑ گئے تھے کہ ٹائیگر اب حرکت میں آ سکتا تھا اور ویسے ہی ہوا جیسے ہی روڈی نے کرسی کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکے سے سیدھا کیا ٹائیگر حرکت میں آ گیا اور روڈی اڑتا ہوا سامنے کھڑے شنکر سے پوری قوت سے ٹکرایا اور وہ دونوں چیختے ہوئے نیچے جا گرے۔ نیچے گرتے ہی شنکر تو اٹھنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا جبکہ روڈی جو ورزشی جسم کا مالک تھا وہ نیچے گرتے ہی قلابازی کھا کر نہ صرف سیدھا ہوا بلکہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پسٹل کا رخ اس نے ٹائیگر کی طرف کر دیا جو اپنے آپ کو رسیوں سے چھڑانے کی تگ و دو میں الجھا ہوا تھا لیکن ٹائیگر بہرحال ان دونوں کی طرف سے غافل نہ تھا اس لئے جیسے ہی روڈی قلابازی کھا کر سیدھا ہوا اسی لمحے ٹائیگر نے کرسی سمیت چھلانگ لگائی اور اس سے پہلے کہ روڈی فائر کھولتا ٹائیگر کرسی سمیت اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے شنکر کے سینے سے ایک دھماکے سے ٹکرایا اور کمرہ شنکر کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھا۔

ٹائیگر نے دانستہ ایسا کیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ فائر

کھولنے سے پہلے روڈی تک نہ پہنچ سکے گا اس لئے لازماً گولیوں کا شکار ہو جائے گا۔ اس نے ایک غوطہ لگایا اور پلٹ کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے شنکر سے ایک دھماکے سے جا ٹکرایا۔ یہ ٹکر اس قدر زوردار تھی کہ شنکر جیسے گینڈے کا جسم رکھنے والا براہ راست دل پر ضرب کھا کر چیخنے پر مجبور ہو گیا۔ ٹائیگر نے دانستہ اس کے سینے پر عین دل پر ضرب لگائی تھی تاکہ کچھ منٹ کے لئے ہی سہی شنکر مفلوج ہو کر رہ جائے اور وہ اس دوران روڈی سے نمٹ لے۔

ٹائیگر کی ترکیب کامیاب رہی اور روڈی نے شنکر کی وجہ سے اٹھا ہوا ہاتھ تیزی سے گھمایا تھا ورنہ ٹائیگر کا انجام جو بھی ہوتا بعد میں ہوتا پہلے شنکر کا خاتمہ یقینی تھا۔ پھر جیسے ہی روڈی کا ہاتھ بلند ہوا ٹائیگر جو شنکر کو ضرب لگا کر واپس اچھلا تھا ہوا میں گھوما اور اس کی لات روڈی کے اس ہاتھ پر پڑی جس ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا اور مشین پسٹل اڑتا ہوا سائیڈ پر جا گرا جبکہ لات کی ضرب کھا کر روڈی نے بھی گھوم کر ٹائیگر کو لات کی بھرپور ضرب لگا دی۔ اس کا وار خاصا خطرناک تھا اور ٹائیگر باوجود کوشش کے اس داؤ سے بچ نہ سکا اور لات اس کی پسلیوں پر اس قدر زور سے پڑی کہ ٹائیگر کسی گیند کی طرح اڑتا ہوا ایک سائیڈ پر موجود دیوار سے جا ٹکرایا لیکن شاید قسمت ٹائیگر کا ساتھ دے رہی تھی کہ ٹائیگر دیوار سے ٹکرا کر جہاں گرا تھا روڈی کے ہاتھ سے نکلا ہوا مشین پسٹل بھی وہیں پڑا تھا اور ٹائیگر کے لئے یہ قدرت کی امداد تھی اس لئے اپنی تکلیف کی

پرواہ نہ کرتے ہوئے ٹائیگر مشین پسٹل پر جھپٹا اور دوسرے لمحے اپنی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے روڈی پر فائر کھول دیا اور تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی روڈی چیختا ہوا نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

ٹائیگر تیزی سے اٹھا۔ گو اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی چند پسلیاں ٹوٹ چکی ہیں لیکن بہرحال درد قابل برداشت تھا اور ابھی شنکر موجود تھا۔ وہ اسے ہلاک بھی نہ کر سکتا تھا کیونکہ اس سے ابھی اس نے تفصیلی پوچھ گچھ کرنی تھی۔ وہ اٹھ کر شنکر کی طرف بھاگا لیکن دوسرے لمحے رک گیا کیونکہ شنکر بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس نے جھک کر اس کے دل پر ہاتھ رکھا کیونکہ شنکر کی جسامت اتنی تھی کہ ایک ہی ضرب سے اس کے بے ہوش ہونے کا بظاہر امکان نظر نہ آتا تھا لیکن چند لمحوں بعد ٹائیگر نے ہاتھ ہٹا لیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات تھے کیونکہ شنکر واقعی بے ہوش ہو چکا تھا۔ شاید دل پر لگنے والی ضرب کچھ زیادہ ہی طاقتور ثابت ہوئی تھی۔ اس نے مشین پسٹل ایک طرف رکھا اور پہلے شنکر کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا وہاں موجود کرسی کی طرف لے گیا۔ یہ وہی کرسی تھی جس پر شنکر پہلے بیٹھا ہوا تھا اور پھر کرسی سمیت نیچے گرا تھا اور گرنے کے باوجود کرسی صحیح سلامت تھی۔ اس نے کرسی کو سیدھا کیا اور پھر پوری قوت لگا کر اس نے شنکر کو کھینچ کر کرسی پر ڈال ہی دیا۔ اس کے بعد اپنی کرسی کی طرف بڑھا جس کے ساتھ ابھی تک رسیاں موجود تھیں

حالانکہ کرسی خاصی حد تک ٹوٹ چکی تھی۔ اس نے رسی کھولی اور پھر اس رسی کے ساتھ کرسی پر بے ہوش پڑے شنکر کو اس انداز میں باندھ دیا کہ شنکر چاہے کچھ بھی کر لے اپنے آپ کو رسیوں سے آزاد نہ کرا سکے۔ آخری گانٹھ لگا کر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے فرش پر رکھے ہوئے مشین پسٹل کو اٹھایا۔ اس کا میگزین چیک کیا اور پھر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات موجود تھی کہ پہلے جب شنکر نے رومن کو گولی ماری تھی تو دو مسلح افراد خودبخود اندر آ گئے تھے۔ شاید وہ دونوں دروازے کے ساتھ ہی باہر موجود تھے لیکن اس بار ایسا نہ ہوا تھا۔ اب دو ہی صورتیں تھیں یا تو شنکر نے کوئی کاشنر آن کیا تھا جس کی وجہ سے وہ دونوں اندر آئے تھے یا پھر اب وہ دروازے کے ساتھ موجود نہ تھے۔ ٹائیگر نے اس لئے پہلے شنکر کو باندھا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ شنکر کو جلد ہی ہوش آ سکتا ہے۔ اس نے دروازے کے قریب رک کر دروازے کے ساتھ کان لگا دیئے لیکن دوسری طرف افراد کی موجودگی کا اسے احساس نہ ہوا تو اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔

''یس''...... سائیڈ سے ایک آواز سنائی دی۔ دونوں مسلح افراد دروازے سے کچھ ہٹ کر موجود تھے۔ انہوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سن کر یس کہا تھا لیکن ان کا یہ آواز دینا ہی ان کے لئے موت کا باعث بن گیا کیونکہ ابھی وہ ٹائیگر کو اپنے سامنے دیکھ کر

ذہنی طور پر سنبھلے ہی نہ تھے کہ ٹائیگر نے فائر کھول دیا۔ گو پہلے اس کا خیال تھا کہ وہ فائر کرنے کی بجائے ہاتھوں سے ان کا خاتمہ کر دے گا لیکن یہاں صورت حال ہی ایسی تھی کہ اگر وہ فوری فائر نہ کرتا تو وہ دونوں ہاتھوں میں موجود مشین گنوں سے اس کو بھون ڈالتے۔ ان دونوں کے نیچے گرتے ہی اس نے آگے بڑھ کر ایک مشین گن جھپٹی اور پھر اس عمارت کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا کہ یہ عمارت کوئی بڑا فارم ہاؤس تھا اور کسی زرعی علاقے میں تھا۔

شنکر کے علاوہ تین افراد تھے اور تینوں مارے جا چکے تھے اس لئے عمارت خالی تھی۔ اس نے عمارت سے باہر جا کر بھی چیک کیا تھا۔ یہ فارم ہاؤس ویران جگہ پر تھا۔ وہ واپس آ گیا۔ یہاں ایک بڑی کار اور ایک جیپ موجود تھی۔ ٹائیگر نے پھاٹک بند کیا اور واپس اس کمرے میں آ گیا جہاں شنکر بندھا ہوا موجود تھا۔ شنکر کو ہوش آ چکا تھا اور اس نے ٹائیگر کی عدم موجودگی میں رسی اور کرسی سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کر لی تھی کیونکہ جب ٹائیگر اس کمرے میں داخل ہوا تو شنکر کرسی سمیت فرش پر گرا ہوا تھا لیکن اتنے وزن کے باوجود کرسی نہ ٹوٹی تھی البتہ شنکر جس پوزیشن میں تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے بندھی ہوئی حالت میں کرسی سیدھی کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا تھا۔ ٹائیگر نے قریب جا کر دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر کرسی اور شنکر کو سیدھا کیا اور

پھر اس نے رسی اور گانٹھوں کو اچھی طرح چیک کیا تا کہ شنکر کسی بھی طرح آزاد نہ ہو سکے۔

”تم۔ تم جو چاہتے ہو میں ویسے ہی کروں گا۔ میں تمہیں اسلحہ دوں گا۔ میں معاہدہ کرنے کو تیار ہوں“...... شنکر نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تم نے یہودی تنظیم کی بات کی تھی۔ اب تمہیں بتانا پڑے گا کہ کون سی یہودی تنظیم تم سے پاکیشیا کے دارالحکومت کے لئے اسلحہ خرید رہی ہے“...... ٹائیگر نے ایک اور کرسی گھسیٹ کر سامنے رکھ کر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”یہودی تنظیم۔ میں نے تو ایسی کسی تنظیم کی بات نہیں کی۔ تم مجھے چھوڑ دو۔ آدھی رقم دے دو۔ میں آدھی رقم میں تمہارا مطلوبہ اسلحہ تمہیں سپلائی کر دوں گا“...... شنکر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”تم نے مجھے تھپڑ مارا تھا۔ میں چاہوں تو تم پر تھپڑوں کی بارش کر سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا کیونکہ میرا طریقہ کار اور ہے“...... ٹائیگر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا۔ وہ چاہتا تو عمران کا طریقہ استعمال کر کے شنکر کے دونوں نتھنے کاٹ کر اس کی پیشانی پر ابھر آنے والی رگ پر ضرب لگا کر اس کا شعور ختم کر کے لاشعور کو سامنے آنے پر مجبور کر دیتا لیکن اسے یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ شنکر جیسے جرائم پیشہ بے حد موٹے دماغ

کے آدمی ہوتے ہیں۔ ان کی ذہنی بناوٹ عام آدمی سے ہٹ کر ہوتی ہے اس لئے یہ لوگ صرف انتہائی تشدد کے سامنے سرنڈر کرتے ہیں ورنہ مرتو جاتے ہیں لیکن سرنڈر نہیں کرتے۔

''آخری بار کہہ رہا ہوں کہ یہودی تنظیم کی تفصیل بتا دو تو صحیح سلامت بھی رہو گے اور زندہ بھی ورنہ ایک ایک بوٹی کاٹ ڈالوں گا اور جس طرح تم نے رومن کو ہلاک کیا ہے اس سے زیادہ بے رحمی سے میں تمہیں ہلاک کر دوں گا''...... ٹائیگر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے مار ڈالو۔ اب مزید میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اب مجھے کیا علم تھا کہ تم بندھے ہونے کے باوجود اس طرح کارروائی کر سکتے ہو''...... شنکر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اس نے کچھ بتانے کی بجائے واقعی مرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

''اوکے۔ پھر دیکھو کیسے موت آتی ہے''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسرے لمحے کمرہ شنکر کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ ٹائیگر نے ہاتھ میں موجود خنجر کی نوک سے شنکر کی ایک آنکھ کا ڈھیلا باہر نکال دیا تھا۔ پھر ابھی اس کی چیخ ختم نہ ہوئی تھی کہ ٹائیگر کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور شنکر کا آدھا کان اڑ گیا پھر تو جیسے کمرے میں شنکر کی چیخوں کا طوفان آ گیا۔ ٹائیگر کا بازو مسلسل حرکت میں تھا اور شنکر کے جسم کا کوئی نہ کوئی حصہ کٹ کٹ کر نیچے گر رہا تھا۔

''بولو ورنہ۔ بولو''...... ٹائیگر نے ہر کٹ پر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

''بولتا ہوں۔ بولتا ہوں۔ رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ مت مارو''۔ یکلخت شنکر نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

''بولو۔ جواب دو۔ کون سی یہودی تنظیم ہے۔ کہاں ہے اور کون اس کا انچارج ہے۔ بولو ورنہ''...... ٹائیگر نے چیخ کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

''بب۔ بب۔ بلیک ڈ۔ بب۔ بلیک ڈے۔ ایکریمیا کی ریاست ازاٹو میں ہے۔ جیگور اس کا چیف ہے''...... شنکر نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر کا بازو رک گیا۔

''شکر کرو تم نے بتا دیا اور تم زندہ بچ گئے ورنہ اس بار تمہارے جسم کی بوٹیاں کاٹی جاتی تھیں۔ ٹھہرو۔ پہلے میں تمہیں میڈیکل ایڈ دے دوں ورنہ خون زیادہ بہہ جانے سے ہی تم مر جاؤ گے''۔ ٹائیگر نے کہا اور پھر مڑ کر کمرے کے کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا جس کے کھلے ہوئے پٹوں میں سے اندر رکھا ہوا بڑا سا میڈیکل باکس دور سے صاف نظر آ رہا تھا۔ ٹائیگر نے وہ باکس اٹھایا اور اسے لا کر شنکر کی کرسی کے قریب رکھا۔ شنکر تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کا جسم کرسی پر ڈھیلا پڑا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے میڈیکل باکس میں موجود پانی کی بوتلوں کی مدد سے پہلے اس کے زخم صاف کئے۔ پھر ان کی مرہم پٹی کی اور آخر میں

اس نے شنکر کو طاقت کے دو انجکشن لگا دیئے۔ پھر بیگ بند کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اس کے منہ پر یکے بعد دیگرے تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ تیسرے یا چوتھے تھپڑ پر شنکر کراہتا ہوا ہوش میں آ گیا۔ ٹائیگر نے ایک طرف رکھا ہوا خون آلود خنجر اٹھا لیا۔

''میں نے تمہیں میڈیکل ایڈ دے دی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میں تمہیں زندہ رکھنے کی کوشش میں ہوں۔ اگر تم نے جھوٹ بولا یا معلومات مہیا نہ کیں تو اس بار ہاتھ نہیں رکے گا''...... ٹائیگر نے تیز اور سرد لہجے میں کہا۔

''تم مجھ سے بھی زیادہ ظالم آدمی ہو۔ میں تو آج تک یہی سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ ظالم اور کوئی نہیں ہو سکتا لیکن آج پتہ چلا کہ مجھ سے بھی بڑے ظالم اس دنیا میں موجود ہیں''...... شنکر نے رک رک کر بولتے ہوئے کہا۔

''بس تقریر نہیں کرو اور بتاؤ کہ بلیک ڈے کس ملک کی تنظیم ہے۔ اس کا چیف کون ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ اس کا فون نمبر بھی بتاؤ''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ایکریمیا کی ایک چھوٹی لیکن خوش حال ریاست ازاٹو ہے جہاں یہودیوں کی بڑی بڑی آبادیاں ہیں۔ بلیک ڈے کا ہیڈ کوارٹر وہاں ہے۔ میں آج تک وہاں نہیں گیا۔ صرف فون پر بات ہوتی رہتی ہے۔ اس کا چیف جیگور ہے جو کسی کے سامنے نہیں آتا۔ یہ

تنظیم مسلمانوں کے خاتمے کے لئے بنائی گئی ہے اور اسے انتہائی کٹر یہودیوں اور اسرائیل حکومت کی سرپرستی حاصل ہے۔ انہوں نے پاکیشیا کے خاتمے کا پلان بنایا جس پر گزشتہ دو ماہ سے کام ہو رہا ہے اور یہ پلان تین مرحلوں میں مکمل ہو گا۔ پہلے مرحلے کے تحت پاکیشیا کے سنگلاخ علاقوں کے اسلحہ سپلائر اور کافرستان کے اسلحہ سپلائرز سے اسلحہ خرید کر اسے پاکیشیا کے دارالحکومت میں ڈمپ کیا جائے گا۔ جب مطلوبہ اسلحہ دارالحکومت پہنچ جائے گا تو پھر دوسرا مرحلہ شروع ہو جائے گا۔ اس دوسرے مرحلے میں دارالحکومت کی تمام سیاسی پارٹیوں بشمول دارالحکومت کی برسراقتدار پارٹی کو بھاری دولت دے کر پورے ملک سے انتہائی جرائم پیشہ افراد کو لا کر سیاسی کارکنوں کی حیثیت سے آگے کر دیا جائے گا اور یہ جرائم پیشہ افراد خاص مذہبی پارٹیوں کے عام سیاسی کارکنوں اور عام لوگوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیں گے اور برسراقتدار پارٹی ان کے خلاف کوئی سخت کارروائی نہ کرے گی۔ اس طرح دارالحکومت کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے حتیٰ کہ پاکیشیا کے عوام خود ہی کافرستانی فوج کو اپنے تحفظ اور اپنی سلامتی کے لئے بلانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ پھر بلیک ڈے کی ٹیم ملک پر قبضہ کر لے گی اور اس کے ساتھ ہی پاکیشیا کے جوہری اسلحہ پر بھی قبضہ کر لیا جائے گا اور فوج کو بھی کافرستانی فوج محصور کر لے گی۔ اسرائیل اور ایکریمیا اس کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ اس طرح یہودیوں کا

سب سے بڑا دشمن یہودیوں کے سامنے ہمیشہ کے لئے سرنڈر ہو جائے گا''...... شنکر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ وہ عام جرائم پیشہ اور بدمعاشوں کی طرح سب کچھ ہی بتاتا چلا جا رہا تھا کیونکہ ایسے بدمعاشوں اور جرائم پیشہ افراد کا مائینڈ سیٹ ایسا ہوتا ہے کہ نہ بتائیں تو مر جائیں لیکن اگر بتانے پر آ جائیں تو یہ ازخود سب کچھ بتا دیتے ہیں۔ شنکر نے بھی ازخود سب کچھ بتا دیا تھا۔ ٹائیگر نے اس سے فون نمبر معلوم کیا اور پھر دروازے کے ساتھ کونے میں پڑے ہوئے فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ شنکر سے اس نے نہ صرف فون نمبر ہی معلوم کیا تھا بلکہ ازاٹو ریاست کا کافرستان سے کوڈ نمبر بھی معلوم کر لیا تھا اس لئے اسے انکوائری سے معلوم کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

''یس۔ بلیک ڈے''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''کافرستان سے شنکر بول رہا ہوں۔ چیف باس سے بات کرائیں''...... ٹائیگر نے شنکر جیسی آواز بنانے کی پوری کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''سوری۔ کمپیوٹر نے تمہاری آواز کلیئر نہیں کی''...... دوسری طرف سے سرد لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے رسیور رکھ دیا۔ کافی فاصلے پر بیٹھا ہوا شنکر اس پر نظریں جمائے ہوئے تھا لیکن فاصلہ کافی ہونے کی وجہ سے وہ شاید آواز نہ

سن سکا تھا۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ ابھی اس نمبر پر رنگ بیک کیا جائے گا تاکہ کنفرم ہو سکے کہ کیا واقعی شنکر بول رہا ہے یا کوئی اور چکر ہے اس لئے وہ وہیں انتظار میں رکا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی کی آواز بج اٹھی تو ٹائیگر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ شنکر بول رہا ہوں''...... ٹائیگر نے ایک بار پھر شنکر کی آواز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''تم شنکر ہو تو تمہاری آواز کمپیوٹر کیوں کلیئر نہیں کر رہا۔ یہ نمبر بھی ہمارے پاس فیڈ ہے لیکن تمہیں کیوں کلیئر نہیں کیا جا رہا''...... دوسری طرف سے بولنے والی لڑکی نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں کار ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گیا ہوں اس لئے شاید میرے جبڑے میں فرق پڑ گیا ہے اور اس کا اثر آواز پر پڑا ہے۔ میں شنکر ہی بول رہا ہوں اور چیف باس کو انتہائی اہم رپورٹ دینا چاہتا ہوں''...... ٹائیگر نے باقاعدہ وجہ بنا کر پیش کرتے ہوئے کہا۔

''ہیلو شنکر۔ کیا رپورٹ ہے''...... کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ سخت اور سرد تھا۔

''چیف باس۔ میں روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گیا ہوں اس لئے دوسرے مرحلے پر فوری کام نہ کر سکوں گا۔ میری بجائے آپ پائیل کو رکھ لیں''...... ٹائیگر نے شنکر سے حاصل کردہ معلومات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہا۔

''مشورہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود سب جانتے ہیں''...... دوسری طرف سے انتہائی اکھڑ لہجے میں جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے رسیور رکھا اور مڑ کر شنکر کی طرف بڑھ گیا۔

''میں نے بہت کوشش کی ہے کہ تم زندہ بچ جاؤ لیکن تم پاکیشیا کے خاتمے کی بھیانک سازش کے ایک بڑے کردار ہو۔ تمہیں معافی نہیں مل سکتی۔ سوری''...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ شنکر کچھ بولتا ٹائیگر نے جیب سے ہاتھ نکالا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز اور پھر شنکر کی چیخ سنائی دی لیکن چند لمحوں بعد ہی چیخیں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئیں۔ ٹائیگر نے اپنے خون آلود خنجر کو شنکر کے لباس سے صاف کر کے خصوصی جیب میں رکھا اور پھر مشین پسٹل جیب میں ڈال کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو حسب روایت اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھو''...... رسمی سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی اپنے لئے مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

''عمران صاحب۔ آپ خلاف معمول سنجیدہ نظر آ رہے ہیں۔ کوئی خاص بات ہو گئی ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ایک خوفناک اور بھیانک سازش سامنے آئی ہے لیکن اس کی تفصیلات سامنے نہیں آ رہیں''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا ہے''...... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''تمہیں تو معلوم ہے کہ فورسٹارز شوگرانی ہسپتال پہنچ گئے تھے۔ میں وہاں گیا اور انہیں ہسپتال سے فارغ کروا کر واپس ہیلی کاپٹر پر لے آیا تو فورسٹارز نے فوری طور پر سٹانگر پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ بات درست تھی۔ دیر ہونے کی صورت میں وہ فرار بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نے سٹانگر کو اس کی عمارت میں گھیر لیا۔ خاصا ہنگامہ ہوا۔ بہرحال سٹانگر جو گریٹ لینڈ نژاد تھا ہمارے قابو میں آ گیا اور پھر اس سے جو معلومات ملی ہیں اس نے ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ پاکیشیا کی سلامتی کے خلاف انتہائی خوفناک اور بھیانک سازش کی جا رہی ہے اور اس سازش پر باقاعدہ عمل ہو رہا ہے اور ہم بے خبر بیٹھے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''سازش کی تفصیل کا علم ہو گیا ہے تو آپ نے ان کے خلاف اقدامات کیوں نہیں کئے''...... بلیک زیرو نے تیز لہجے میں کہا۔

''یہی تو اصل مسئلہ ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس سازش کا گڑھ کہاں ہے اور کون لوگ اس کے پیچھے ہیں۔ اب ہم ہوا میں تو ہتھیار چلانے سے رہے''...... عمران نے کہا۔

''سٹانگر کو معلوم نہیں تھا یا اسے بتانے کی مہلت ہی نہیں ملی''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اسے معلوم نہ تھا۔ اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ کوئی یہودی تنظیم ہے لیکن کہاں ہے اس کا اسے علم نہ تھا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اسے معلوم نہ تھا تو کسی نہ کسی کو تو معلوم ہو گا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ کافرستان کا اسلحہ اسمگلر ہے شنکر، جسے کالا شنکر کہا جاتا ہے۔ اسے معلوم ہے اور بس اس لئے میں یہاں آیا ہوں کہ ناٹران کو اس شنکر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کہوں اور اگر واقعی وہ اس معاملے کے بارے میں کچھ جانتا ہے تو اسے فوری طور پر کور کیا جائے''...... عمران نے کہا۔

''اوکے۔ میں چائے لے آتا ہوں۔ آپ ناٹران کو فون کر لیں''...... بلیک زیرو نے اٹھتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس کی جیب میں موجود سیل فون کی مخصوص گھنٹی بج اٹھی۔ عمران نے چونک کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور سیل فون نکال کر اس کی سکرین کو دیکھا تو وہاں ٹائیگر کا نام موجود تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ٹائیگر کال کر رہا ہے۔ عمران نے رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔

''ہیلو باس۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں کافرستان سے''...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی تو عمران کافرستان کا نام سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

''یس۔ کیوں فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات''...... عمران نے کہا۔

''میں نے آپ کے فلیٹ پر فون کیا لیکن سلیمان نے بتایا کہ

آپ موجود نہیں ہیں اس لئے سیل فون پر کال کی ہے۔ پاکیشیا کی سلامتی کے خلاف ایک بین الاقوامی سازش سامنے آئی ہے اور اس سلسلے میں مجھے تفصیلی معلومات ملی ہیں۔ میں نے سوچا کہ آپ کو فون پر بتا دوں تاکہ اگر آپ مزید کچھ معلوم کرانا چاہیں تو میں وہ کام کر کے واپس آؤں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم وہاں شنکر سے جا ٹکرائے ہو کیا''...... عمران نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ میں نے اس سے تفصیلی معلومات حاصل کی ہیں اور یہ انتہائی خطرناک اور بھیانک سازش ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا۔ تفصیل سے بتاؤ''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے شنکر سے ملنے والی معلومات پوری تفصیل سے بتا دیں۔

''ویری گڈ۔ تم نے تو بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ فورسٹارز نے ایک اسلحہ سپلائر سٹانگر کے خلاف کارروائی کر کے باقی معلومات حاصل کر لی تھیں لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ یہ تنظیم کون سی ہے اور کہاں ہے۔ تم نے تفصیل معلوم کر کے واقعی کام کیا ہے۔ اب تم فوری واپس آ جاؤ''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم کر کے اس نے سیل فون جیب میں ڈال لیا۔ اس دوران بلیک زیرو واپس آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ چائے کی ایک پیالی اس کے سامنے پڑی تھی جبکہ دوسری اس نے عمران کے سامنے رکھ دی

تھی۔

''ٹائیگر نے کافرستان میں کارروائی کر ڈالی اور آپ کو علم تک نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہوا''...... بلیک زیرو نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

''آج کل کے شاگرد استاد کو پرانے زمانے کا آدمی سمجھتے ہیں جو سست رفتار زمانے کا نمائندہ ہے جبکہ موجودہ دور کا شاگرد نہ صرف خود فاسٹ ہے بلکہ فاسٹ ٹریک پر اندھا دھند دوڑنا اپنا حق سمجھتا ہے''...... عمران نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

''ازاٹو ریاست کہاں ہے۔ اس ریاست کا نام ہی میں پہلی بار سن رہا ہوں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''یہ کانڈا اور ایکریمیا کی باہمی سرحد کے قریب دریائے زیلوسٹون کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔ آدھی ریاست جنگلات سے بھری ہوئی ہے اور آدھی انتہائی گنجان آباد شہروں سے۔ یہ بے حد امیر اور خوش حال ریاست ہے۔ اس ریاست کی تین چوتھائی سے بھی زیادہ آبادی یہودیوں کی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس پوری ریاست پر ان کا قبضہ ہے۔ وہاں کے تمام بڑے کاروباری ادارے، ہوٹل، کلب، جوئے خانے اور شراب خانے سب یہودیوں کی ملکیت اور کنٹرول میں ہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ وہاں یہودیوں نے مل کر ایک خفیہ تنظیم بنائی ہوئی ہے اسے ازاٹو پلس کہتے ہیں۔ اس

کا ہیڈکوارٹر بھی وہیں ہے اور شاخیں بھی۔ دوسرے لفظوں میں ازاٹو پلس کی یہاں آزاد ریاست پر حکومت ہے اور کوئی ان کی مرضی کے بغیر وہاں سانس بھی نہیں لے سکتا''...... عمران نے چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''آپ تو اس طرح بتا رہے ہیں جیسے آپ کئی سال تک وہاں رہ آئے ہیں''...... بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''ازاٹو پلس کے بارے میں ایک غیر ملکی رسالے میں مضمون شائع ہوا تھا۔ وہ میری نظر سے گزرا تھا۔ اس میں یہ ساری تفصیل بتائی گئی تھی۔ چونکہ یہ اسی ریاست تک محدود رہنے والی تنظیم تھی اس لئے میں نے بھی زیادہ دلچسپی نہیں لی۔ اب ٹائیگر نے یہ نام لیا ہے تو مجھے یاد آ گیا ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ریاست میں شہر تو کافی ہوں گے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ریاست کا دارالحکومت ازاٹو ہے یہی سب سے بڑا گنجان آباد شہر ہے۔ ویسے تو بے شمار چھوٹے بڑے ٹاؤن اور گاؤں پوری ریاست میں موجود ہوں گے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو اب آپ کا کیا پروگرام ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''یہ فورسٹارز کا کیس ہے اور فورسٹارز کا سربراہ صدیقی ہے۔ وہی کوئی پروگرام بنائے گا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو

بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

''لیکن فورسٹارز تو صرف ملک تک ہی محدود رہتی ہے۔ ملک سے باہر تو نہیں جایا کرتی''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہی بات پہلے صدیقی نے مجھ سے پوچھی تھی۔ میں نے اسے جواب دیا تھا کہ چیف ایکسٹو نے انہیں اس مشن پر کام کرنے کا حکم دیا ہے اور ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ اب تم پوری دنیا میں کام کر سکتے ہو''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ اس بار آپ یہ پورا مشن فورسٹارز پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ آپ خود ساتھ نہیں جانا چاہتے''...... بلیک زیرو نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''وہ چاروں فل سٹارز ہیں تو میں لٹل سٹار تو بہرحال ہوں اس لئے میں بھی ان کے پیچھے گھسٹتا ہوا پہنچ جاؤں گا''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

''پھر ٹھیک ہے۔ کیا آپ وہاں جا کر اس بلیک ڈے نامی تنظیم کا ہیڈکوارٹر تلاش کریں گے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں اور وہ مل جائے گا کیونکہ نہ صرف فون نمبر ٹائیگر نے معلوم کر لیا ہے بلکہ اس پر بات کر کے اسے کنفرم بھی کر لیا ہے۔ اب وہاں رہائش کے لئے رہائش گاہ اور اسلحہ چاہئے۔ وہ عمرو عیار کی زنبیل نکالو۔ اس میں سے لازماً کوئی نہ کوئی حربہ نکل آئے

گا''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے میز کی دراز کھول کر اس میں سے سرخ رنگ کی جلد والی ضخیم ڈائری نکال کرعمران کی طرف بڑھا دی۔ اس میں عمران نے دوستوں اور ملنے والوں کے پتے اور فون نمبرز لکھے ہوئے تھے جن میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس ڈائری کو عمران اکثر عمروعیار کی زنبیل کہتا تھا کیونکہ اس میں سے واقعی ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکل ہی آتا تھا۔ عمران نے ڈائری لی اور اسے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس کی نظریں ڈائری کے ایک صفحے پر جم گئیں۔ کچھ دیر تک وہ اس صفحے کو غور سے دیکھتا رہا اور پھر عمران نے ڈائری بند کر کے اسے سامنے میز پر رکھا اور فون کا رسیور اٹھا کر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ دانش منزل کے فون میں لاؤڈر مستقل طور پر پریسڈ رہتا تھا اس لئے خصوصی طور پر لاؤڈر پریس کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

''لیس۔ انکوائری پلیز''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''یہاں سے ایکریمیا کا کوڈ اور پھر ایکریمیا کی ریاست ازاٹو کا کوڈ بتائیں''...... عمران نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔ عمران سمجھ گیا کہ آپریٹر اب کمپیوٹر پر معلومات ٹریس کر رہی ہو گی۔

''ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں''...... کچھ دیر بعد انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''لیس''...... عمران نے جواب دیا تو آپریٹر نے کوڈ نمبر بتا دیئے۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''لیس۔ انکوائری پلیز''...... ایکریمین لہجے میں کہا گیا۔

''ریڈ سٹار کلب کا نمبر دیں''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر آپریٹر کا بتایا ہوا نمبر پریس کر دیا۔

''ریڈ سٹار کلب''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''گارڈ سے بات کرائیں۔ میں پاکیشیا سے بول رہا ہوں''۔ عمران نے کہا۔

''کہاں سے''...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''ایشیا کا ملک پاکیشیا''...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو۔ گارڈ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد بھاری اور کرخت سی آواز سنائی دی۔

''سیکورٹی گارڈ یا ریلوے گارڈ''...... عمران نے پوچھا۔

''کون۔ کون بول رہا ہے۔ یہ کون ہو سکتا ہے''...... دوسری طرف سے چیخ کر کہا گیا۔

''وہی جس نے تمہیں لوزاٹ سے گارڈ بنایا تھا۔ پرنس''۔ عمران نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری سٹرینج۔ پرنس آف۔ وہ کیا عجیب سا نام تھا''...... گارڈ نے چیختے ہوئے کہا۔

''ڈھمپ۔ پرنس آف ڈھمپ''...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں۔ ہاں۔ اوہ۔ اوہ۔ اتنے طویل عرصے بعد میرے محسن نے مجھے فون کیا ہے اور میں پہچان نہیں سکا۔ ویری بیڈ۔ مجھے معاف کر دو پرنس۔ معاف کر دو''...... دوسری طرف سے چیختے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

''معاف کر دیا۔ اب یہ بتاؤ کہ ازاٹو پلس کے ممبر تو نہیں ہو تم''...... عمران نے کہا۔

''اوہ نہیں پرنس۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف یہودیوں کی تنظیم ہے۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم حکم کرو''...... گارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں ازاٹو دارالحکومت اپنے ساتھیوں سمیت آ رہا ہوں۔ مجھے ایک رہائشی کوٹھی چاہئے جس میں ایک کار اور ضروری اسلحہ موجود

ہو لیکن یہ سن لو کہ ہم نے ازاٹو پلس والوں کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا''...... عمران نے کہا۔

''اگر کرنا بھی ہو تو پھر کیا حرج ہے۔ میں ازاٹو پلس والوں سے نہیں ڈرتا۔ میں اب گارڈ ہوں۔ اپنی عزت کا گارڈ۔ نوٹ کر لو پرنس''...... گارڈ نے کہا اور ساتھ ہی ایک رہائشی کالونی کی کوٹھی کی ٹپ دے دی۔

''اس کوٹھی کے باہر نمبرز لاک لگا ہوا ہے جس کا نمبر کوٹھی کے نمبر کا ڈبل ہے۔ کوٹھی میں دو کاریں موجود ہیں اور اسلحہ بھی موجود ہے۔ تم اطمینان سے استعمال کر سکتے ہو لیکن ایک بات پہلے بتا دوں کہ میں خود ازاٹو پلس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ ان کا اور میرا اس بارے میں معاہدہ موجود ہے''...... گارڈ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ بلیک ڈے کے بارے میں تمہارے پاس کیا معلومات ہیں''...... عمران نے کہا۔

''بلیک ڈے۔ یہ کیا ہے۔ اگر یہ نام ہے تو میں پہلی بار سن رہا ہوں''...... گارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ رہائش، کاریں اور اسلحہ دینے کا شکریہ۔ گڈ بائی''۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''صدیقی بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی صدیقی کی آواز

سنائی دی۔

''ایکسٹو''...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ حکم''...... صدیقی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''فورسٹارز اپنے مشن کے سلسلے میں ملک سے باہر بھی اس طرح کام کر سکتے ہیں جس طرح ملک کے اندر کرتے ہیں۔ البتہ ملک سے باہر سربراہ عمران ہو گا۔ اب بھی عمران ازاٹو مشن کے بارے میں تمہیں بریف کرے گا جس میں بلیک ڈے نامی یہودی تنظیم پاکیشیا کے عدم استحکام کے لئے کام کر رہی ہے۔ یہ پاکیشیا کے خلاف بہت بڑی اور انتہائی بھیانک سازش ہے۔ اس تنظیم کا مکمل خاتمہ ضروری ہے''...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے صدیقی نے جواب دیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

بلیک ڈے کا چیف جیگور ازاٹو میں اپنے ہیڈکوارٹر کے آفس میں بیٹھا ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو جیگور نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... جیگور نے کہا۔

''کافرستان سے چندر پال کی کال ہے''...... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''چندر پال کی۔ کراؤ بات''...... جیگور نے چونک کر کہا۔

''ہیلو۔ چندر پال بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''شنکر نے کال کیوں نہیں کی۔ تم نے کیوں کی ہے''...... جیگور نے سخت لہجے میں کہا کیونکہ چندر پال شنکر کا اسسٹنٹ تھا۔

''باس شنکر کو ہلاک کر دیا گیا ہے''...... دوسری طرف سے چندر

پال نے جواب دیا تو جیگور بے اختیار اچھل پڑا۔

''شنکر کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ کیسے۔ کس نے کیا ہے''۔ جیگور نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا کیونکہ شنکر ان کے بلیک ڈے مشن کا کافرستان میں انچارج تھا۔

''باس شنکر کو کل ان کے فارم ہاؤس میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں آج پتہ چلا ہے۔ اس فارم ہاؤس میں موجود مسلح افراد بھی ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ باس پر بے پناہ اور انتہائی ظالمانہ تشدد کیا گیا ہے اور یہ سب کچھ کرنے والا پاکیشیا کے انتہائی خطرناک ایجنٹ عمران کا شاگرد اور پاکیشیا انڈر ورلڈ کا اہم آدمی ٹائیگر تھا''...... چندر پال نے جواب دیتے ہوئے کہا تو جیگور نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''تمہیں کیسے پتہ چلا۔ کیا اسے پکڑ لیا گیا ہے''...... جیگور نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

''نو سر۔ اس فارم ہاؤس کو باس خصوصی معاملات میں استعمال کرتا تھا اس لئے اس نے وہاں خفیہ کیمرے اور ڈکٹا فون نصب کئے ہوئے ہیں۔ یہ شخص ٹائیگر ایک اور مقامی آدمی رومن کے ساتھ چیف شنکر کی اجازت سے اس کے آفس میں پہنچا۔ باس شنکر کو شک پڑا تو وہ اسے بے ہوش کر کے رومن سمیت ایک تہہ خانے میں لے گیا۔ ٹائیگر کو کرسی سے باندھ کر ہوش میں لایا گیا۔ آگے لمبی کہانی ہے۔ بہرحال رومن بھی مارا گیا اور ٹائیگر بندھا ہونے

کے باوجود باس شنکر اور فارم ہاؤس انچارج روڈی کے ساتھ لڑتا رہا حتیٰ کہ وہ باس کو بے ہوش کرنے اور روڈی کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر اس نے عمارت میں موجود مسلح افراد کو بھی ہلاک کر دیا۔ پھر اس نے باس پر انتہائی ظالمانہ تشدد کیا اور باس نے اس تشدد کے تحت آپ کے اور مشن کے بارے میں سب کچھ بتا دیا''...... چندر پال نے کہا۔

''مشن کے بارے میں تو بتایا ہو گا۔ ہمارے بارے میں کیا بتایا''...... جیگور نے کہا۔

''اس نے آپ کا نام بتایا۔ آپ کے ہیڈکوارٹر کا مقام بتایا۔ فون نمبر بتایا اور مشن کے بارے میں پوری تفصیل بتائی۔ اس کے بعد ٹائیگر نے وہیں فون پر آپ سے شنکر کی آواز میں بات کی۔ پھر آپ کا فون آیا اور بات وہی ٹائیگر ہی کرتا رہا۔ اس کے بعد باس شنکر کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا اور ٹائیگر ایک کار لے کر فارم سے چلا گیا۔ یہ کار اس نے دارالحکومت میں ایک جگہ چھوڑ دی جہاں سے پولیس نے اسے چیک کیا اور مجھے اطلاع دی تو میں نے فارم ہاؤس میں چیکنگ کی۔ تب اس ساری واردات کا علم ہوا۔ اس کے بعد تمام انکوائری کے بعد میں آپ کو کال کر رہا ہوں''...... چندر پال نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم فوری طور پر شنکر کی جگہ سنبھال لو لیکن ہمیں مشن کو ابھی کچھ عرصہ کے لئے التوا میں رکھنا ہو گا۔ بعد میں نئے سرے

سے اس پر کام کا آغاز کیا جائے گا''...... جیگور نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے فون کے نیچے موجود بٹن پریس کر دیا۔

''یس چیف''...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''کافرستان میں شنکر کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اس کی جگہ ہم نے چندر پال کو دے دی ہے۔ اس کا لیٹر سب جگہ بھجوا دو اور اس کے ساتھ مشن بلیک ڈے کو بھی کچھ عرصے کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے اس لئے تمام متعلقہ افراد کو مشن کے التوا کی اطلاع دے دو اور انہیں حکم دے دو کہ وہ مشن کے سلسلے میں تمام کی جانے والی کارروائیاں فوری طور پر ملتوی کر دیں''...... جیگور نے تیز لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جیگور نے رسیور رکھ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا لیکن اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... جیگور نے کہا۔

''کارلس بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی تو جیگور چونک پڑا کیونکہ کارلس ایک ایسی پارٹی کا سربراہ تھا جنہوں نے پورے ازاٹو لینڈ میں ٹیلی فون چیکنگ کا جال پھیلایا ہوا تھا۔ چوبیس گھنٹے ان کی چیکنگ مشینری کام کرتی رہتی تھی اور ازاٹو سے غیر ملک ہونے والی کال یا غیر ملک سے ازاٹو آنے والی

کالیں ریکارڈ کرتی رہتی تھی۔ جیگور نے بھی اس خدشے کے پیش نظر کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کسی طرح مشن کے خلاف معلومات حاصل کر کے یہاں آئے گی تو لازماً پہلے یہاں کسی کا سہارا لے گی اور اسے فون کرے گی اس لئے جیگور نے کارلس کو لفظ پاکیشیا چیکنگ کرنے کے لئے دیا تھا اور اب وہی کارلس کال کر رہا تھا۔

''کوئی خاص بات کارلس''...... جیگور نے چونک کر پوچھا۔

''ایک کال چیک کی گئی ہے۔ کافی لمبی کال ہے۔ اس میں لفظ پاکیشیا بولا گیا ہے''...... کارلس نے کہا۔

''کس نے کال کی ہے اور کسے کی ہے''...... جیگور نے چونک کر پوچھا۔

''پاکیشیا سے کسی پرنس آف ڈھمپ نے کال کی ہے اور یہاں ریڈ سٹار کلب کے گارڈ کو کی گئی ہے''...... کارلس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کال کی ٹیپ موجود ہے''...... جیگور نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ پرنس آف ڈھمپ عمران اپنے آپ کو کہتا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ کال عمران کی طرف سے کی گئی ہے۔

''ہاں۔ آپ سننا چاہتے ہیں تو میں اسے آپ کے ہیڈکوارٹر بھجوا دیتا ہوں''...... کارلس نے کہا۔

''فون پر سنوا دو''...... جیگور نے کہا تو چند لمحوں کی خاموشی کے

بعد گفتگو شروع ہو گئی۔ پہلے ریڈ سٹار کی فون اٹنڈنٹ نے کال اٹنڈ کی۔ پھر گارڈ نے بات شروع کی۔ جیگور چونکہ عمران کے ساتھ کئی بار اقوام متحدہ کی طرف سے کام کر چکا تھا اس لئے وہ اس کی آواز اور لہجے کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ پھر بات چیت ختم ہو گئی۔

''آپ نے سن لی ٹیپ۔ اب کیا کرنا ہے''...... کارلس نے کہا۔

''تم نے واقعی کام کیا ہے کارلس۔ ویری گڈ۔ ابھی چیکنگ جاری رکھو۔ اس میں اب پاکیشیا کے ساتھ عمران یا پرنس آف ڈھمپ کے الفاظ بھی کمپیوٹر میں فیڈ کرا دو۔ تمہارا معاوضہ تمہیں پہنچ جائے گا''...... جیگور نے کہا۔

''اوکے سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جیگور نے رسیور رکھ دیا۔ وہ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا اور پھر اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... جیگور نے کہا۔

''وکٹر جہاں بھی ہو اس سے میری بات کراؤ''...... جیگور نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جیگور نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... جیگور نے کہا۔

''وکٹر سے بات کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ وکٹر بول رہا ہوں چیف''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''وکٹر۔ فوراً ہیڈکوارٹر پہنچو۔ ابھی اور فوراً''...... جیگور نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ بلیک ڈے کے سپر سیکشن کا انچارج وکٹر تھا۔ وکٹر کٹر یہودی تھا اور ایکریمین ایجنسیوں میں طویل عرصہ تک کام کرتا رہا تھا اس لئے وہ ہر لحاظ سے تربیت یافتہ تھا اور وکٹر کا ریکارڈ بھی بے حد شاندار تھا اس لئے جیگور نے وکٹر کو کال کیا تھا تاکہ عمران اور اس کے ساتھی جب ازاٹو پہنچیں تو سپر سیکشن اس کے مقابلے میں اترے اور ان کا خاتمہ کر دے۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ایک ورزشی جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ خاصا چوڑا تھا۔ وہ خاصا تیز اور پھرتیلا نظر آ رہا تھا۔

''آؤ بیٹھو وکٹر''...... جیگور نے آنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارا پسندیدہ آدمی ہمارے خلاف کام کرنے یہاں پہنچ رہا ہے''...... جیگور نے کہا تو وکٹر بے اختیار چونک پڑا۔

''میرا پسندیدہ آدمی اور ہمارے خلاف کام کرے گا۔ کیا مطلب باس۔ میں سمجھا نہیں باس''...... وکٹر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''تمہیں بلیک ڈے مشن کا تو علم ہے جسے پاکیشیا میں مکمل کر کے اس یہودی دشمن ملک کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرنا ہے''۔ جیگور نے کہا۔

''یس باس اور میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ اس مشن

کا علم عمران کو نہیں ہونا چاہئے''...... وکٹر نے کہا۔

''اور میں نے کہا تھا کہ جو چیز اس سے زیادہ چھپائی جائے وہ اتنی ہی زیادہ جلد اس سے واقف ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ہوا ہے''...... جیگور نے جواب دیا۔

''کیا اسے معلوم ہو گیا ہے کہ بلیک ڈے تنظیم ہی اپنے اس ہم نام مشن پر کام کر رہی ہے''...... وکٹر نے کہا۔

''نہ صرف اسے معلوم ہو چکا ہے بلکہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت ازاٹو پہنچ رہا ہے اور اس نے یہاں ایک رہائش گاہ، کاریں اور اسلحہ بھی ریزرو کرا لیا ہے''...... جیگور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ کیسے۔ تفصیل بتائیں باس''...... وکٹر نے حیران ہوتے ہوئے کہا تو جیگور نے کارلس کی کال آنے سے لے کر گفتگو کی ٹیپ سننے تک تمام تفصیل بتا دی۔

''ویری گڈ باس۔ اس کا مطلب ہے کہ موت انہیں یہاں لے آ رہی ہے۔ ویری گڈ''...... وکٹر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اسی لئے میں نے تمہیں کال کیا ہے کہ اس سے اچھا موقع نہیں مل سکتا۔ تم فوراً اس کوٹھی کو چیک کراؤ۔ اگر ابھی تک یہ لوگ وہاں نہیں پہنچے تو کوٹھی میں طاقتور وائرلیس بم اس طرح نصب کراؤ کہ عام حالات میں چیک نہ کیا جا سکے اور جب یہ لوگ کوٹھی میں جائیں تو بم بلاسٹ کر دو اور اگر یہ لوگ کوٹھی میں پہنچ چکے ہیں تو پھر میزائلوں کی فائرنگ کر دو اور کوٹھی کی اینٹ سے اینٹ بجا

د''...... جیگور نے کہا۔

''یس باس۔ لیکن اس ہیڈ کوارٹر کے بارے میں تو انہیں علم نہیں ہے''...... وکٹر نے پوچھا۔

''نہیں۔ صرف نام تک کا علم ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہے۔ م کیوں پوچھ رہے ہو''...... جیگور نے چونک کر کہا۔

''عمران انتہائی شاطر آدمی ہے۔ وہ اکثر رہائش گاہ پر جاتا اس وقت ہے جب وہ اپنا مشن پورا کر لیتا ہے۔ اگر اسے ہیڈ کوارٹر کا علم ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ازاٹو پہنچ کر سیدھا رہائش گاہ پہنچنے کی بجائے پہلے وہ یہاں پہنچ جائے اور پھر رہائش گاہ پر جائے اس لئے پوچھ رہا تھا''...... وکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ ایسا ہی شاطر آدمی ہے۔ لیکن گارڈ نے اسے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں کچھ نہیں بتایا کیونکہ وہ ہیڈ کوارٹر کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہ تھا''...... جیگور نے کہا۔

''اوکے باس۔ مجھے اجازت دیں۔ میں نے عمران اور اس کے ساتھیوں کی موت کے لئے فول پروف ٹریپ بچھانا ہے''...... وکٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ ضرور دیتے رہنا''...... جیگور نے کہا۔

''یس باس''...... وکٹر نے کہا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ازاٹو شہر کی فراخ سڑکوں پر دو ٹیکسیاں ایک دوسرے کے آگے پیچھے دوڑتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھیں۔ پہلی ٹیکسی کی سائیڈ سیٹ پر عمران اور عقبی سیٹ پر خاور اور چوہان بیٹھے ہوئے تھے جبکہ عقب میں آنے والی ٹیکسی کی سائیڈ سیٹ پر صدیقی اور عقبی سیٹ پر نعمانی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایئر پورٹ سے ڈان کالونی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ عمران نے ڈان کالونی کی ایک کوٹھی یہاں کے ایک آدمی گارڈ سے حاصل کی تھی۔ کچھ دیر بعد ٹیکسیاں ایک رہائشی کالونی میں داخل ہو گئیں تو عمران سمجھ گیا کہ یہی ڈان کالونی ہے۔

''یہی ڈان کالونی ہے''...... عمران نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''یس سر''...... ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور

پھر ایک درمیانے سائز کی کوٹھی کے بند گیٹ کے سامنے پہنچ کر ٹیکسی رک گئی۔ عمران نے ایک نظر کوٹھی کی طرف دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ عقبی سیٹ پر موجود خاور اور چوہان بھی نیچے اتر آئے۔ عقبی ٹیکسی بھی آ چکی تھی اور صدیقی اور نعمانی بھی نیچے اتر آئے۔ عمران تو گیٹ کی طرف مڑ گیا جبکہ صدیقی نے دونوں ٹیکسی ڈرائیوروں کو کرایہ اور دے کر فارغ کر دیا۔ دونوں ٹیکسیاں آگے بڑھ گئیں جبکہ اس دوران عمران نے پھاٹک پر موجود نمبروں والا تالا کھول لیا۔ تالا کھول کر اس نے چھوٹا پھاٹک کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے اندر داخل ہو گئے۔ سہ پہر کا وقت تھا اس لئے سڑکوں پر گاڑیوں کی آمد و رفت کافی تھی۔ عمران نے چونکہ یہاں کے لئے روانہ ہونے سے پہلے انہیں باقاعدہ بریف کیا تھا کہ انہوں نے نہ اپنے اصل نام یا عمران کا نام گفتگو میں لینا ہے اور نہ ہی کوئی پاکیشیائی لفظ منہ سے نکالنا ہے اور نہ ہی پاکیشیا کا نام لینا ہے کیونکہ عمران کو معلوم تھا کہ اس جدید دور میں ایکریمیا اور یورپ میں ایسی کئی پارٹیاں کام کر رہی ہیں جو پورے شہر میں باہر سے آنے والی فون کالز یا یہاں سے آنے والی فون کالز کو چیک کرتی ہیں اور ولنگٹن اور ناراک میں تو ایسی پارٹیاں بھی ہیں جو بغیر فون کال کے آپس میں ہونے والی بات چیت کو ٹیپ کر کے چیک کر لیتی ہیں اس لئے وہ سب محتاط نظر آ رہے تھے۔

''مائیکل۔ میری چھٹی حس الارم بجا رہی ہے''...... اچانک

صدیقی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہے۔ مجھے بھی احساس ہو رہا ہے''۔ نعمانی نے کہا۔

''تم دونوں ہی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر آئے ہو اس لئے دونوں کو گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے''...... عمران نے پورچ میں کھڑی دو کاروں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''آپ کی چھٹی حس تو ہم سے بھی زیادہ حساس ہے۔ آپ کو کچھ محسوس نہیں ہو رہا''...... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری چھٹی حس اب ساتویں درجے میں پہنچ چکی ہے''۔ عمران نے جواب دیا اور ایک بار پھر سب ہنس پڑے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب عمارت میں داخل ہوئے۔

''یہ کوٹھی انڈر ورلڈ سے تعلق رکھنے والے آدمی کی ہے اس لئے اس میں کوئی خفیہ راستہ لازماً ہو گا۔ تم اسے چیک کرو''...... عمران نے صدیقی سے کہا اور صدیقی سر ہلاتا ہوا اپنے ساتھیوں سمیت آگے بڑھ گیا جبکہ عمران پوری کوٹھی میں گھوم کر ایک بڑے کمرے میں پہنچ گیا۔ کوٹھی عام سی تھی۔ البتہ ایک الماری میں اس نے جدید اور ضروری اسلحہ پڑا ہوا چیک کر لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد صدیقی اور اس کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے۔

''عمران صاحب۔ کوئی خفیہ راستہ تو نہیں ملا البتہ ایک تہہ خانہ دریافت ہوا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''چلو کچھ نہ کچھ تو دریافت ہو گیا''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک تہہ شدہ کاغذ نکالا اور اس کھول کر سامنے موجود میز پر بچھا دیا۔ یہ ازاتو شہر کا نقشہ تھا جو عمران نے ایئر پورٹ پر واقع ایک بکسٹال سے خریدا تھا۔ یورپ اور ایکریمیا میں ایسے ہر سائز میں نقشے عام فروخت ہوتے تھے کیونکہ ان سے سیاحوں کو بہت رہنمائی ملتی تھی۔

''عمران صاحب۔ آپ ہیڈکوارٹر ٹریس کریں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ ہم نے مشن مکمل کرنا ہے۔ یہاں آ کر بیٹھے تو نہیں رہنا''...... عمران نے جواب دیا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اگر آپ اجازت دیں عمران صاحب۔ تو جب تک آپ چیکنگ مکمل کریں ہم شہر کا راؤنڈ لگا لیں۔ ہم پہلی بار یہاں آئے ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ فارغ بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کہ چکر لگا آؤ۔ اس سے بعد میں کافی فائدہ ہو سکتا ہے''...... عمران نے کہا تو صدیقی اور اس کے ساتھی اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے جبکہ عمران نے جیب سے سیل فون نکال کر اسے سپیشل کال پر ایڈجسٹ کیا اور پھر اسے آن کر دیا۔ اب اگر یہ کال ٹریس بھی ہو جائے تو کوئی بھی اسے ٹیپ نہ کر سکے گا اور نہ ہی لوکیشن معلوم کر

سکے گا۔ سیل فون آن کرنے کے بعد اس نے تیزی سے وہ نمبر پریس کرنا شروع کر دیئے جو ٹائیگر نے اسے ہیڈکوارٹر کے بتائے تھے۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو عمران نے نقشے کے چاروں کونوں پر نشانات لگانے شروع کر دیئے۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے فون آف کر دیا۔اس نے یہ نشانات ایک یہودی سیٹلائٹ اور فون نمبروں کو ملا کر پھر لگائے تھے۔ فون نمبر میں جو کوڈ استعمال کیا گیا تھا اس کوڈ کے بارے میں اس نے تحقیق کی تھی اور اسے بتایا تھا گیا کہ یہ ایک پرائیویٹ اور خفیہ سیٹلائٹ کے نمبر ہیں جس کا علم بہت کم لوگوں کو ہے اور اس سیٹلائٹ کا نمبر اسرائیل کے صدر کی اجازت کے بغیر نہیں دیا جا سکتا۔ اس دوران اچانک سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے اسے اٹھا کر سکرین کو دیکھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی کیونکہ سکرین پر کال کرنے والا وہی نمبر تھا جہاں عمران نے فون کیا تھا اور جو اسے ٹائیگر نے بتایا تھا۔

''یس۔ رچرڈ بول رہا ہوں''...... عمران نے دانستہ گریٹ لینڈ کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کون ہیں اور آپ نے ہمارے سیکرٹ نمبر پر کال کیا ہے۔ کہاں سے لیا ہے یہ نمبر آپ نے''...... دوسری طرف سے ایک سخت مردانہ آواز سنائی دی۔

''میں گریٹ لینڈ کی نیشنل یونیورسٹی میں پروفیسر ہوں۔ یہ نمبر مجھ سے غلطی سے پریس ہوگیا۔ جب مجھے احساس ہوا تو میں نے

لائن کاٹ دی۔ آئی ایم سوری''...... عمران نے کہا۔

''اوکے''...... دوسری طرف سے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا گیا۔عمران نے دانستہ یہ بات کی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ رچرڈ ایسا عام نام ہے کہ لازماً یونیورسٹی میں کوئی پروفیسر اس نام کا ہو گا۔ ویسے بھی دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے میں ابھرنے والے اطمینان سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اب مزید انکوائری کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

عمران نقشے اور ساتھ موجود سفید کاغذ پر ہندسے لکھ لکھ کر انہیں ضرب تقسیم کرنے میں مصروف تھا۔ کافی دیر بعد اس نے نقشے پر کراس لکیریں لگائیں اور پھر نقشے پر جھک گیا۔ ایک جگہ اس نے دائرہ لگایا۔ یہاں تمام لائنیں ایک دوسرے کو کراس کر رہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ جہاں عمران نے دائرہ لگایا تھا اور جہاں سے عمران کو کال بیک کی گئی تھی وہ یہی جگہ تھی۔ عمران نے جھک کر دائرے کے اندر غور سے دیکھا۔ اس علاقے کا نام کالٹن تھا۔ یہ ملاجلا علاقہ تھا۔ رہائش گاہیں بھی تھیں اور بڑی بڑی شاپس بھی۔ عمران نے جہاں لائن کراس کر رہی تھیں اس جگہ کو نقشے پر مزید غور سے دیکھا تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ وہ جگہ کاروں کا گیراج تھا جہاں کاروں کی مرمت کی جاتی تھی۔ وہاں کالٹن گیراج کے الفاظ بھی لکھے ہوئے تھے۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''کالٹن روڈ پر کالٹن گیراج ہے۔ اس کا نمبر دیں''...... عمران نے کہا۔

''سوری سر۔ گیراج تو طویل عرصہ سے بند ہے اور وہاں کا نمبر کٹ چکا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اسے پہلے سے خدشہ تھا کیونکہ گیراج جیسی چھوٹی جگہ میں ہیڈکوارٹر نہیں ہو سکتا۔ یقیناً یہاں فون کی ڈاجنگ مشین لگی ہوئی ہو گی۔ فون وصول یہاں ہوتا ہو گا اور پھر آگے کسی نامعلوم مقام پر شفٹ ہو جاتا تھا۔ اس طرح فون نمبرز سے ہیڈکوارٹر معلوم کرنا ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ عمران نے کرسی سے پشت لگائی اور آنکھیں بند کر کے سوچ میں پڑ گیا کہ اب مزید کیا کیا جا سکتا ہے۔ آخرکار اس کے ذہن میں یہی خیال آیا کہ بلیک ڈے کے کسی آدمی کو پکڑ کر اس سے ہیڈکوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ پھر ہی آگے بڑھا جا سکتا ہے لیکن ایسا آدمی کہاں ہے اور کس طرح ٹریس کیا جائے۔ وہ اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ دور سے کار کے ہارن کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ صدیقی اور اس کے ساتھی شہر کا راؤنڈ لگا کر واپس آئے ہیں۔ وہ چونکہ کام کرتے کرتے ذہنی طور پر تھک گیا تھا اس لئے اٹھ کر وہ ویسے ہی کمرے

کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے دروازہ کھولا اور باہر برآمدے میں نکل آیا تھا کہ کچھ تازہ ہوا لے کر اپنے آپ کو فریش کر سکے۔ اس نے دیکھا کہ خاور پھاٹک کھولنے میں مصروف تھا اور پھر ایک کار اندر آئی اور پورچ کی طرف بڑھتی چلی گئی جبکہ خاور نے پھاٹک بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد صدیقی اس کے ساتھی برآمدے کی طرف آتے دکھائی دیئے۔

''مسٹر مائیکل آپ یہاں برآمدے میں''...... صدیقی نے برآمدے میں داخل ہوتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''انتظار کا واقعی اپنا مزہ ہوتا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''آپ کامیاب ہوئے اس نقشے والے کام میں''...... صدیقی نے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''نہیں''...... عمران نے مڑتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

''میزائل فائرنگ۔ تہہ خانے میں بھاگو''...... عمران نے چیخ کر کہا اور اس کی آواز کے ساتھ ہی اس کے سارے تربیت یافتہ ساتھی بغیر کوئی وقت ضائع کئے بجلی کی سی تیزی سے درمیانی راہداری میں بھاگتے ہوئے آگے بڑھے اور پھر سیڑھیاں اتر کر وہ ایک دیوار کے سامنے پہنچ گئے۔ اسی لمحے خوفناک دھماکوں کی آوازیں انہیں اپنے عقب میں سنائی دیں۔ میزائل برآمدے سے کچھ پہلے گرے

تھے لیکن اس دوران صدیقی تہہ خانے کا راستہ کھول چکا تھا اور وہ سب اندر داخل ہو گئے۔ صدیقی نے دروازہ بند کر دیا۔ اسی لمحے جیسے خوفناک دھماکے انہیں اپنے سروں پر ہوتے سنائی دیئے۔

"ادھر آؤ۔ ادھر خفیہ راستہ ہے"...... عمران نے چیختے ہوئے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ ایک بار پھر خوفناک دھماکے ہوئے اور ان سب کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس بار میزائل ان کے سروں پر پھٹ پڑے ہوں۔

دو کاریں ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتی ہوئیں ڈان کالونی میں داخل ہوئیں۔ یہ ازاٹو شہر کی متوسط طبقے کی کالونی تھی۔ یہاں بڑے سائز کی کوٹھیاں کم اور متوسط سائز کی کوٹھیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ دونوں کاریں کچھ دیر بعد سڑک کنارے بنی ہوئی پبلک پارکنگ میں مڑ گئیں۔ پارکنگ چونکہ خالی پڑی ہوئی تھی اس لئے وہاں کاریں پارک کرنے کے لئے کھلی اور وافر جگہ موجود تھی اس لئے وہاں دونوں کاریں مڑ کر اندر گئیں۔ اب ان کا رخ سڑک کی طرف تھا۔ آگے والی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر وکٹر تھا جبکہ عقبی کار میں اس کے چار ساتھی تھے۔ یہ چاروں ہی سپر سیکشن کے انتہائی تربیت یافتہ افراد تھے۔

"باس۔ یہاں سے قریب ہی پولیس سپاٹ ہے اس لئے میزائل فائرنگ ہوتے ہی پولیس چند منٹوں میں یہاں پہنچ جائے

گی۔ پھر ہمیں کیا کرنا ہو گا''...... وکٹر کے ایک ساتھی نے وکٹر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''میزائل فائرنگ کر کے ہم آگے نکل جائیں گے اور پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر بطور تماشبین واپس آئیں گے۔ پھر ہم پر کوئی شک نہ کرے گا''...... وکٹر نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''پہلے یہ تو چیک کریں کہ اندر کوئی موجود بھی نہیں ہے یا نہیں۔ الفرڈ۔ تم کراس ریکس گاڑی سے نکالو اور اسے کوٹھی کے اندر فائر کر دو اور اس کا رسیور مجھے دے دو''...... وکٹر نے کہا تو اس کا ایک ساتھی دوسری کار کی طرف دوڑ پڑا۔ اس نے کار کا سائیڈ دروازہ کھولا اور سائیڈ سیٹ اٹھا کر نیچے موجود باکس میں سے ایک موبائل فون کی طرح کا رسیور اٹھایا اور ساتھ ہی ایک سیاہ رنگ کا کیپسول اور سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا سا مخصوص انداز کا پسٹل اٹھایا۔ سیٹ بند کی اور پھر کار دروازہ بند کر کے وہ مڑا اور پھر اس نے موبائل نما رسیور وکٹر کی طرف بڑھا دیا اور کیپسول کو پسٹل میں لوڈ کر کے اس نے پسٹل کو جیب میں ڈالا اور آگے بڑھ گیا۔ سڑک کراس کر کے وہ اس کوٹھی کی طرف بڑھ گیا جس کی وہ چیکنگ کر رہے تھے۔ سائیڈ روڈ سے گزرتے ہوئے الفرڈ نے جیب سے پسٹل نکالا اور ہاتھ اٹھا کر اندر کیپسول فائر کر دیا۔ اسے معلوم تھا کہ کیپسول کے اندر موجود چھوٹی سی مشینری چند لمحوں میں پوری کوٹھی میں نہ نظر آنے والی ریز فائر کرنا شروع کر دے گی اور یہ ریز کوٹھی میں موجود زندہ

افراد کو رسیور پر خاکے کی صورت میں دکھانا شروع کر دے گی اور جب تک کیپسول کے اندر موجود مشینری کو توڑ نہیں دیا جائے گا وہ اپنا کام کرتی رہے گی اور چونکہ اسے بنایا اس انداز میں گیا تھا کہ اسے پسٹل سے فائر کیا جائے تو وہ کسی دیوار کے ساتھ چپک جائے۔ چنانچہ اس کا عام حالات میں نظر آنا بھی مشکل ہوتا تھا۔ کیپسول فائر کر کے الفرڈ واپس مڑ آیا جبکہ یہاں وکٹر نے رسیور کا بٹن آن کر دیا تھا۔ سکرین پر چند لمحے دھند نظر آتی رہی اور پھر اس پر ایک آدمی کا خاکہ نظر آنے لگا جو کسی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

''اندر تو ایک آدمی ہے۔ شاید یہ ملازم ہے۔ ہمیں انتظار کرنا ہو گا''...... وکٹر نے کہا اور پھر واپس جا کر کار میں بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھی بھی دوسری کار میں جا کر بیٹھ گئے۔ انہیں پارکنگ میں سے کوٹھی کا گیٹ واضح طور پر نظر آ رہا تھا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک کار گیٹ پر آ کر رکی اور ایک آدمی اتر کر چھوٹے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ کار میں ڈرائیور سمیت چار آدمی تھے۔ ایک آدمی نے اتر کر چھوٹا پھاٹک کھولا اور اندر چلا گیا۔ پھر کار سٹارٹ ہوئی اور بڑا گیٹ کھلنے پر اندر داخل ہو گئی جبکہ پہلے جو آدمی کرسی پر بیٹھا نظر آ رہا تھا وہ بھی اٹھ کر حرکت میں آ گیا تھا۔

''اب اندر پانچ افراد ہیں اور ان کے قدوقامت بتا رہے ہیں کہ یہی عمران اور اس کے ساتھی ہیں۔ اب اٹیک کر دینا چاہئے''...... وکٹر نے کہا اور کار سے اتر کر اس نے اشارہ کیا تو

دوسری کار میں سے اس کے چاروں ساتھی بھی باہر آ گئے۔

''میزائل گنیں اٹھاؤ اور ہم نے چار چار میزائل پہلے عمارت کے بیرونی حصے میں اور پھر اندرونی طرف فائر کرنے ہیں پھر ہم آگے جائیں گے جہاں عمارت ختم ہو گی وہاں گنیں اندر پھینک کر ہم آگے نکل جائیں گے اور پھر لمبا چکر کاٹ کر واپس آئیں گے''...... وکٹر نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ وکٹر نے اپنی کار میں سے میزائل گن نکالی اور اسے کوٹ کی اندرونی طرف کر کے چھپا لیا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی گنیں کار میں سے اٹھا کر انہیں کوٹ کے اندر چھپا لیا۔ پھر وہ سب تیز تیز قدم اٹھاتے سڑک کراس کر کے کوٹھی کی سائیڈ روڈ پر آگے بڑھ گئے۔

''گنیں نکالو اور فائر کر دو اور اس طرح فائر کرتے ہوئے آگے بڑھ جاؤ''...... وکٹر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ان سب نے گنیں نکال کر فائر کھول دیا اور تیزی سے دوڑتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور وقفے وقفے سے میزائل اندر فائر کرتے چلے گئے۔ خوفناک دھماکوں سے علاقہ گونج اٹھا۔ آخر میں انہوں نے گنیں بھی اندر پھینک دیں اور تیزی سے سائیڈ روڈ پر مڑ گئے۔ دھماکے ابھی تک ہو رہے تھے اور اب گرد کا جیسے طوفان پھیل کر ارد گرد کے علاقے میں چھا رہا تھا۔ وہ سب تیزی سے دوڑتے ہوئے مختلف گلیوں میں مڑتے رہے لیکن علیحدہ علیحدہ تا کہ ان پر شک نہ کیا جا سکے۔ پولیس کاروں کے سائرن اب سنائی دے رہے تھے۔ وکٹر ایک سڑک کی

سائیڈ پر موجود فٹ پاتھ پر چلتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات تھے کیونکہ پانچ افراد اندر موجود تھے اور ان پانچوں کے ٹکڑے اڑ گئے ہوں گے۔ کافی دیر تک پولیس کاروں کے سائرن سنائی دیتے رہے اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ وکٹر فوراً موقع پر نہ جانا چاہتا تھا اس لئے وہ اطمینان سے ادھر ادھر گھومتا رہا۔ پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر وہ پارکنگ کی عقبی طرف سے وہاں پہنچا تو پوری کوٹھی مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی جبکہ سائیڈوں پر اور عقبی طرف موجود کوٹھیاں بھی کافی حد تک تباہ ہو گئی تھیں۔ وہاں پولیس کے علاوہ ایمبولینس اور ملبہ ہٹانے والی مشینری بھی موجود تھیں اور کافی لوگ جن میں عورتیں اور مرد شامل تھے وہاں موجود تھے۔ وکٹر نے اندرونی جیب سے ایک کارڈ نکالا اور اسے ہاتھ میں پکڑے ایک پولیس آفیسر کی طرف بڑھ گیا۔

''پریس۔ یہاں کیا ہوا ہے۔ کتنے افراد زخمی یا ہلاک ہو گئے ہیں''...... وکٹر نے کارڈ پولیس آفیسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ابھی تک تو کوئی آدمی یا اس کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ ابھی کام ہو رہا ہے''...... پولیس آفیسر نے کہا تو وکٹر سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ ملبہ اٹھانے والی مشینری کام کر رہی تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے لیکن وکٹر وہیں کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر تعجب کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ وہ کنفرم تھا کہ کوٹھی میں پانچ افراد موجود تھے اور جس طرح اچانک میزائل فائر ہوئے ہیں وہ کسی صورت بھی بچ کر نہ

نکل سکتے تھے۔ اس کے باوجود ان کی لاشیں نہیں مل رہیں۔ یہ اس کے لئے انتہائی حیرت انگیز بات تھی جس پر اسے یقین نہ آ رہا تھا لیکن صورت حال اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ ملبہ ہٹانے سے ایک تہہ خانہ بھی سامنے آیا تھا جس میں ایک خفیہ راستہ بھی تھا لیکن یہ راستہ بھی منہدم ہو چکا تھا اور پھر اعلان کیا گیا کہ کوٹھی خالی تھی اس لئے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ کوئی لاش برآمد نہیں ہوئی۔ اس کے بعد وہاں کھڑے لوگ واپس جانے لگے تو وکٹر بھی مڑا اور پارکنگ میں آ گیا۔ یہاں اس کے ساتھی موجود تھے۔

”تم واپس جاؤ۔ میں ہیڈکوارٹر جا رہا ہوں چیف کو رپورٹ دینے“...... وکٹر نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور اپنی کار میں بیٹھنے لگا۔

”باس۔ وہ لوگ آخر کہاں گئے“...... الفرڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے خود سمجھ نہیں آ رہی کہ وہ لوگ کہاں غائب ہو گئے۔ بہرحال وہ کسی نہ کسی طرح نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ میں چیف کو رپورٹ دے کر واپس سیکشن ہیڈکوارٹر آؤں گا اور پھر مل کر ان کو تلاش کرنے کے لئے پلاننگ بنائیں گے۔ فی الحال تم واپس جاؤ“...... وکٹر نے کہا تو اس کے ساتھی سر ہلاتے ہوئے سائیڈ پر کھڑی کار کی طرف بڑھ گئے جبکہ وکٹر اپنی کار میں بیٹھا اور کار پارکنگ سے باہر نکل کر اور تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ وہ

مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ چیف کو کیا بتائے گا کہ عمران اور اس کے ساتھی جنات تھے جو اچانک غائب ہو گئے لیکن اس نے تو یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے وہ کیا کر سکتا تھا۔ جو حقیقت تھی وہی بتا سکتا تھا۔ ایک دو بار اسے خیال آیا کہ فون پر چیف کو رپورٹ دے دے لیکن اسے معلوم تھا کہ چیف کو آسانی سے یقین نہیں آئے گا اس لئے وہ کال کرنے کا ارادہ مسترد کر کے ہیڈکوارٹر کی طرف جا رہا تھا۔

شہرۂ آفاق مصنف جناب مظہر کلیم ایم اے
کی عمران سیریز کے ان قارئین کے لئے جو
نیا ناول فوری حاصل کرنا چاہتے ہیں ایک نئی سکیم
”گولڈن پیکیج“
تفصیلات معلوم کرنے کے لئے ابھی کال کیجئے
Mob 0333-6106573 Ph 061-4018666
ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

عمران اور اس کے ساتھی دوڑتے ہوئے اس خفیہ راستے سے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ دھماکے ان کی پشت پر بلکہ ان کے سروں پر ہو رہے تھے۔ انتہائی خوفناک دھماکے۔ لیکن وہ مسلسل تیزی سے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ پھر وہ راستہ ایک دیوار سے بند نظر آیا تو عمران نے دیوار کی جڑ میں پیر مارا تو سٹک کی آواز سے دیوار درمیان سے پھٹ کر دونوں سائیڈوں میں غائب ہو گئی اور عمران اور اس کے ساتھی جیسے ہی باہر آئے تو عمران نے ایک بار پھر تقریباً اسی جگہ لیکن بیرونی سمت پیر مارا تو سٹک کی آواز کے ساتھ ہی دیوار برابر ہو گئی۔ سامنے سڑک پار ایک کوٹھی تھی اور کوٹھی کو کرایہ پر دینے کا بورڈ نظر آ رہا تھا۔

''یہ کوٹھی خالی ہے۔ آؤ''...... عمران نے کہا اور دوڑتا ہوا سڑک کراس کر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ دھماکے اب بھی ہو رہے تھے

لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے خطرناک اسلحہ مسلسل پھٹ رہا ہو اور عمران سمجھ گیا کہ یہ وہی اسلحہ ہے جو اندر ایک الماری میں موجود تھا۔ کوٹھی کے ارد گرد کا پورا علاقہ گرد کے بادل میں چھپ گیا تھا۔ پولیس کاروں کے سائرن دور سے آتے سنائی دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد عمران اور اس کے ساتھی اس خالی کوٹھی میں داخل ہو چکے تھے۔ انہوں نے کرایہ کے لئے خالی ہے کا بورڈ اتار دیا تھا تاکہ کسی کو شک نہ پڑ سکے۔

''یہ سب کیسے ہوا مسٹر مائیکل''...... صدیقی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جیسے بھی ہوا اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہو گئی ورنہ اس بار بچ نکلنے کا کوئی سکوپ ہی نہ تھا۔ اگر کوٹھی میں وہ تہہ خانہ اور خفیہ راستہ نہ ہوتا تو ہماری لاشیں اب تک سامنے پڑی نظر آ رہی ہوتیں''۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے مسٹر مائیکل کہ آپ نے جس سے کوٹھی لی تھی اس نے یا اس کے کسی آدمی نے لیکیج کی ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی اور چکر چلا ہے۔ بہرحال اب ہمیں کوئی دوسری رہائش گاہ تلاش کرنی ہے اور ہیڈکوارٹر کا کوئی آدمی بھی''...... عمران نے کہا اور پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا ہوا''...... اسے اس انداز میں اٹھتے دیکھ کر صدیقی نے کہا۔

”حملہ آوروں میں سے کوئی نہ کوئی وہاں موجود ہو گا تاکہ معلوم کر سکے کہ ان کا مشن کامیاب ہوا ہے یا نہیں اور ہمیں اسے گھیرنا ہے تاکہ ہیڈکوارٹر کے بارے میں معلومات مل سکیں ورنہ ہم پورے شہر میں کیسے اسے تلاش کریں گے“...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔

”ہم نے علیحدہ علیحدہ وہاں پہنچنا ہے۔ جلدی کرو چلو“۔ عمران نے کہا اور پھر وہ خود پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔ کوٹھی سے باہر آ کر وہ چکر کاٹ کر چلتا ہوا اس کوٹھی کے فرنٹ کی طرف جانے لگا جسے تباہ کیا گیا تھا۔ وہاں پولیس کے علاوہ دو ایمبولینس گاڑیاں بھی موجود تھیں اور دو بڑی مشینیں کوٹھی کا ملبہ ہٹانے میں مصروف تھیں۔ کافی لوگ وہاں اکٹھے تھے۔ عمران ایک طرف کھڑا ہو کر وہاں موجود لوگوں کو بغور دیکھ رہا تھا کہ ایک آدمی پر نظر پڑتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ چہرہ اس کی یادداشت میں کہیں موجود تھا لیکن وہ اسے شناخت نہ کر پا رہا تھا۔ اسے اتنا یاد تھا کہ یہ آدمی کسی ایکریمین ایجنسی میں کام کرتا رہا ہے لیکن اس کا نام اس کی یادداشت کی گرفت میں نہ آ رہا تھا۔ وہ آدمی پولیس آفیسر کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ عمران چونکہ میک اپ میں تھا اس لئے اسے پہچانے جانے کا خدشہ نہ تھا۔ پھر عمران نے اس آدمی کو پیچھے ہٹ کر ساتھ ہی موجود پارکنگ میں جاتے ہوئے دیکھا۔ وہاں چار افراد موجود تھے۔ عمران پیچھے ہٹا اور پارکنگ سے ملحقہ ایک درخت

کے چوڑے تنے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ وہ ان کے درمیان ہونے والی بات چیت سننا چاہتا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ جان گیا کہ یہی اس کے مطلوبہ آدمی ہیں کیونکہ کوٹھی میں میزائل انہوں نے ہی فائر کئے تھے اور اب یہ اس لئے پریشان تھے کہ کوٹھی تباہ ہو جانے کے باوجود ملبے سے کوئی لاش نہ ملی تھی۔ جس آدمی کو عمران نے شناخت کیا تھا وہ ان کا باس تھا اور سپر سیکشن ہیڈکوارٹر کے ساتھ ساتھ ہیڈکوارٹر کا نام بھی لیا جا رہا تھا۔ وہ آدمی باقی لوگوں کو سیکشن ہیڈکوارٹر جانے کا کہہ کر خود ہیڈکوارٹر جانے کی بات کر رہا تھا۔ اب عمران اس لئے پریشان ہو گیا کہ یہ لوگ یقیناً کاروں میں آئے ہوں گے اور کاروں میں ہی واپس جائیں گے جبکہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے پاس کوئی کار موجود نہ تھی اور ٹیکسی کے ذریعے کسی کا تعاقب نہ کیا جا سکتا تھا کیونکہ یہاں کے ٹیکسی ڈرائیور پولیس کو اطلاع کر دیتے تھے اور اگر کوئی کار چوری کی جائے تو پولیس اطلاع ملتے ہی پورے شہر کی ناکہ بندی کر لیتی ہے اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے کہ اچانک اسے اپنی جیب میں موجود کاشنر کا خیال آ گیا۔ اس نے کوٹ کی اندرونی جیب میں سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا اور اسے کھولا تو اس میں کاشنر اور اس کا رسیور موجود تھا۔ عمران نے کاشنر نکال کر باکس بند کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اسی لمحے اس نے اس آدمی کو ایک کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھا جبکہ اس کے باقی چار ساتھی دوسری کار میں بیٹھنے میں مصروف تھے۔ اس

آدمی کی کار عمران سے کافی فاصلے پر تھی جبکہ اس کے ساتھیوں کی کار قریب ہی تھی اس لئے عمران نے اس دوسری کار پر کاشنر لگانے کا فیصلہ کر لیا اور وہ چاروں جیسے ہی کار میں بیٹھے عمران درخت کے تنے کی اوٹ سے نکلا اور کار کی طرف بڑھنے لگا۔ کاشنر اس کے ہاتھ میں تھا۔ کار سٹارٹ ہو رہی تھی۔ عمران نے قریب سے گزرتے ہوئے ہاتھ میں موجود کاشنر کو ذرا سا جھک کر عقبی بمپر کی سائیڈ میں لگا دیا۔ وہ جھکا اس انداز میں تھا کہ جیسے اسے اچانک جھٹکا لگا ہو اور پھر سیدھا ہو کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ کار اس کی سائیڈ سے نکل کر بائیں طرف مڑ گئی۔ عمران کوٹھی کے فرنٹ کی طرف مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد پھر وہ مڑا اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف آ گیا جو ایک طرف خاموش کھڑے تھے۔

''کیا ہوا مسٹر مائیکل۔ کوئی پیش رفت ہوئی''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ یہ دو کاروں میں جو پانچ افراد گئے ہیں انہوں نے کوٹھی پر میزائل برسائے تھے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار اچھل پڑے۔

''تو پھر آپ نے انہیں روکا کیوں نہیں۔ ان سے ہیڈکوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں''...... صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے عمران نے ہاتھ آنے والا سنہری موقع اپنی حماقت سے ضائع کر دیا ہو۔

''یہاں کی پولیس کو تم نہیں جانتے۔ یہاں کسی کے حلق سے ہلکی سی آواز بھی نکلے تو پولیس والے کود پڑیں گے اور پھر یہاں پولیس سے بچانے کے لئے ہمیں سر سلطان کی منتیں کرنا پڑیں گی یا پھر یہاں موجود پاکیشیائی سفیر سے کہنا پڑے گا جبکہ ہم میک اپ میں ہیں۔ اب بتاؤ کس سے بات کریں گے''...... عمران نے کہا تو صدیقی کے چہرے پر ہلکی سی شرمندگی کی لہر دوڑتی ہوئی نظر آنے لگی۔

''پھر اب کیا کرنا ہے۔ وہ تو گئے''...... صدیقی نے کہا۔

''میں نے ایک کار کے بمپر پر کاشنر لگا دیا ہے۔ اب یہاں سے جا کر رسیور میں یہاں کا مقامی نقشہ ڈال کر چیک کر لیں گے اور وہ کار جہاں بھی موجود ہو گی کاشنر بتا دے گا۔ آؤ چلیں لیکن علیحدہ علیحدہ ہو کر ہم یہاں سے نکلیں گے''...... عمران نے کہا۔

''لیکن اب کہاں جانا ہے''...... نعمانی نے کہا۔

''فی الحال ہم یہاں سے بس کے ذریعے سنٹرل گارڈن جائیں گے۔ وہاں سے مقامی نقشہ مل جائے گا اور پھر آگے کے بارے میں سوچیں گے''...... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

وکٹر نے کار ہیڈکوارٹر کی مخصوص پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ چیف کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ ہیڈکوارٹر میں داخلے کے لئے کمپیوٹر فیڈنگ سے اوکے کی کال آنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ ہیڈکوارٹر میں آنے جانے والے تمام افراد جن میں چیف جیگور بھی شامل تھا کے تمام جسمانی گرافس کو کمپیوٹر میں خصوصی طور پر فیڈ کیا گیا تھا۔ فیڈنگ کے مطابق کوئی آدمی اندر جا سکتا تھا ورنہ نہ صرف گیٹ نہیں کھلتا تھا بلکہ سیکورٹی سیکشن میں سائرن بجنے شروع ہو جاتے تھے اس لئے پہلے سے ہی کال کرنا ضروری تھا۔ وکٹر نے راستے میں فون کال کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی تاکہ کمپیوٹر اس کی چیکنگ کے لئے پہلے سے تیار ہو ورنہ اسے گیٹ پر کچھ دیر انتظار کرنا پڑتا اور موجودہ حالات میں وہ انتظار کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کے پراسرار انداز میں بچ جانے نے اس کا موڈ واقعی خراب کر دیا تھا اور پھر واقعی اسے گیٹ پر انتظار نہ کرنا پڑا اور چند منٹوں بعد اس کی کار ہیڈکوارٹر میں داخل ہو کر پارکنگ تک پہنچ گئی۔ وہ اب چیف کے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن اس کا ذہن مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ وہ چیف کو کیا بتائے گا لیکن ظاہر ہے وہ کوئی بات چیف سے چھپا نہ سکتا تھا کیونکہ طویل تجربہ کی بنیاد پر اسے معلوم تھا کہ ہر چیف کے بہت سے اور بھی مخبر ہوتے ہیں جو ساتھ ساتھ اسے رپورٹیں دیتے رہتے ہیں اس لئے چیف کے سامنے سچ بولنا ہی اس کے حق میں بہتر ہو سکتا ہے۔ آفس کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو چیف کی آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھیں اور چیف کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ وکٹر نے سلام کیا اور میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم ناکام لوٹے ہو"...... چیف جیگور نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"یس چیف۔ فی الحال تو ہمیں ناکامی ہوئی ہے لیکن ہم جلد ہی اپنی ناکامی کو کامیابی میں بدل دیں گے"...... وکٹر نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا ہے۔ تفصیل سے بتاؤ"...... چیف نے کہا۔

"یہی بات میں سارے راستے سوچتا آیا ہوں کہ آپ نے تفصیل پوچھنی ہے اور میں تفصیل کیا بتاؤں گا کیونکہ بات میری

اپنی سمجھ میں نہیں آئی''...... وکٹر نے کہا تو چیف بے اختیار ہنس پڑا۔

''میں اپنی کیریئر لائف میں بے شمار بار ایسی کیفیات سے گزر چکا ہوں اور پھر جب مقابلے پر عمران ہو تو پھر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ سمجھ میں نہ آنے والے واقعات بھی ہو سکتے ہیں۔ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ تم بہرحال کھل کر بتاؤ کہ کیا ہوا ہے''...... چیف جیگور نے کہا۔

''ہونا کیا ہے چیف۔ میں اپنے چار ساتھیوں سمیت ڈان کالونی کی اس کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔ ہم دو کاروں میں سوار تھے۔ سامنے ہی پارکنگ تھی۔ وہاں ہم نے کاریں روک دیں۔ پھر ہم نے چیکنگ کے لئے کراس ریکس کیپسول اندر پھینک دیا۔ رسیور پر ایک آدمی کا خاکہ دکھائی دیا جو ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور کوئی آدمی اندر موجود نہ تھا۔ ہم انتظار کرتے رہے۔ طویل انتظار کے بعد ایک کار میں چار افراد وہاں پہنچے اور پھر وہ چاروں کار سمیت اندر چلے گئے۔ ہم تیار ہو گئے۔ ہم نے میزائل گنیں نکالیں اور پھر ہم نے سائیڈ روڈ سے آگے بڑھتے ہوئے وقفے وقفے سے میزائلوں کی کوٹھی پر بارش کر دی اور آخر میں میزائل گنیں بھی اندر پھینک دیں۔ پوری کوٹھی مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی۔ ہم سب لمبا چکر کاٹ کر واپس اس کوٹھی کے فرنٹ پر پہنچے تو وہاں پولیس، ایمبولینس گاڑیاں اور ملبہ ہٹانے والی گاڑیاں پہنچ چکی تھیں۔ ملبہ ہٹایا گیا تو وہاں کوئی لاش یا انسانی جسم کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ کوٹھی خالی تھی۔ میں پریس رپوٹر کے روپ میں آخری لمحے تک وہیں رہا۔ پھر آپ کو

رپورٹ دینے کے لئے مجھے خود آنا پڑا کیونکہ ظاہر ہے آپ نے سوالات کرنے تھے''...... وکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم نے معلومات نہیں کیں کہ وہ لوگ کہاں غائب ہو گئے۔ سائیڈ کوٹھی میں چلے گئے یا عقبی طرف سے باہر کود گئے''...... چیف نے کہا۔

''چیف۔ عقبی طرف بھی کوٹھی ہے جو آدھی سے زیادہ تباہ ہو چکی ہے۔ ایک سائیڈ پر سڑک ہے جہاں سے ہم نے میزائل برسائے۔ دوسری طرف کوٹھی ہے جو میزائلوں سے کافی حد تک تباہ ہو چکی ہے اس لئے ادھر سے وہ کہاں جا سکتے تھے۔ البتہ یہ معلوم ہوا کہ وہاں ایک تہہ خانہ تھا جس کی سائیڈ میں خفیہ راستہ تھا لیکن یہ تہہ خانہ اور خفیہ راستہ مکمل طور پر منہدم ہو چکا ہے۔ بہرحال وہ لوگ یقیناً ادھر سے ہی نکلنے میں کامیاب ہوئے ہیں''...... وکٹر نے کہا۔

''وہ واقعی خوش قسمت لوگ ہیں۔ قدرت ان کی مدد کرتی ہے اور انہیں بچ نکلنے کا کوئی نہ کوئی راستہ مل جاتا ہے لیکن اب ہم نے کیا کرنا ہے۔ بہرحال ہم نے ان کا خاتمہ کرنا ہے''...... چیف جیگور نے کہا۔

''یس باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم انہیں بہرحال تلاش کر لیں گے''...... وکٹر نے کہا۔

''کیسے۔ کیا پلاننگ ہے تمہارے ذہن میں''...... جیگور نے کہا۔

''وہ ایک بار پھر رہائش گاہ کسی نہ کسی سے حاصل کریں گے۔

کاریں اور اسلحہ حاصل کریں گے۔ اس کے بغیر وہ کام نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم ازاتو شہر کے تمام اسٹیٹ ڈیلرز اور کار ڈیلرز کو چیک کریں گے۔ اس طرح ہم ان تک پہنچ جائیں گے''...... وکٹر نے کہا۔

''نہیں۔ وہ لوگ بے حد ہوشیار ہیں۔ یہ اس طرح قابو میں نہیں آ سکیں گے۔ ان کے لئے کوئی فول پروف پلاننگ کرنا ہو گی''...... جیگور نے کہا۔

''پھر آپ بتائیں کہ کیا کیا جائے''...... وکٹر نے کہا۔

''میں کارلس سے رابطہ کرتا ہوں اور اسے کہتا ہوں کہ وہ پورے ازاتو میں ہونے والی گفتگو میں سے لفظ پاکیشیا اور عمران کو ٹریس کرے۔ گو اس پر بے دریغ دولت خرچ ہو گی لیکن یہ شیطان ختم ہو جاتے ہیں تو سودا مہنگا نہیں ہے''...... چیف جیگور نے کہا۔

''باس۔ اس میں بھی بہت زیادہ وقت چاہئے۔ وہ لوگ اگر ہوشیار ہیں تو وہ پاکیشیا اور عمران کے الفاظ منہ سے نہ نکالیں گے اور جب تک وہ ایسا نہیں کریں گے وہ آزادانہ ازاتو میں گھومتے پھریں گے اور ہم صرف انتظار ہی کرتے رہ جائیں گے۔ ہمیں کچھ اور سوچنا پڑے گا''...... وکٹر نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو اور کیا سوچیں۔ تم بتاؤ''...... چیف جیگور نے کہا۔

''پہلے تو آپ یہ بتائیں کہ وہ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔ ان

کا مشن کیا ہے جو انہوں نے مکمل کرنا ہے''...... وکٹر نے کہا۔

''وہ یہاں بلیک ڈے کے ہیڈکوارٹر کو تباہ کرنے آئے ہیں تاکہ پاکیشیا کے خلاف منصوبہ ختم ہو جائے''...... جیگور نے کہا۔

''لیکن ہیڈکوارٹر کو وہ تلاش کیسے کریں گے''...... وکٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک فون کے ذریعے جو ممکن نہیں ہے کیونکہ فون کے ساتھ ڈاجنگ مشین نصب ہے جو کہ ایک چھوٹے سے گیراج میں موجود ہے۔ وہ لوگ زیادہ سے زیادہ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں اس لئے فون کے ذریعے ہیڈکوارٹر ٹریس نہیں کیا جا سکتا''...... جیگور نے کہا۔

''آپ کی بات درست ہے لیکن دوسری صورت کیا ہے''۔ وکٹر نے کہا۔

''کسی ایسے آدمی کو ٹریس کیا جا سکتا ہے جو ہیڈکوارٹر کا محل وقوع جانتا ہو۔ جیسے تم یا تمہارے سیکشن کے لوگ''...... جیگور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں اور میرے ساتھی اب چھپ کر تو نہیں بیٹھ سکتے''...... وکٹر نے کہا۔

''ہاں۔ اس لئے تم بھی خیال رکھنا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اچھی طرح سمجھا دینا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ نہ آئیں''...... جیگور نے کہا۔

''باس۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ہم ہیڈکوارٹر کی حفاظت کریں۔ وہ جو بھی کریں گے بہرحال یہاں ہی آئیں گے۔ پھر ہم ان سے آسانی سے نمٹ سکتے ہیں''...... وکٹر نے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی وکٹر کے کوٹ کی اندرونی جیب سے سیل فون کی مخصوص گھنٹی کی آواز سنائی دی تو وکٹر اور جیگور دونوں چونک پڑے۔ وکٹر نے تیزی سے اندرونی جیب سے سیل فون باہر نکالا۔

''یس۔ وکٹر بول رہا ہوں''...... وکٹر نے رابطے کا بٹن پریس کرتے ہوئے کہا۔

''ولیم بول رہا ہوں باس۔ یہاں سیکشن ہیڈکوارٹر میں قتل عام ہوا پڑا ہے''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی تو وکٹر بے اختیار اچھل پڑا۔ میز کی دوسری طرف بیٹھے جیگور کی حالت بھی دیکھنے والی ہوگئی تھی۔

''کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم پاگل ہو گئے ہو''...... وکٹر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ میں چار روز کی چھٹی پر تھا۔ آج میں جلد واپس آ گیا تو میں نے سوچا کہ چند فائلیں مکمل کرنی ہیں۔ وہ کرلوں۔ چنانچہ میں ہیڈکوارٹر آیا تو یہاں چھوٹا پھاٹک باہر سے بند تھا۔ میں اسے کھول کر اندر داخل ہوا تو وہاں اندر قتل عام ہوا پڑا ہے۔ سپر سیکشن کے تمام لوگ سوائے آپ کے بڑے کمرے میں مردہ پڑے ہیں۔ سیکورٹی گارڈ اور دیگر

ملازمین سب کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ میں نے سی سی کیمرہ ریکارڈنگ آن کی تو پتہ چلا کہ یہ پانچ افراد تھے جو عقبی طرف سے کود کر اندر داخل ہوئے اور انہوں نے عقبی طرف موجود آدمی کو پکڑ کر اس کی گردن پر انگوٹھا رکھ کر اس سے اسلحہ اور آدمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر وہ عقبی راستے سے نیچے تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ وہاں سے انہوں نے سائیلنسر لگے مشین پسٹل لئے اور اس کے بعد قتل عام کر کے وہ نکل گئے۔ وہ سب کچھ چیک کر کے میں آپ کو سیکشن ہیڈکوارٹر سے ہی کال کر رہا ہوں''...... ولیم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ویری بیڈ۔ تم وہیں رکو میں آ رہا ہوں''...... وکٹر نے تیز لہجے میں کہا اور فون آف کر کے وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

''رکو۔ بات سنو''...... جیگور نے تیز لہجے میں کہا تو وکٹر تیزی سے اس کی طرف مڑ گیا۔

''یس باس''...... وکٹر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ شاید جلد از جلد اپنے سیکشن ہیڈکوارٹر پہنچنا چاہتا تھا۔

''یہ لوگ تمہارے سیکشن ہیڈکوارٹر تک پہنچ گئے۔ کیسے''...... جیگور نے کہا۔

''یہی تو میں جا کر معلوم کرنا چاہتا ہوں باس''...... وکٹر نے تیز لہجے میں کہا۔

"ولیم نے جو کچھ بتایا ہے اس کے مطابق تو تمہارا سپر سیکشن ختم کر دیا گیا ہے۔ اب تم اکیلے وہاں جا کر کیا کرو گے"...... جیگور نے کہا۔

"باس۔ میں سپیشل سیکشن کو راستے سے کال کر لوں گا۔ وہ کل تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ پھر سپیشل سیکشن کے ساتھ مل کر میں ان پاکیشیائیوں کے خلاف بھرپور انداز میں کام کروں گا۔ انہوں نے میرے ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے۔ میں ان کی لاشیں آپ کے سامنے رکھ دوں گا۔ یہ میرا چیلنج ہے"...... وکٹر نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوکے۔ میں ان لاشوں کا انتظار کروں گا"...... جیگور نے میز کی سائیڈ سے آگے بڑھ کر وکٹر کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا اور وکٹر اس کا شکریہ ادا کر کے تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران سنٹرل گارڈن پہنچا تو اس کے ساتھی اس سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ عمران کے ساتھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سنٹرل گارڈن پہنچے تھے جبکہ عمران بس میں سوار ہو کر سنٹرل گارڈن سے کافی پہلے ایک سٹاپ پر اتر گیا تھا۔ وہاں سے کئی دکانیں گھوم کر اسے اپنے مطلب کا نقشہ مل گیا جسے اس نے کاشنر کے رسیور میں ڈالا اور پھر اسے چیک کیا تو نقشے کے مطابق کاشنر ہیون کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک کی نشاندہی کر رہا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ وہ کار جس میں چار افراد گئے تھے اور جس کے بمپر پر اس نے کاشنر لگایا تھا ہیون کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک میں موجود ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ حملہ آوروں کا اڈا یہی کوٹھی ہے۔ اس نے رسیور آف کر کے اسے جیب میں ڈالا اور واپس پیدل چلتا ہوا سنٹرل گارڈن پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی بکھرے ہوئے انداز میں ادھر ادھر موجود تھے۔ عمران

نے انہیں مخصوص انداز میں اشارہ کیا اور خود وسیع و عریض گارڈن کے ایک کونے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد ایک ایک کر کے اس کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے۔

''کاشنر کے مطابق حملہ آوروں کا اڈا ہیون کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہمارے پاس نہ اسلحہ ہے اور نہ ہی کاریں۔ یہاں اسلحہ کی کھلے عام فروخت ممنوع ہے اور ظاہر ہے دو کاریں خرید کر انہیں استعمال کرنا بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔ اب ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ ہم اس کوٹھی تک علیحدہ علیحدہ ٹیکسیوں میں بیٹھ کر پہنچیں اور کالونی کے آغاز میں ہی اتر جائیں یا اس کوٹھی سے کچھ دور جا کر اتریں۔ پھر اس کوٹھی میں داخل ہو کر وہیں سے اسلحہ لیں اور حملہ آوروں کا خاتمہ کر کے ان میں سے کسی سے ہیڈکوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور پھر وہیں موجود کاریں لے کر ہیڈکوارٹر پر دھاوا بول دیں گے''۔ عمران نے کہا۔

''مسٹر مائیکل۔ حملہ آور تربیت یافتہ لوگ نظر آتے ہیں اس لئے آپ کی یہ پلاننگ کامیاب نہیں ہو گی۔ پھر ضروری نہیں جس کوٹھی میں کاشنر والی کار موجود رہے وہاں اسلحہ بھی موجود ہو اور بغیر اسلحہ کے اس کوٹھی میں داخل ہونا بھی اپنے آپ کو جان بوجھ کر اندھے کنویں میں دھکیلنے کے مترادف ہے اس لئے ہمیں کوئی قابل عمل پلان بنانا ہو گا''...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

''گڈ۔ تم واقعی اب چیف بن گئے ہو۔ یہاں اسلحہ کی خرید و فروخت سخت ممنوع ہے اور تم نے دیکھا کہ حملہ آوروں نے ہمیں کیسے فوراً ہی ٹریس کر لیا تھا اس لئے یہاں اسلحہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں کسی جرائم پیشہ آدمی یا گروہ سے رابطہ کرنا پڑے گا جو ہمارا واقف کار نہیں ہو گا۔ جو واقف کار تھا اس سے میں نے یہ کوٹھی حاصل کی تھی۔ اسے کوٹھی تباہ ہونے کی خبر مل چکی ہو گی اور وہ بیٹھا اپنی قسمت کو رو رہا ہو گا۔ اس نے اب ہماری مدد نہیں کرنی بلکہ الٹا ہمیں پھنسوا دینا ہے۔ جہاں تک اس کوٹھی میں اسلحہ ہونے یا نہ ہونے کا سوال ہے تو تربیت یافتہ افراد لازماً اپنے پاس فالتو اسلحہ ضرور رکھتے ہیں۔ اسی طرح کاریں بھی ہم وہیں سے حاصل کر لیں گے ورنہ ایک بار پھر دشمنوں نے ہمیں ٹریس کر لیا تو ہر بار خوش قسمتی ساتھ نہیں دیا کرتی''...... عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مسٹر مائیکل درست کہہ رہے ہیں۔ اس شہر کے بارے میں یہ زیادہ جانتے ہوں گے''...... نعمانی نے کہا۔

''او کے۔ ٹھیک ہے جیسے مسٹر مائیکل کہیں''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''انٹرسٹی بس میں بیٹھ کر ہم ہیون کالونی سٹاپ پر اتر جائیں گے۔ پھر آگے کارروائی ہو گی''...... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور وہ اٹھ کر علیحدہ علیحدہ ہو کر سنٹرل گارڈن

کے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ہیون کالونی کی جس کوٹھی میں کاشنر کار کی موجودگی ظاہر کر رہا تھا وہ درمیانے سائز کی کوٹھی تھی جس کے عقبی طرف گلی تھی۔ عمران اپنے ساتھیوں سمیت ایک ایک کر کے عقبی طرف سے کوٹھی میں داخل ہوا تو اچانک سائیڈ گلی سے آنے والا ایک مسلح آدمی ان کے سامنے آ گیا اور عمران نے اسے دیکھتے ہی اس طرح چھاپ لیا کہ اس کے منہ سے آواز تک نہ نکل سکی۔ پھر عمران اسے گھسیٹتا ہوا سائیڈ پر لے گیا اور چند لمحوں بعد اس نے بتا دیا کہ اسلحہ کہاں موجود ہے اور کوٹھی میں کتنے افراد ہیں اور کہاں کہاں موجود ہیں۔ یہ آدمی عقبی طرف کا پہرے دار تھا۔ وہ واش روم گیا تھا جہاں سے واپسی پر وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ جس کمرے میں اسلحہ تھا اس کمرے کی کھڑکی عقبی طرف بھی موجود تھی جو بند ضرور تھی لیکن اسے اندر سے لاک نہیں کیا گیا تھا اس لئے عمران نے اسے آسانی سے کھول لیا اور پھر ایک ایک کر کے وہ سب اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ وہاں الماریوں میں واقعی انتہائی جدید اسلحہ موجود تھا۔ وہاں سائیلنسر لگا اسلحہ بھی موجود تھا۔ عمران نے گنجان آباد علاقہ ہونے کی وجہ سے سائیلنسر لگا اسلحہ پسند کیا اور پھر وہ اسلحہ سمیت اس کمرے سے نکل کر عمارت کے اندرونی حصوں میں داخل ہو گئے۔ عمران کو چونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ کتنے افراد کہاں کہاں موجود ہیں اس لئے اس نے اپنے ساتھیوں کو اس بارے میں پلاننگ سمجھا دی تھی جس کے

نتیجے میں بیس پچیس منٹ کے اندر وہاں موجود افراد ختم کر دیئے گئے۔ اس کام میں سائیلنسر لگے اسلحہ نے بڑی مدد کی تھی ورنہ اگر اتنے افراد کو ویسے گولیاں ماری جاتیں تو شہر کی ساری پولیس یہاں پہنچ چکی ہوتی۔ عمران نے ایک آدمی سے ہیڈکوارٹر کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو پتہ چلا کہ یہ سیکشن ہیڈکوارٹر ہے جس کا انچارج وکٹر ہے۔ وکٹر کو ہی ہیڈکوارٹر کا علم ہے اور وہ وہاں جاتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی کو بھی ہیڈکوارٹر کے بارے میں علم نہیں ہے۔ عمران کو اس لئے بھی اس آدمی کی بات پر یقین کرنا پڑا کہ اس آدمی کا چہرہ دیکھ کر ہی عمران سمجھ گیا تھا کہ سچ بول رہا ہے۔ البتہ عمران نے اس آدمی سے وکٹر کا حلیہ اور قد وقامت کی تفصیل معلوم کر لی۔ پھر اس آدمی کو ہلاک کر کے وہ سب اس کوٹھی سے باہر آ گئے کیونکہ کسی بھی لمحے کوئی آ سکتا تھا اور وہ اندر پھنس بھی سکتے تھے۔ کوٹھی سے کچھ فاصلے پر درختوں کا جھنڈ تھا جس میں دس بارہ بنچیں رکھی گئی تھیں تاکہ لوگ یہاں بیٹھ کر تازہ ہوا بھی لے سکیں اور ماحول کا لطف بھی اٹھا سکیں۔ وہ سب اس جھنڈ میں مختلف بنچوں پر بیٹھ گئے لیکن ان کی نظریں اس کوٹھی کے گیٹ پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ باہر نکلتے ہوئے چھوٹے گیٹ کو باہر سے بند کر آئے تھے۔ عمران انہیں وکٹر کے بارے میں بتا چکا تھا۔

''وکٹر کو اطلاع کیسے ملے گی مسٹر مائیکل کہ وہ یہاں آئے گا''...... صدیقی نے کہا۔

''وہ ہیڈکوارٹر گیا ہے۔ لامحالہ وہ واپس آئے گا۔ ہمیں بہرحال انتظار کرنا ہو گا''...... عمران نے جواب دیا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک کار اس کوٹھی کے گیٹ کے سامنے رکی تو عمران چونک پڑا۔ کار سے ایک آدمی اترا اور چھوٹے گیٹ کی طرف بڑھ گیا لیکن عمران اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ وکٹر نہیں ہے کیونکہ اس آدمی کا حلیہ اس جیسا نہ تھا اور نہ قدوقامت۔ وہ چھوٹا پھاٹک کھول کر اندر چلا گیا۔ کار گیٹ کے باہر ہی کھڑی رہی۔

''یہ وکٹر نہیں ہے''...... عمران نے اپنے ساتھیوں کی سوالیہ نظریں دیکھتے ہوئے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''تم پوچھ رہے تھے کہ وکٹر کو کیسے اطلاع ملے گی تو یقیناً یہ آدمی اطلاع دے گا''...... عمران نے کہا۔

''لیکن مسٹر مائیکل ضروری نہیں کہ وکٹر اکیلا ہی آئے''۔ چوہان نے کہا۔

''اب ہمارے پاس اسلحہ موجود ہے اور وہ بھی سائیلنسر لگا اس لئے اب اگر پوری فوج بھی آ جائے تب بھی کوئی پرابلم نہیں ہو گی''...... عمران نے جواب دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک اور کار پہلی کار کے قریب آ کر رکی اور اس کار کو دیکھتے ہی عمران سمجھ گیا کہ یہ وکٹر کی کار ہے کیونکہ یہ کار ڈان کالونی کی پبلک پارکنگ میں موجود تھی جس میں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور عمران اس پر کاشنر

لگانا چاہتا تھا لیکن اس کا فاصلہ کافی تھا اس لئے عمران کو دوسری کار پر کاشنر لگانا پڑا تھا جس کے نتیجے میں بلیک ڈے کا سیکشن ہیڈکوارٹر تباہ ہو گیا۔ پھر عمران وہاں وکٹر کو دیکھ کر ہی پہچان گیا تھا کیونکہ اس کا چہرہ اس کی یادداشت میں موجود تھا لیکن اس کا نام اسے یاد نہ آ رہا تھا اور اب بہرحال نام سامنے آ چکا تھا۔ کار رکتے ہی اس میں سے جو آدمی باہر آیا وہ واقعی وکٹر تھا۔ وکٹر کار سے نکل کر تیزی سے چھوٹے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔

''میں اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرتا ہوں جبکہ تم سب پھیل کر اس کالونی میں کوئی خالی کوٹھی تلاش کرو تا کہ اس وکٹر کو وہاں لے جا کر اس سے ہیڈکوارٹر کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے اٹھتے ہی باقی ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

''سیل فون کے سپیشل آپشن کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رہے گا۔ جلد از جلد یہ کام ہونا چاہئے''...... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

بلیک ڈے کا چیف جیگور اپنے ہیڈکوارٹر کے آفس میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ وکٹر کو گئے ہوئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ہیڈکوارٹر سے سیکشن ہیڈکوارٹر تک ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کا فاصلہ ہے لیکن اسے ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا۔ اس نے وکٹر کے جانے کے تقریباً سوا گھنٹے بعد سیکشن آفس فون کیا تھا لیکن وہاں کسی نے فون اٹنڈ نہ کیا تھا۔ وکٹر کا سیل فون بھی بند تھا اس لئے وہ پریشانی کے عالم میں آفس میں ٹہل رہا تھا کہ یکلخت فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ بجلی کی سی تیزی سے کرسی پر بیٹھا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... جیگور نے تیز لہجے میں کہا۔

"وکٹر کی کال ہے باس"...... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کیا کمپیوٹر نے کال اوکے کر دی ہے"...... جیگور نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جیگور کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

"اوکے۔ کراؤ بات"...... جیگور نے کہا۔

"ہیلو باس۔ میں وکٹر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وکٹر کی آواز سنائی دی۔ لہجے میں مسرت کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"کہاں ہو تم۔ میں نے کئی بار فون کیا لیکن فون ہی اٹنڈ نہیں کیا جا رہا تھا اور تمہارا سیل فون بھی آف تھا"...... جیگور نے کہا۔

"میں ان پاکیشیائی ایجنٹوں کے پیچھے تھا باس۔ وہ لوگ واردات کرنے کے بعد قریب ہی ایک خالی کوٹھی میں پناہ لئے ہوئے تھے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ سیکشن ہیڈکوارٹر میں روم الیون موجود ہے۔ میں نے یہاں آ کر اسے آن کیا تو ہیڈکوارٹر کے شمال میں چار کوٹھیاں چھوڑ کر پانچویں کوٹھی میں پانچوں پاکیشیائی ایجنٹ موجود تھے۔ میں نے ولیم کو ساتھ لیا اور پھر میں نے اس کوٹھی میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دی۔ اس کے بعد ولیم کی مدد سے میں نے ان پانچوں بے ہوش افراد کو کار میں ڈالا اور سیکشن ہیڈکوارٹر لے کر آ گیا۔ اس وقت بھی یہ لوگ میرے سامنے پڑے ہوئے ہیں"...... وکٹر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''زندہ ہیں''...... جیگور نے اچھلتے ہوئے کہا۔

''نہیں باس۔ میں نے بے ہوشی کے عالم میں ہی انہیں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ انتہائی خطرناک ایجنٹ ہیں۔ ہوش میں آ کر سچویشن تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔ ان کی لاشیں میرے سامنے پڑی ہیں''...... وکٹر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''کیا ان کے میک اپ چیک کر لئے ہیں تم نے''...... جیگور نے پوچھا۔

''یس باس۔ لیکن ان کے میک اپ واش نہیں ہوئے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے سپیشل میک اپ کیا ہوا ہے۔ میں نے فون بھی اس لئے کیا ہے کہ آپ ہیڈکوارٹر سے سپیشل میک اپ واشر سیکشن ہیڈکوارٹر بھجوا دیں تاکہ ان کے اصل چہرے سامنے آ سکیں''...... وکٹر نے کہا۔

''تمہیں معلوم تو ہے کہ یہاں فالتو آدمی کوئی نہیں ہے۔ تم لاشیں کار میں ڈال کر یہاں لے آؤ میں اپنے سامنے ان کے میک اپ واش کرانا چاہتا ہوں''...... جیگور نے کہا۔

''لیکن باس اس کے لئے تو ہیڈکوارٹر کا پورا سسٹم آف کرنا پڑے گا''...... وکٹر نے ایسے حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے ہیڈکوارٹر کا سسٹم آف کرنا کوئی ناممکن کام ہو۔

''تو کیا ہوا۔ جن سے خطرہ تھا وہ لاشوں میں تبدیل ہو چکے

ہیں۔ میں ان کی لاشیں اسرائیل کے صدر کو بھجوانا چاہتا ہوں''۔ جیگور نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ میں انہیں لے کر پہنچ رہا ہوں۔ آپ سسٹم آف کرا دیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ تم گیٹ پر پہنچ کر مجھے کال کرنا۔ پھر میں سسٹم آف کرا دوں گا''...... چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''آخرکار یہ خوفناک لوگ ہلاک ہو گئے۔ گڈ۔ ویری گڈ نیوز۔ نہ صرف میرے لئے بلکہ پوری دنیا کے یہودیوں کے لئے''۔ جیگور نے رسیور رکھ کر اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فوراً اسرائیل کے صدر کو فون کر کے یہ خوشخبری ان تک پہنچا دے لیکن اس نے اپنے آپ کو اس لئے کنٹرول کر لیا تھا کہ پہلے ان کے میک اپ واش ہو جائیں پھر مزید اقدام کیا جائے۔ بہرحال اب لاشیں کہیں بھاگ تو نہیں سکتیں۔ پھر اس نے بڑی بے چینی میں ایک گھنٹہ گزارا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''یس''...... جیگور نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

''وکٹر کے سیل فون سے کال ہے۔ وہ گیٹ پر موجود ہے۔ اس کی کار میں پانچ لاشیں موجود ہیں''...... فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ میں نے اسے حکم دیا تھا۔ میں چیکنگ سسٹم آف کراتا ہوں۔ میری بات کراؤ ہاروے سے''...... جیگور نے تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یس باس'' دوسری طرف سے کہا گیا تو جیگور نے ہاتھ سے کریڈل دبایا اور اس پر ہاتھ رکھے رکھا۔ چند لمحوں بعد گھنٹی پھر بج اٹھی تو اس نے کریڈل سے ہاتھ ہٹا لیا۔

''یس''...... جیگور نے کہا۔

''ہاروے لائن پر ہے باس''...... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

''ہیلو باس۔ میں ہاروے بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔ یہ مشین روم کا انچارج تھا جس کے تحت ہیڈکوارٹر کی پوری مشینری تھی۔

''ہاروے۔ ہیڈکوارٹر کا تمام چیکنگ سسٹم آف کر دو۔ وکٹر دشمن ایجنٹوں کی پانچ لاشوں سمیت ہیڈکوارٹر کے گیٹ پر موجود ہے۔ ان لاش کا سپیشل میک اپ یہاں واش ہو گا۔ تم فوراً چیکنگ سسٹم اور ڈیفنس سسٹم آف کر دو اور جب تک میں احکامات نہ دوں تم نے تمام سسٹم آف رکھنا ہو گا''...... جیگور نے کہا۔

''یس باس۔ جیسے آپ کا حکم''...... دوسری طرف سے ہاروے نے کہا تو جیگور نے رسیور رکھ دیا۔

''آخرکار پاکیشیائی ایجنٹوں کی لاشیں سامنے آ ہی گئیں۔ آخرکار

یہ شیطان ختم ہو ہی گئے''...... جیگور نے رسیور رکھ کر انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ پھر ایک خیال کے تحت اس نے میز کی دراز کھولی۔ اس میں موجود سیل فون اٹھا کر اس نے اسے آن کیا اور پھر اس پر مخصوص نمبر پریس کر دیئے۔ چند لمحوں بعد فون کی سکرین پر وکٹر کے الفاظ ابھر آئے۔ جیگور نے رابطے کا بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو۔ وکٹر بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے وکٹر کی آواز سنائی دی۔

''وکٹر۔ میں نے ہاروے کو احکامات دے دیئے ہیں۔ وہ سسٹم آف کر رہا ہے۔ تم اندر آ کر لاشوں کو زیرو روم میں پہنچا دینا اور خود میرے آفس آ جاؤ۔ پھر ہم یہاں سے اکٹھے زیرو روم میں جائیں گے''...... جیگور نے کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جیگور نے رسیور آف کر کے واپس دراز میں رکھ دیا۔ پھر تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد دروازہ کھلا اور وکٹر اندر داخل ہوا۔ وکٹر کو دیکھ کر جیگور بے اختیار چونک پڑا۔

''تم۔ تم کون ہو''...... جیگور نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسے آنے والا اجنبی سا محسوس ہو رہا تھا۔

''وکٹر باس۔ میں وکٹر ہوں''...... آنے والے نے کہا۔

''تم قد وقامت، چہرے مہرے اور آواز سے واقعی وکٹر ہی ہو لیکن تم میں اجنبیت کا تاثر موجود ہے''...... جیگور نے میز کی دراز

سے مشین پسٹل نکالتے ہوئے کہا۔

''آپ کو وہم ہو گیا ہے باس۔ میں وکٹر ہی ہوں''...... وکٹر نے میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اچھا بتاؤ کہ یہاں سے جاتے وقت میں نے تمہیں کیا کہا تھا اور تم نے جواب میں کیا کہا تھا''...... جیگور نے کہا۔

''آپ نے کہا تھا کہ مارڈی اور اس کے سیکشن کو کال کر لوں۔ میں نے کہا تھا کہ وہ ناراک میں ہے۔ اس کے آنے میں دن لگ جائیں گے۔ میں راستے میں سپیشل سیکشن کو کال کر لوں گا۔ وہ کل تک آ جائیں گے''...... وکٹر نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا تو جیگور کے ستے ہوئے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

''اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ تم واقعی وکٹر ہو۔ نجانے کیوں مجھے تم سے اجنبیت کا احساس ہونے لگا تھا''...... جیگور نے مشین پسٹل کو واپس دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔

''تو اب ان کی لاشوں کا کیا کرنا ہے''...... وکٹر نے پوچھا۔

''چلو سپیشل میک اپ واشر سے ان کے میک اپ واش کریں''...... جیگور نے اٹھتے ہوئے کہا تو وکٹر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ جیگور بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا جبکہ وکٹر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن پھر جیسے ہی جیگور اس کے قریب سے گزرا اچانک اس نے وکٹر کا بازو گھومتے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی کنپٹی پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ اس کا ذہن یکلخت گہری تاریکی میں ڈوبتا

چلا گیا۔ پھر جس طرح گہرے سیاہ بادلوں میں بجلی چمکتی ہے اس طرح اس کے ذہن پر چھائے ہوئے اندھیرے میں روشنی کی لکیریں نمودار ہونے لگیں۔ پھر جیسے ہی اس کے ذہن میں مکمل روشنی ہوئی تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ وہ کرسی کے ساتھ رسی کی مدد سے بندھا ہوا تھا اس لئے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔ سامنے کرسی پر وکٹر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ادھر ادھر نظریں گھمائیں تو بے اختیار اس کا دل اچھل کر اس کے حلق میں آ گیا اور ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے کیونکہ وہاں آٹھ لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن میں سے ایک لاش اس کی فون سیکرٹری کی تھی جبکہ باقی لاشیں ہاروے اور ہیڈکوارٹر میں کام کرنے والے دوسرے افراد کی تھیں۔ ان سب کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔

''یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ تم۔ تم وکٹر ہو۔ کیا واقعی''...... جیگور کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکلا۔

''مجھے وکٹر بننے اور ثابت کرنے کے لئے بہت محنت کرنا پڑی ہے مسٹر جیگور، چیف آف بلیک ڈے۔ کیونکہ مجھے وکٹر سے ہیڈکوارٹ کے نظام کے بارے میں جو معلومات ملی تھیں ان کے مطابق جب تک انہیں اندر سے آف نہ کیا جائے باہر سے اسے کسی طرح بھی آف یا تباہ نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے میں نے وکٹر بن کر تمہارے ہاتھوں اس سسٹم کو آف کرانے کی پلاننگ کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل

وکرم سے میری پلاننگ کامیاب رہی اور تم دیکھ لو کہ میں اور میرے ساتھی یہاں زندہ موجود ہیں جبکہ یہاں ہیڈکوارٹر میں تمہارے علاوہ باقی سب کو لاشوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ تمام مشینری تباہ کر دی گئی ہے۔ بلیک ڈے کی بنیادی اور تفصیلی فائل بھی ہمیں مل گئی ہے۔ ہم اس تنظیم کی بنیاد اکھیڑ کر رکھ دیں گے کیونکہ تم نے اور تمہاری تنظیم نے پاکیشیا کو اسرائیل اور کافرستان کا غلام بنانے کی انتہائی گہری اور بھیانک سازش کی ہے اس لئے تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا جرم ناقابل معافی ہے۔ تم یہودی جتنی مرضی آئے کوششیں کر لو لیکن تم لوگ پاکیشیا کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے کیونکہ پاکیشیا کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ تم نے لاکھوں، کروڑوں، اربوں ڈالرز خرچ کئے۔ تم نے اتنی بڑی تنظیم بنائی لیکن نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ ویسے آخر میں اپنا تعارف بھی کرا دوں۔ میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے''...... سامنے بیٹھے ہوئے وکٹر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو جیگور کو عمران کا نام سنتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے ذہن پر ایٹم بم مار دیا ہو۔

''تم۔ تم۔ مگر۔ مگر۔ تم نے تو وہ باتیں بتا دیں تھیں جو صرف میں اور وکٹر جانتے تھے''...... جیگور نے رک رک کر کہا۔

''وکٹر بہت تربیت یافتہ ایجنٹ تھا اس لئے اس پر کوئی بھی حربہ استعمال کرنا بے کار تھا اس لئے مجھے اس کے ذہن میں جھانکنا پڑا اور مجھے تمہاری اس سے ہونے والی ملاقات اور تم دونوں کے

درمیان ہونے والی تمام گفتگو کا علم ہو گیا۔ تم بھی انتہائی تربیت یافتہ ایجنٹ ہو اس لئے مجھے دیکھتے ہی تمہیں اجنبیت کا احساس ہوا جو درست تھا لیکن میں نے وکٹر کا میک اپ کرنے اور اس کے انداز میں بیٹھنے، چلنے اور اٹھنے کی باقاعدہ پریکٹس کی۔ خاص طور پر مجھے اس کی آواز اور لہجے کی نقل بھی کرنا پڑی تاکہ یہاں موجود وائس چیکنگ کمپیوٹر کو ڈاج دیا جا سکے اور دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آخرکار ہمیں کامیابی سے ہمکنار کر دیا''...... عمران نے ایک بار پھر تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا اور جیگور کے ذہن میں واقعی دھماکے ہو رہے تھے کیونکہ جو کچھ یہ عمران بتا رہا تھا وہ بظاہر ناقابل یقین تھا لیکن یہ سب کچھ اس کے سامنے موجود تھا۔

''مم۔ مم۔ مجھے معاف کر دو۔ میں اب کبھی پاکیشیا کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا''...... جیگور نے رو دینے والے لہجے میں کہا لیکن اس سے پہلے کہ سامنے بیٹھا ہوا عمران کوئی جواب دیتا ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کارڈلیس فون سیٹ تھا۔

''فون پر کال آ رہی ہے عمران صاحب''...... آنے والے نے کارڈلیس فون سیٹ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اس کا منہ بند کر دو''...... عمران نے کہا تو آنے والے نے آگے بڑھ کر جیگور کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''یس۔ جیگور بول رہا ہوں''...... عمران کے منہ سے نکلا تو جیگور

اس طرح حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگا جیسے اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

''اسرائیل کے صدر سے بات کیجئے مسٹر جیگور''...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''ہیلو''...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''ہیلو مسٹر پریذیڈنٹ''...... عمران نے اس بار اپنے اصل لہجے میں کہا۔

''تم۔ تم کون بول رہے ہو۔ کیا مطلب۔ جیگور کہاں ہے''۔ دوسری طرف سے چیختے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

''کتنی بار تو تعارف کرا چکا ہوں مسٹر پریذیڈنٹ۔ ایک بار پھر کرا دیتا ہوں۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)۔ تم یہودیوں نے پاکیشیا کے خلاف جو سازش اس بلیک ڈے سے کرائی ہے وہ سب ختم ہو چکی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ تمہارے ناپاک ارادے ہمیشہ ناکامی سے دوچار ہوں گے۔ بلیک ڈے تنظیم مکمل طور پر ختم کر دی گئی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کاش کوئی عمران یہودیوں میں بھی پیدا ہو جاتا''...... دوسری طرف سے حسرت بھرے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے فون آف کر کے سائیڈ تپائی پر رکھ دیا۔

''او کے مسٹر جیگور۔ اب تم بھی وہیں جاؤں جہاں تمہارے

ساتھی گئے ہیں''...... عمران نے جیب سے مشین پسٹل نکالتے ہوئے کہا۔

''مم۔مم۔ مجھے مت مارو۔ پلیز۔ پلیز''...... جیگور نے رو دینے والے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے شعلے سے چمکے اور جیسے گرم گرم سلاخیں جیگور کے سینے میں اترتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کا سانس اس کے حلق میں پتھر بن کر اٹک گیا۔ جیگور نے سانس لینے کی بے حد کوشش کی لیکن اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔ ان اندھیروں میں جو وہ پاکیشیا پر پھیلانا چاہتا تھا۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک منفرد اور دلچسپ ایڈونچر

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

گریٹ فالز

مکمل ناول

پراگ — ایک یورپی ملک، جس کے ماہر معدنیات کو ایکریمیا نے اغوا کرلیا؟

پراگ — جس نے اپنے ماہر معدنیات کو واپس لانے کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لانے کی حکومت پاکیشیا سے درخواست کی اور چیف نے ان کی درخواست قبول کرلی۔ کیوں ——؟

ایکریمیا — جس کی دو طاقتور ایجنسیاں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے مقابل میدان میں اتریں اور پھر ہر طرف موت کے جال پھیلا دیئے گئے۔ لیکن؟

گریٹ فالز — ایک ایسا پہاڑی راستہ، جس پر جیپ چلانا اور صحیح سلامت اسے پار کرجانا ناممکن تھا۔ لیکن کیا یہ عمران کے لئے بھی ناممکن تھا ——؟

رانا ہاؤس — جس کے جوزف اور جوانا دو مکین تھے لیکن عمران نے تیسرا مکین بھی وہاں بھیج دیا۔ وہ تیسرا مکین کون تھا ——؟

ایک ایسا مشن — جس میں کامیابی کا حصول بظاہر ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ مگر —؟

کیا عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس مشن میں کامیابی حاصل کرسکی؟

لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہوتے ہوئے واقعات اور سسپنس سے بھرپور ایک یادگار ناول

ارسلان پبلی کیشنز
اوقاف بلڈنگ
پاک گیٹ
ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com

600 سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ایکشن اور سسپنس سے بھرپور کہانی

علی عمران، کرنل فریدی، میجر پرمود اور کرنل زید کا مشترکہ ایڈونچر مشن

سلور جوبلی نمبر

ہاٹ لائن

مکمل ناول

☆ عمران کی اسرائیلی صدر کے ساتھ میٹنگ، اسرائیلی صدر نے عمران کو اسرائیلی لڑکی کے ساتھ شادی کی آفر کردی۔ کیوں۔؟ اور کیا عمران نے یہ آفر قبول کرلی ——؟

☆ اسرائیلی صدر نے اپنی ایجنسیوں کو ہدایت کردی کہ وہ اسرائیل میں آنے والے خطرناک ایجنٹوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ مگر کیوں؟

☆ افریقی ملک کیبون کا خطرناک شہر لیراونی جس پر خطرناک مجرم تنظیم ہاٹ لائن کا کنٹرول تھا اور اس شہر میں کرنل فریدی اور اس کے ساتھیوں پر میزائلوں کی بارش کردی گئی۔ کیا وہ زندہ بچ سکے ——؟

☆ کرنل فریدی نے عمران اور میجر پرمود کو دھمکی دے دی کہ وہ اس مشن پر کام کرنے سے باز رہیں ورنہ انہیں گولیوں سے بھون دیا جائے گا۔ کرنل فریدی نے جب اس دھمکی کو عملی جامہ پہنایا تو کیا نتیجہ برآمد ہوا ——؟

☆ ہاٹ لائن۔ ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم۔ جس نے عمران، کرنل فریدی، میجر پرمود، کرنل زید اور کرنل ڈیوڈ جیسے تجربہ کار سیکرٹ ایجنٹوں کو چکرا کر رکھ دیا۔؟

☆ چیکو معصوم اور بھولی بھالی نظر آنے والی حسینہ، ہاٹ لائن کی سفاک اور